سیرت
حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال
"اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار"
آمتہ الشافی سیال
مربی سلسلہ محمد صفدر نذیر صاحب گولیکی

سیرت

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

"اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار"

امتہ الشافی سیال
مربی سلسلہ محمد صفدر نذیر صاحب گولیکی

مصنف ---------------- آمتہ الشافی سیال

مربی سلسلہ محمد صفدر نذیر صاحب گولیکی

تاریخ اشاعت ---------------- جولائی 2000ء

تعداد ---------------- ایک ہزار

کمپوزنگ ---------------- احمد داؤد

طباعت ---------------- لاہور آرٹ پریس

15۔ نیو انار کلی۔ لاہور

قیمت ---------------- =/150 روپے

ملنے کا پتہ :۔ 491 ڈی، فیصل ٹاؤن لاہور فون 5166620

اک فتح نصیب جرنیل

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال۔ ایم۔ اے

فہرست حصہ اول

مضامین | **صفحہ**

آپ کی ازدواجی زندگی

مضامین | **صفحہ**

مضامین — صفحہ

فہرست حصہ دوئم

مضامین — صفحہ

مضامین — صفحہ

مضامین — صفحہ

باب نمبر ۳

مجلس عرفان حضرت المصلح الموعود

مضامین — صفحہ

باب نمبر ۴
کارزار شدھی

باب نمبر ۵
سفر لنڈن حضرت مصلح موعود کی معیت میں

مضامین — صفحہ

مضامین | صفحہ

باب نمبر ٦

چوہدری صاحب بطور ناظر

مضامین | صفحہ

مضامین | صفحہ

باب نمبر ۷

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اندورن ملک سفروں میں آپ کی معیت

مضامین | صفحہ

باب نمبر ۸

سیاسی خدمات

باب نمبر ۹

قید و بند

مضامین	صفحہ

باب نمبر ۱۰

آپکی تقاریر اور شائع شدہ مضامین

مضامین	صفحہ

باب نمبر ۱۱

وفات 'سیرت' تاثرات

مضامین	صفحہ

عکس مبارک

حضرت مسیح موعود علیہ جن کے دست مبارک پہ چوہدری فتح محمد سیالؓ نے صرف بارہ سال کی عمر میں عہد بیعت باندھا! اور پھر تمام عمر نہایت خلوص و وفا سے اس عہد کو نبھایا

حضرت مسیح موعودؑ کی نگاہ جوہر شناس نے جن لوگوں کو کندن بنایا ان میں سے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال آسمان احمدیت کے وہ درخشندہ ستارے تھے جن کی چکاچوند نے برصغیر پاک و ہند کے علاوہ انگلستان کو ایک طویل عرصہ تک جگمگائے رکھا۔ آپ کے نام کی طرح ہر معرکے میں فتح و ظفر نے آپ کے قدم چومے۔ اخلاص و وفا کے جن پیمانوں کو آپ نے متعارف کرایا وہ تاریخ احمدیت میں تاابد حصول منزل کیلئے "راہنما" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی سیرت کا مطالعہ کر کے بے اختیار یہ دعا نکلتی ہے کہ

بنا کردند خوش رسمے با خاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کنند این عاشقان پاک طینت را

حضرت ابا جان مرحوم کی مبارک زندگی
کے کچھ پہلو نہایت ادب و احترام سے پیش ہیں۔

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال آج سے سو سال قبل جماعت احمدیہ میں ۱۸۹۹ء میں داخل ہوئے۔ حسن اتفاق کہ ٹھیک سو سال بعد ۱۹۹۹ء میں خداتعالیٰ نے انکے متعلق اس کتاب میں آپ کے حالاتِ زندگی یکجا کرنے کی توفیق بخشی۔ الحمدللہ

بنت ... صاحب سیال

09-06-1999

سب سے پہلے خاکسار اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وہ دلپذیر تحریر جو حضرت اقدس نے خاکسار کو اپنی کمال شفقت سے اِس کتاب کی تیاری کے لئے ارسال فرمائی اور میری ہمت کو کس قدر خوبصورت انداز میں ابھارا۔ جزاکم اللہ احسن الجزا

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جس سے شکریہ ادا کر سکوں اللہ تعالیٰ ہی اپنے پیار سے بے پناہ اور بے انداز لطف سے نوازے۔ آمین ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہے۔
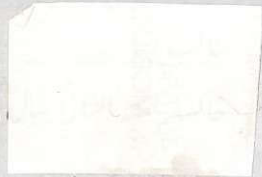
اٹھیں ہاتھ آپنے لئے تو پھر بھی مرے لئے ہی دعا کرے

پیارے آقا! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جن کے
مبارک عہد میں یہ کتاب لکھنے کی سعادت ملی

PS London ☎ 0181 8705234 06/30/99 11:04 :04/04

لندن
[illegible]-6-99

عزیزہ امۃ الشافی سیال صاحبہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ
حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ کے حالاتِ زندگی پر
کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ بہت اچھی بات ہے
اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین، دیدہ زیب اور سیال صاحب کی
شایانِ شان کتاب تیار کرنے کی سعادت عطا
فرمائے ___ جماعتی لٹریچر میں ان کی خدمتوں اور
حالات کا کافی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق
کو بڑھائے اور حضرت سیال صاحبؓ کے درجات کو بلند فرمائے۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

دارالصدر شرقی ربوہ
معرفت فضل عمر ہسپتال ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ریمارکس جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں

انجمن تشحیذ الاذہان کے مایہ ناز ممبر چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے منہ سے جھڑتے ہوئے پھول اور کان قلم سے نکلتے ہوئے جو اہرات جو تشحیذ الاذہان کی گذشتہ اشاعت کی کشتی میں لگا کر ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے باقی رہ گئے تھے وہ اب پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا کرے ہم میں بہت سے چوہدری فتح محمد پیدا ہو جائیں جن کے پہلوؤں میں زندہ دل زندہ دلوں میں درد اور درد میں دعا اور دعا میں اثر ہو۔ آمین

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۰۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

اِنتساب

خاکسار آج اللہ تعالیٰ جیسی مہربان ہستی کی اس قدر شکر گذار ہے جس کے اظہار کے لئے نہ تو الفاظ ہیں اور نہ ہی قلم میں تاب ہے کہ میں اپنے جذباتِ شکر کا اظہار کر سکوں۔ بس یہ ہی کہہ سکتی ہوں کہ پورا دل اور پوری جان اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہے۔ وہ مجھ جیسی عاجز و گناہ گار سے یہ خدمت قبول فرمالے اور جس نیت کے تحت حضرت ابا جان کے حالات کو شائع کرنے کی کوشش کی ہے اس کو پورا فرما دے۔

آمین

نہ صرف حضرت ابا جان کا خاندان اِس سے فیضیاب ہو بلکہ رہتی دنیا تک تمام نیک روحیں اِس سے فیض حاصل کرتی رہیں اور سب کا انجام بخیر ہو۔ **آمین**

اب خاکسار اپنی اس ناچیز کاوش کو اپنے پیارے آقا حضرت نبی کریم ﷺ کے نام معنون کرتی ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے نام یہ معنون کرتی ہوں

اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے نام معنون کرتی ہوں

اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے نام بھی معنون کرتی ہوں

اِسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے نام بھی معنون کرتی ہوں

اور حضرت خلیفۃ المسیح الربع ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام معنون کرتی ہوں

کیونکہ یہ ہی تو وہ ہستیاں ہیں جن سے ہم نے درس توحید کا حصہ پایا انہوں نے ہی تو ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت کے شریں جام پلائے۔ یہ ہی وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے ہمیں جینے کے ڈھنگ سیکھائے ورنہ دنیا کیا تھی اور کیا ہے؟

میں اِس کتاب کو حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے بعد جتنی بھی پاک روحیں

دنیا میں آئیں اُن سب کے نام معنون کرتی ہوں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع الدعا

اے اللہ تعالیٰ میری اِس ناچیز کوشش کو قبول فرمانا کیونکہ جسے تو قبول کرلے اُس کو کوئی بھی ردّ نہیں کر سکتا۔

والسلام

خاکسار امتہ الشافی سیال

بنت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا بے حد احسان ہے کہ آج میری دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور خاکسار اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے اپنے واجب الاحترام حضرت ابا جان کی کچھ دینی خدمات اُن ہستیوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے جو پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں اور پھر ہر اچھی بات پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں یہ کتاب دو حصوں پر منقسم ہے۔

پہلا حصہ : جس میں وہ چھوٹی چھوٹی روایات ہیں جو آپکے اپنے عزیزوں سے حاصل کی ہیں جو غیر مطبوعہ تھیں اور صرف خوب صورت یادوں کی طرح سینوں میں جگمگاتی رہیں۔ لیکن اگر ذرا غور کریں تو مخلوق الٰہی کیلئے کوئی نہ کوئی فیض کا پہلو اپنے اندر محفوظ رکھتی تھیں۔ سو میں نے حتی المقدور حضرت ابا جان کے متعلق ہر چھوٹی سے چھوٹی بات جو مجھے حاصل ہوئی وہ ہدیہ قارئین کرنے کی کوشش کی ہے۔

دوسرا حصہ : اس کے بعد دوسرا حصہ وہ اصل حصہ کتاب ہے جو آپ کی دینی خدمات پر مشتمل ہے اور وہ جناب محمد صفدر نذیر صاحب گولیکی مربی سلسلہ کی کاوشوں کا مرہونِ منت ہے۔

میں آپ کو اِس کاوش پہ خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور شکر گذار ہوں۔ اسی طرح محترم مکرم سید میر محمود احمد صاحب جن کے پاس مقالہ محفوظ تھا اور میری درخواست پر انہوں نے عنایت فرمایا۔

ان ہر دو محترم ہستیوں کی دل سے شکر گذار ہوں۔ جزاکم اللہ واحسن الجزا فی الدنیا والاخرۃ

اس کے بعد میں اپنی عزیز بھانجی شکیلہ طاہر اسسٹنٹ خلافت لائبریری جنہوں نے نہایت محبت اور محنت سے اِس کام میں مجھے مفید مشورے دیئے اور کام میں ہاتھ

بٹایا۔ پھر مکرم محترم دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت نے نایاب خطوط اور حوالہ جات عنایت فرمائے۔ محترمہ سیدہ آحسن صاحبہ نے بھی مفید مشوروں سے نوازا۔

محترمہ برکت ناصر صاحبہ جو میری کراچی کی دیرینہ ساتھی ہیں بہت مدد فرمائی اُن کے توسط سے اُن کے بھائی مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ جنہوں نے اِس کتاب کی کتابت پروف ریڈینگ جیسے مشکل مراحل کو میرے لئے آسان فرما دیا۔

اور ان کے چھوٹے بھائی مرزا محمد اکرم صاحب جنہوں نے میرے ربوہ پہنچتے ہی مجھے ان الفاظ میں دِلاسہ دیا کہ "آپا آپ کوئی فکر نہ کریں اِس سلسلہ میں جو بھی کام ہو گا میں کروں گا۔" اور واقعی انہوں نے مجھ سے زیادہ میرے کام میں دلچسپی لی اور ہر طرح کی مدد فرمائی۔

پھر میرے اپنے بہت سے عزیز ہیں جنہوں نے اس سلسلہ میں میری مدد فرمائی ہے۔ اگر سب کا ذکر کروں تو یہ بہت لمبا ذکر ہو جائے گا۔ اس لئے مجموعی طور پر سب کی دل کی گہرائیوں سے شکر گذار ہوں اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضلوں سے جھولیاں بھر دے۔ آمین ثم آمین

ایک دفعہ پھر میں اپنے سب کرم فرماؤں اور عزیزوں جنہوں نے میرے کام کو اپنا کام جانا اور میرے ساتھ دیا۔ شکریہ بھی ادا کرتی ہوں اور دعا بھی

"اللہ تعالیٰ اُن پر اور اُنکی نسلوں پر اپنے فضلوں کا سایہ کیئے رکھے اپنی رحمت کی بارشوں سے سیراب کرتا رہے۔" آمین ثم آمین

خاکسار

امۃ الشافی سیال

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

عرض حال

غالباً ۱۹۸۹ء کی بات ہے جب خاکسار کراچی سے اپنے محترم ابا جان مرحوم حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے آبائی گاؤں جوڑا کے قرب میں موضع نور پور شفٹ ہوئی۔ اپنے ددھیال میں آکر بڑی شدت کے ساتھ یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے ابا جان مرحوم کے حالاتِ زندگی رقم کروں اِس خواہش کو مزید تقویت یوں ملی کہ قادیان جلسہ سالانہ پہ حاضر ہوئی تو مکرم و محترم ملک صلاح الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے شکوہ کیا کہ میں نے کئی بار کوشش کی کہ میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے حالاتِ زندگی قلم بند کروں۔ مگر آپ لوگوں نے توجہ نہیں دی مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ محترم ملک صاحب نے ہمارے خاندان میں سے کس سے بات کی ہوگی بہر حال کچھ اپنی دِلی خواہش تھی دوسرا محترم ملک صاحب کی خواہش کو بھی پورا کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ مجھے ذاتی طور پہ اپنے ابا جان کے حالات کا زیادہ علم نہیں ہے وجہ یہ ہوئی کہ بچپن میں ہی اپنی امی جان کی وفات ہونے کے باعث اپنے ننھیال میں پرورش پائی اور میں صرف تین برس اپنے ابا جان کے پاس رہی' پاس رہنے کے باوجود میں کبھی بھی ابا جان سے بے تکلف نہ ہو سکی وجہ وہی کہ بچپن کہیں اور گذارا تھا لہٰذا حجاب اِتنا تھا کہ بہت کم ہی اپنے ابا جان سے کھل کر بات کر پائی۔ اس لئے بحیثیت بیٹی جتنا فیض حاصل کر سکتی تھی اُس سے محروم رہی۔ اسی تشنگی کو مٹانے کیلئے میں اپنے اُن عزیزوں سے جو حضرت ابا جان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے تھے اُن سے دریافت کرنے کی کوشش کرتی رہی اور یہ خیال بھی جاگزین رہا کہ کچھ معلومات ہوں تو تبھی کچھ تحریر کیا جا سکتا تھا۔ گو ابا جان کی تمام زندگی سلسلہ احمدیہ کیلئے وقف تھی آپکا دائرہ کار جتنا بھرپور اور جتنا وسیع جماعتِ احمدیہ میں تھا اُس کا عشر عشیر بھی گھر میں

نہیں تھا۔ اصل کام کے متعلق سلسلہ کے لٹریچر سے ہی آگاہی مل سکتی تھی مگر اُن کی بیٹی ہونے کے ناطے آپکی گھریلو زندگی پہ روشنی تو گھر سے ہی مل سکتی تھی۔ مگر میری یہ بھی بد قسمتی ہوئی کہ جب مجھے اپنے ابا جان پہ کچھ لکھنے کا خیال آیا تو اُس وقت میری بڑی بہن محترمہ آپا آمنہ بیگم صاحبہ اور آپا عائشہ صدیقہ اور بڑے بھائی صالح محمد سیال وفات پا چکے تھے۔ گویا یہ راہ بھی میں کھو چکی تھی' باقی بہن بھائی اور عزیز و اقارب جو حیات ہیں اُن سے جو میسر آیا ہے اُس خزانے کو ہدیہ قارئین کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہوں! اِس خواہش کے ساتھ کہ ایک فدائی انسان کی ہر چھوٹی و بڑی بات شاید ہمارے لئے مشعل راہ بن سکے جو ہم سب کیلئے باعثِ برکت ہو اور میرے ابا جان کیلئے بلندی درجات کا موجب ہو۔ اے اللہ تعالیٰ تو ایسا ہی فرمادے۔ آمین ۔

اب خاکسار حضرت ابا جان کی وہ زندگی جو آپ کی اصل زندگی تھی بلکہ اگر یہ کہوں کہ اُن کی زندگی کی رُوح تھی تو بے جا نہ ہوگا یہ اُن کے وہ لمحات تھے جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی پاک صحبت سے فیضیاب ہو کر اپنی زندگی کو اسلام کی روشن کرنوں سے منور کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء کرام کی پورے دِل اور پوری جان کے ساتھ تابعداری کرتے ہوئے گذارے تھے۔ یہ لمحات قابلِ ذکر اور قابلِ تقلید ہیں۔ اتنے لمبے عرصہ میں کہیں بھی کبھی بھی کوئی لغزش نہیں آئی ہمیشہ پختہ ایمان اور غیر متزلزل یقین پہ قائم رہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء' ورنہ انسان کا کیا بھروسہ ہے۔ پل میں بدل جاتا ہے۔ جوڑا ضلع قصور میں آکر شدت سے یہ احساس بھی ہوا کہ اِس اندھیرے علاقہ میں جہاں پہ آج بھی ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہوئیں ہیں۔ گوناگوں گناہوں کا بسیرا ہے [illegible] جہاں کا آج بھی روشن نہیں ہے وہاں کے ماضی کا کیا حال ہوگا۔ اس وقت جبکہ جہالت و گمراہی انتہائی عروج پہ تھی ایسے وقت میں میرا باپ کس قدر خوش بخت تھا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ

صحبت سے فیضیاب ہو کر اتنا مصفیٰ ہو گیا کہ ہزاروں انسانوں کو اِس ابدی چشمہ کی طرف لانے کا باعث بنا **الحمدلِلّٰہ**۔ گذشتہ دنوں اپنے ابا جان کے حالاتِ زندگی اکٹھے کرنے کی غرض سے ربوہ گئی ہوئی تھی وہاں پہ میری ایک عزیزہ شمیم اختر صاحبہ سے اِسی موضوع پہ گفتگو ہو رہی تھی اُس نے ایک بات کہی اور وہ بات دِل کو ایسی بھلی معلوم ہوئی ہے کہ تحریر کئے بنا رہ نہیں سکتی۔ جوڑا کے لوگوں کے حالات اور ابا جان کا کردار موضوع گفتگو تھا اور ابا جان کی جماعت کیلئے فدائیت اور مساعی کا ذکر ہو رہا تھا تو وہ بے اختیار بولیں کہ واقعی "بابا فتح محمد" ایسا تھا تو پھر وہ جوڑے میں کس طرح رہ سکتا تھا۔ انتہائی سادگی اور پیار میں ڈوبے ہوئے یہ دوبول میرے دِل کی گہرائیوں میں اُتر گئے' واقعی یہ حقیقت ہے کہ اتنی پاک فطرت کا انسان یہاں کی الائشوں میں کیسے گذارہ کر سکتا تھا۔ جو عموماً گاؤں کے رہنے والے جاہل لوگوں کا خاصا ہوتا ہے۔ گاؤں ہی نہیں اب تو شہروں کے باسی بھی بعض انتہائی غلط باتوں میں ملوث نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو راہ ہدایت پہ لائے۔ **آمین**

ہو سکتا ہے میری اتنی لمبی تمہید پڑھ کر میرے قارئین کو خیال آئے کہ کہاں ۱۹۸۹ء اور کہاں آج ۱۹۹۹ء کی یکم جنوری ہے۔ یہ اتنا لمبا عرصہ کیوں اِس کام کو شروع نہ کیا گیا سو عرض ہے کہ پہلے دو تین سال نئی جگہ' نئے مسائل اور میری اپنی ذہنی اور قلبی مجبوریاں حائل رہیں۔ پھر کینسر کی بیماری اور علاج کی وجہ سے ذہنی یکسوئی نہ رہی اور یہ نیک کام التوء میں پڑتا رہا۔ اِس التوء میں بھی میرے لئے ایک بہت بڑی برکت پوشیدہ تھی جس کا ذکر آگے چل کر کرونگی۔ گذشتہ سال میری بھتیجی عزیزی نائمہ منصور پاکستان آئیں تو اُن سے میں نے اپنی اِس دِلی خواہش کا ذکر کیا اور بات پھر آئی گئی ہوگئی۔ اب کے یعنی اکتوبر ۱۹۹۸ء میں وہ پھر آئیں۔ تو اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے اس سلسلہ میں کچھ کام کیا ہے میرے نفی کے جواب میں اس نے مجھے کہا

پھوپھو اب ضرور اِس کام کو کر لیں ورنہ اِس کے بعد یہ بالکل بھی نہیں ہو سکے گا کیونکہ ہم لوگوں کو تو اِتنا بھی علم نہیں ہے جتنا آپ لوگوں کو ہے۔ اس کی اِس بات نے مجھے مزید سوچنے پہ مجبور کیا اور اس کام کو پائیہ تکمیل تک پہنچانے کے ارادہ کو مضبوط کیا۔ سو خدا تعالیٰ کی دی ہی توفیق سے سب سے پہلے ربوہ گئی اور یہ سوچتی ہوئی گئی کہ اتنے بڑے اور اہم کام کو میں کر بھی پاؤنگی یا نہیں۔ کتنے دن یا کتنے مہینے بلکہ میرے جیسی بے کار صحت کی مالک کو ممکن ہے سال بھر یا اِس سے بھی زیادہ عرصہ لگ جائے۔ غرض اِسی کشمکش میں دعائیں کرتے ہوئے ربوہ پہنچی تو وہاں اپنی بہن عزیزہ بشریٰ سیال صاحبہ سے ذکر کیا تو انہوں نے اُسی وقت فون پر مکرم محترم ریاض باجوہ صاحب سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ آپکا مسئلہ تو حل ہو چکا ہے اور وہ اِس طرح کہ ہمارے سلسلہ احمدیہ کے ایک مربی صاحب جناب محمد صفدر نذیر صاحب گولیکی والے ہیں انہوں نے چوہدری صاحب کی زندگی پہ مقالہ تیار کیا ہوا ہے چنانچہ اُن سے محترم صفدر نذیر صاحب کا فون نمبر لیا اُن سے بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ وہ مقالہ میں نے تیار کیا ہے لیکن آپ محترم سید میر محمود احمد صاحب سے بات کر لیں۔ اگلے دِن صبح سویرے مکرم محترم جناب سید میر محمود احمد صاحب سے بات کی تو انہوں نے کمال شفقت کے ساتھ فرمایا کہ اصل مقالہ تو ہم کسی کو دیتے نہیں ہیں البتہ آپکو فوٹو اسٹیٹ کروا کر بھجوا دیں گے چنانچہ اُن کی نوازش و مہربانی اور ذاتی توجہ سے اگلے دِن تین سو ستائیس صفحات پہ مشتمل یہ مقالہ میرے ہاتھوں میں تھا۔ میں نے دو دن لگا کر پڑھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائی کہ یہ کام جو کہ میری طاقت سے باہر تھا میرے مولا نے یقیناً میری دلی خواہش دیکھتے ہوئے ربوہ میں بسنے والے ایک عظیم واقفِ زندگی مربی سلسلہ کے ذریعہ میرے لئے تیار کروا رکھا تھا۔ **الحمدلِلّٰہ ثم الحمدلِلّٰہ**

میں دل کی گہرائیوں سے مکرم و محترم سید میر محمود احمد صاحب اور مکرم و

محترم محمد صفدر نذیر صاحب گولیکی والے اور محترم ریاض احمد باجوہ اور اپنی بہن بشریٰ سیال کی مشکور ہوں اور دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ اِن سب کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطاء فرمائے آمین

محترم محمد صفدر نذیر صاحب نے بڑی محنت اور جان فشانی سے کام کیا ہوا ہے اُن کے لئے تو میرے پاس شکریہ کے لئے الفاظ ہی نہیں ہیں ہاں البتہ نیک دِلی جذبات ہیں دعا کرتی ہوں خدا تعالیٰ اُن کے ہر آڑے وقت پہ کام آئے نیکی و تقویٰ میں قدم آگے بڑھتے چلے جائیں۔ آمین ثم آمین

خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ میں اپنی کوشش سے یہ کام اِس خوش اسلوبی سے نہ کر سکوں گی جس طرح ایک مربی سلسلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھی کیا کیا نرالے ڈھنگ ہیں اپنے بندوں پہ فضل نازل فرمانے کے! میری کیفیت حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق تھی کہ

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکرو سپاس
وہ زبان لاؤں کھاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

خاندانی حسب و نسب اور قبولِ احمدیت و وقف زندگی

میں نے اپنے تایازاد بھائی محترم حبیب اللہ سیال سے دریافت کیا کہ ابا جان کے خاندان کے متعلق صحیح حالات سے آگاہ فرمائیں۔ چنانچہ وہ یوں رقم طراز ہوئے۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال ولد چوہدری نظام الدین سیال رضی اللہ عنہ موضع جوڑا تحصیل و ضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ سیال قوم راجپوت جٹ ہے اور اِن کے آباؤ اجداد ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ حضرت فرید گنج شکر کے ہاتھ پر سیال قوم کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کے دادا چوہدری غریب سیال ذیلدار تھے اور اپنے وقت کے ایک ترقی یافتہ زمیندار تھے۔ آپ کے آباواجداد تقریباً تین چار پُشت پہلے سکھ حکومت کے وقت جھنگ سے ہجرت کر کے اِس جگہ آکر رہائش پذیر ہو گئے اور اِسی حکومت سے تعاون کے نتیجہ میں معزز معاشی پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ چوہدری غریب خان ذیلدار کے تین بیٹے تھے جن میں سے حضرت چوہدری نظام الدین (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) سب سے چھوٹے تھے اور ہر لحاظ سے ایک متمول زمیندار کے چھوٹے بیٹے کی حیثیت سے بے فکر زندگی گذار رہے تھے۔ عین جوانی کے زمانے میں ہمسایہ گاؤں "کھرپڑ" کے حضرت مولوی جلال الدین صاحب کے ذریعے حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام سے روشناس ہوئے اور ان کی خوش بختی انہیں عین جوانی میں کشاں کشاں حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں لے گئی اور آپ بلا تردد ان کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوگئے۔ آپ کا گاؤں قادیان سے جنوب مغرب میں تقریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اِس زمانے میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر تھی۔ عین ممکن تھا کہ آپ کے والد اور دونوں بڑے بھائی آپ کے اِس عقیدے کی وجہ

سے آپکو تکلیف پہنچاتے مگر ہوا یوں کہ آپ کے سعید الفطرت باپ نے خود کسی طرح کی مخالفت نہ کی بلکہ اپنے دونوں بڑے بیٹوں کو تنبیہ کی کہ اِس وجہ سے نظام الدین کو کسی طرح تنگ نہ کیا جائے آپ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضری کے سلسلے میں عاشقانہ رنگ رکھتے تھے اور نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل وعیال کو مرکز حاضری کیلئے اپنے ساتھ شامل رکھتے تھے۔ آپ کے دو بیٹے جب اوپر کی جماعتوں میں داخل ہونے کے قابل ہوئے اُن میں سے بڑے حضرت چوہدری فتح محمد سیال تھے اور چھوٹے نور احمد سیال تھے آپ دونوں کو لیکر قادیان پہنچ گئے۔ اور انہیں داخل کرانے کے بعد اُس وقت موجود بزرگ ہستیوں کی خدمت میں عرض کیا کہ گورنمنٹ ہائی سکول قصور ہمارے گاؤں سے صرف آٹھ دس میل پر واقع ہے اور پڑھائی وغیرہ کیلئے بھی تسلی بخش ہے۔ لیکن میں اِن بچوں کو حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں کے نزدیک رکھ کر دینوی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم سے بھی روشناس کرانا چاہتا ہوں۔ اِس معاملے میں میری مدد فرماتے رہیں۔

آپکی اِس بابرکت نیت کو اللہ تعالیٰ نے اِس طرح شرفِ قبولیت بخشا کہ آپکے بیٹے حضرت چوہدری فتح محمد سیال کو سکول میں حضرت فضلِ عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی دوستی اور قرب حاصل رہا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ لاہور آکر کالج میں داخل ہوگئے۔ اِس زمانے میں دوسرے احمدی دوستوں کے ساتھ آپ ہر ہفتے قادیان جایا کرتے تھے۔ اُن دِنوں ہفتہ کے دِن نصف رخصت ہوتی تھی آپ پچھلے پہر امرتسر سے پٹھانکوٹ جانے والی ٹرین پکڑ کر بٹالہ پہنچتے اور وہاں سے آگے پیدل یا ٹمٹم لے کر بارہ کوس کچا راستہ طے کر کے مغرب سے پہلے قادیان پہنچ جاتے اور دوسرے دِن یعنی اِتوار کی سہ پہر کو واپسی کیلئے اِسی طرح بٹالہ پہنچ کر لاہور کی ٹرین پکڑ لیتے۔

لا جان پڑھائی کے دوران زیادہ تر وقت تواتر سے قادیان میں ہی گذارا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک اتوار کسی وجہ سے قادیان نہ جاسکے تو حضرت مسیح موعودؑ نے دریافت فرمایا کہ فتح محمد نہیں آیا جواب جب نفی میں ملا تو اُسی وقت آپکا پتہ کرنے کیلئے آدمی لاہور بھجوایا کہ جاکر پتہ کریں کہ کیا وجہ ہے۔ ایسی محبت کرنے والی شفیق ہستی سے انسان کیوں محبت نہ کرے۔

قادیان کے ایک ایسے ہی سفر کے دوران گرمیوں میں دوپہر کے وقت آپ بیت المبارک کے نزدیک ایک درزی خانہ میں لیٹے ہوئے سو رہے تھے کہ حضرت صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے اندرون خانہ سے آکر آپ کے پاؤں کا انگوٹھا ہلاکر آپکو جگایا اور فرمایا کہ "حضرت مسیح موعودؑ" گھر میں پوچھ رہے تھے کہ کیا میاں فتح محمد نے ابھی زندگی وقف نہیں کی؟ یہ سنتے ہی آپ نے اسی وقت وقف کی درخواست لکھ کر حضرت امام مہدیؑ کی خدمت میں پیش کر دی جس پر حضورؑ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا کہ وقف منظور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ ہجرت کے بعد ذیابطیس کے مریض ہونے کے باوجود اور ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت خلیفۃ الثانی کی خواہش کے احترام میں انتہائی نامساعد حالات کے باوجود دارالھجرت ربوہ کام کرنے کیلئے حاضر ہو گئے اور تادم آخیر احمدیت کا یہ فتح نصیب جرنیل ہر طرح کامیابی سے خدمت دین میں مصروف رہا۔

اللھم اغفر وارحم وانت خیر الرحمین

حضرت چوہدری نظام الدین سیال
والدِ گرامی چوہدری فتح محمد سیال

حضرت دادا جان مرحوم کے ذکر خیر کی کچھ تفصیل

ہمارے دادا جان حضرت چوہدری نظام الدین سیال بہت سعادت مند اور نیک و بزرگ انسان تھے اللہ تعالیٰ نے اوائل جوانی میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر اپنی اولاد کو وقف کرنے اور آخری دم تک احمدیت پہ قائم رہنے کی بھی توفیق پائی۔ آپ بڑے رُعب و دبدبہ والے تھے کسی کو آپ پہ تنقید کرنے کی جرأت نہ تھی۔ آپکو اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی گہرا لگاؤ اور دِلی تعلق تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ذات سے بھی بڑی محبت تھی۔ ایک دفعہ آپکے ساتھ زمینوں کی وجہ سے سکھوں کا جھگڑا ہو گیا معاملہ قتل و غارت تک پہنچ گیا دشمنوں کے بھی کچھ لوگ زخمی ہوئے اور مارے بھی گئے اِن کے اپنے لوگ بھی زخمی ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ کے خاندان کے لوگوں پہ قتل کا مقدمہ ہو گیا۔ مقدمہ ہوتے ہی آپ قادیان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات بیان کر کے دعا کیلئے عرض کیا حضور اقدس نے فرمایا کہ مجھے روز یاد کروا دیا کریں دادا جان کو چونکہ مقدمہ کی پیروی بھی کرنی تھی لہٰذا ایک دوست کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ روزانہ حضور کی خدمت اقدس میں یاد دھانی کروا دیا کریں۔ واپس آکر دیگر کاموں کے علاوہ خود بھی دعاؤں میں مشغول ہوگئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور چند دنوں بعد خواب میں دیکھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک بزرگ ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ والی سورۃ پڑھا کرو۔ آپکو اس سورۃ کا ترجمہ نہیں آتا تھا تب انہوں نے اپنے بیٹے فتح محمد کو جگایا جس کی عمر اسوقت بارہ تیرہ سال کی تھی کہ جاؤ مسجد میں مولوی صاحب کو میری خواب سنا کر تعبیر پوچھ کر آؤ۔ صبح کی اذان کا وقت تھا مولوی صاحب

نے خواب سن کر کہا کہ ترجمہ تو مجھے بھی نہیں آتا البتہ اتنا پتہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پہ اِس سورۃ کا نزول ہوا تھا۔ اِس لئے آپ لوگ بَری ہو جائیں گے۔ یہ مقدمہ پِریوی کونسل لنڈن تک گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نااُمیدی میں فتح و ظفر کے دروازے کھول دیئے تھے۔ وہ جس پہ چاہے اپنا فضل کرے۔ یہ کامیابی یقیناً حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کے طفیل نصیب ہوئی۔

ہمارے دادا جان کو بچوں کو تعلیم دلانے کا بڑا شوق تھا انہوں نے نہ صرف اپنے بیٹوں بلکہ اپنے پوتوں کو بھی تعلیم دِلانے کیلئے بڑی محنت کی۔ تعلیم کے سلسلہ میں تو اتنا خیال تھا کہ بعض دفعہ بعض عزیز کہتے کہ فلاں جگہ پہ زمین کا ٹکڑا فروخت ہو رہا ہے وہ آپ خرید لیں آپ جواب میں فرماتے کہ نہیں میرے بچے پڑھ رہے ہیں۔ بچوں کے اور پھر ان کی اولادوں کے ساتھ بھر پور شفقت کا سلوک رکھتے اگر کسی نے باہر سے آنا ہوتا چاہے بیٹا ہوتا یا بیٹی اسٹیشن پہ گھوڑی اور نوکر کو لینے کیلئے خود بھجواتے............

میری تایازاد بہن آپا نور بی بی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو سلام کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ فتح محمد کی وہ بیٹی جو مغل ماں سے ہے اُس کا کیا نام ہے میں نے اُس کیلئے دعا کرنی ہے۔ تب میں نے بتایا کہ اُس کا نام شافی ہے۔ پھر نماز پڑھنے لگ گئے۔ اللہ اللہ دیکھئے اُس بچی کو جس کو شاید ایک آدھ دفعہ ہی دیکھا ہو گا اُس کیلئے دعائیں کیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ اِسی طرح اپنی "زوجہ محترمہ" کا بہت احترام کیا کرتے نہایت عزت سے پیش آتے اور اکثر یہ فرماتے کہ میں اپنی بیوی

مرزا فتح محمد بیگ صاحب

والد محترم مرزا محمود بیگ صاحب آف پٹی جس کے نام پر آپ کا نام رکھا گیا

کی اِس لئے زیادہ قدر کرتا ہوں کہ میری ساری اولاد نیک ہے۔ یعنی اولاد کی نیکی اپنی بیوی کے پلڑے میں ڈالتے۔ یہ یاد رہے کہ یہ اُس علاقہ کے رہنے والے زمیندار شخص کے الفاظ ہیں جہاں پہ آج بھی عورت کو وہ مقام نہیں ملا جسکی وہ حق دار ہے۔ ہماری دادی جان محترمہ کا نام امام بی بی تھا اور یہاں کے بھلر خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ہماری دادی جان کے ایک بھتیجے محترم چوہدری فتح محمد صاحب بھلر نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور تھے۔

کہتے ہیں درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب باپ اور ماں دونوں نیک، خدا ترس اور محبتِ الٰہی سے سرشار ہوں وہاں چوہدری فتح محمد سیال جیسا بیٹا پیدا ہونا خدا تعالیٰ کا بڑا انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے چوہدری نظام الدین صاحب اور امام بی بی صاحبہ کو اپنے فضلوں سے نواز دیا اور اُن دونوں کی ذہنی و قلبی نیکیوں اور محبتوں کو قبول فرمایا۔ **الحمدللہ ثم الحمدللہ۔**

حضرت ابا جان کا فتح محمد نام رکھنے کا پس منظر

یہ روایت مجھ سے میری نانی جان محترمہ فضل بیگم صاحبہ مرحومہ جو رفیقہ بھی تھیں بیان کی کہ میرے نانا جان محترم حضرت مرزا محمود بیگ آف پٹی کے والد محترم کا نام نامی مرزا فتح محمد بیگ تھا۔ انہوں نے انگریزوں کے زمانہ میں سرکار کی کچھ خدمات انجام دی تھیں جس کے صلہ میں اُن کو قصور شہر سے ۷، ۸ کوس کے فاصلہ پہ لاہور جاتے ہوئے آٹھ مربعے زمین دی۔ کچھ نقد رقم دی اور کرسی نشین کا لقب بھی دیا گیا۔ اِن وجوہات کی بنا پر جناب مرزا فتح محمد بیگ صاحب کو اس علاقہ میں بڑی شہرت حاصل ہو گئی۔ اِسی اثنا میں میرے ابا جان کی پیدائش ہوئی تو ہمارے دادا جان مرحوم نے اپنے نو مولود بیٹے کا نام فتح محمد رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ میرے اِس بیٹے کو بھی ایسی ہی شہرت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نیت کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ محترم مرزا فتح محمد بیگ صاحب کو صرف قصور ضلع لاہور میں شہرت ملی تھی کیونکہ انہوں نے دنیاوی حکومت کیلئے خدمات انجام دیں تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی حکومت کی خدمات سر انجام دینے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابا جان کو ابدی صلہ دیا اور ایسی دائمی شہرت عطا فرمائی جو کبھی انشاء اللہ ماند نہیں پڑے گی اور اکناف عالم میں رہتی دنیا تک آپ کا نام زندہ رہے گا اور دنیا پر ہی بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی ہمیشہ مقرب رہیں گے۔

انشاء اللہ تعالیٰ العزیز

❀❀❀

آپکی روحانی زندگی کا آغاز

ویسے تو آپ کی روحانی زندگی کا تولد اُسی وقت شروع ہو گیا تھا جب آپ نے ۱۸۹۹ء میں موعود زمانہ کے دست مبارک پہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی مگر اصل شاندار و کامیاب زندگی کا آغاز اُس وقت شروع ہوا جب آپ نے باقاعدہ "وقف زندگی کی پہلی منظم تحریک" کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں عریضہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اِس کی تفصیل تاریخ احمدیت جلد سوم کے صفحہ نمبر 510 اور 511 پر درج ہے اور آپ کا نمبر 2 ہے نمبر 1 والے صاحب محترم شیخ تیمور صاحب بعد میں جماعت سے ہی علیحدہ ہو گئے۔ اِس طرح سب سے پہلے زندگی وقف کرنے کی سعادت آپ کو ہی حاصل ہوئی۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
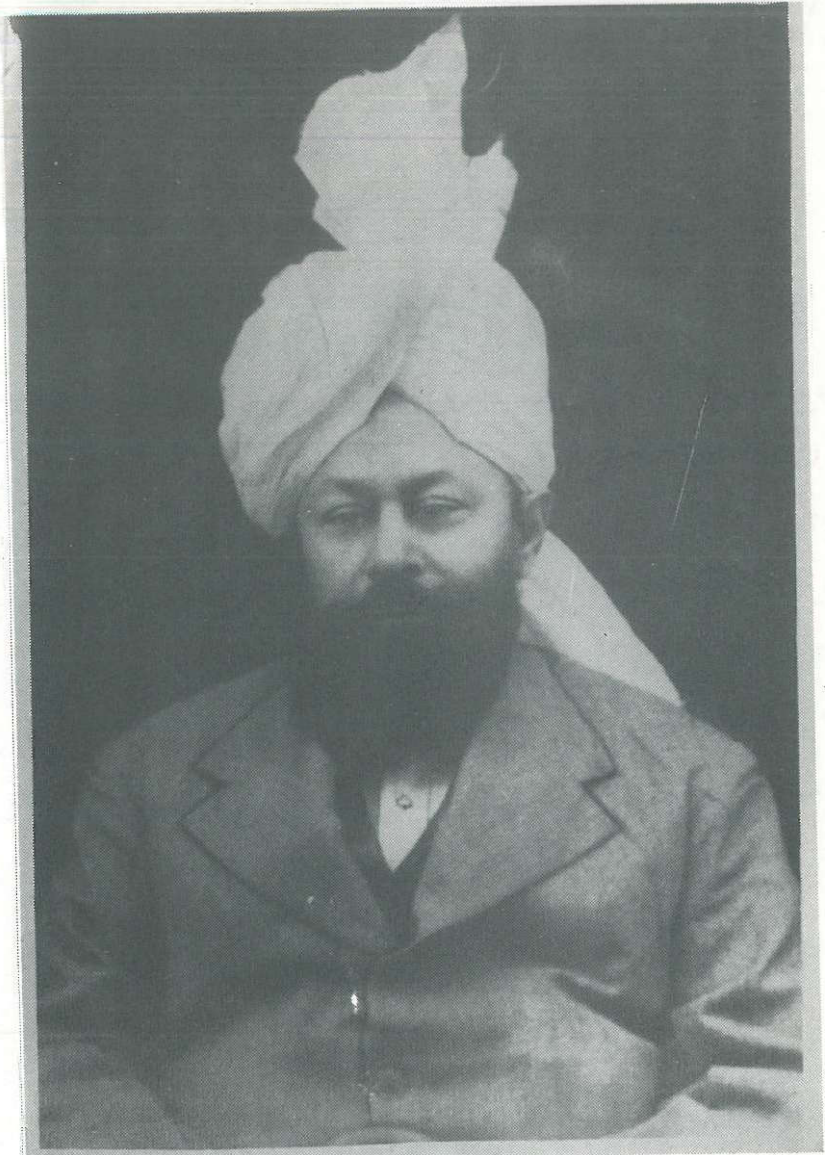
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) جن کی نظر عنایت ہمیشہ آپ پہ رہی اور جن کی تحریک پہ حضرت اباجان مرحوم نے زندگی وقف کی اور یہ اعلیٰ مقام پایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیّدی و مولانا - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

حضور بندہ کا مدت سے ارادہ تھا - کہ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دوں

بس اسکا میں نے اپنے والد صاحب سے کئی دفعہ ذکر بھی کیا - اور انہوں نے ایسا کرنے کی بندہ کو

اجازت دی ہوئی ہے - پہلے بھی اس قسم کی ایک عرضی میں نے حضور کی خدمت مبارک میں

لکھی تھی - مگر اسوقت حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا تھا

کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا - اسلئے بندہ نے توقف کیا - نہیں تو بندہ

وقف زندگی کی شرائط

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے "وقف زندگی" کی تحریک کا اعلان کرنے کے بعد میر حامد شاہ صاحب سے اس کی شرائط لکھوائیں اور کچھ اصلاح کے ساتھ اُن کو پسند فرمایا۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ "میں کوئی معاوضہ نہ لوں گا چاہے مجھے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑے میں گزارہ کروں گا اور تبلیغ کروں گا۔"[1]

ایک ضروری ہدایت حضورؑ نے یہ دی کہ واقفین کو ہر ہفتہ باقاعدگی سے اپنی رپورٹ بھجوانی ہوگی۔[2]

تحریک "وقف زندگی" کی بنیاد گو حضرت اقدسؑ ہی کے ہاتھ سے رکھی گئی۔ مگر حضورؑ کی زندگی میں اپنے نام پیش کرنے والے واقفین کو اندرون ملک یا بیرون ملک میں بغرض تبلیغ مقرر کرنے کی نوبت نہیں آسکی۔ تاہم حضور کے منشاء مبارک کی ابتدا خلافت اولیٰ کے زمانے میں ہوئی۔

1: بیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مندرجہ "الفضل" ۲۴/ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲

2: بدر ۳/ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ کالم ۳

تبلیغ حق کیلئے لنڈن جانے اور وہاں جا کر جن مشکلات کا آپ کو سامنا کرنا پڑا اور پھر جس طرح آپ کامیاب و کامران لوٹے یہ سب آپ کو مندرجہ ذیل مضمون میں ملے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی عظیم الشان خلافت کے آغاز سے پہلے ہی حضرت ابا جان کا آپ سے بے تکلفانہ تعلق تھا۔ جو خلافت کے بعد عاشقانہ رنگ اختیار کر گیا اور حضور کی گہری نظر فراست تھی کہ اُس فتح نصیب جرنیل نے آپ کی صلاحیتوں سے ایسا فائدہ اٹھایا جو تاریخ احمدیت کو ایک زندہ باب عطا کر گیا۔ سلسلہ سے اور خلافت سے محبت اور عملی قربانی کی ایک جھلک کیلئے ابا جان کا ایک مضمون پیش خدمت ہے۔
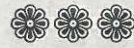
قادیان سے ووکنگ مشن تک

از قلم حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال مؤسس احمدیہ مشن لندن

یہ قیمتی مقالہ خالد کے "خلافت نمبر" کیلئے موصول ہوا تھا۔ معذرت کیساتھ زیر نظر شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے............ (ادارہ)

میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں حضورؑ کے حکم کے مطابق اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کی تھی۔ واقفین کے نام ایک رجسٹر میں درج تھے جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تحویل میں تھا۔ اب معلوم نہیں کہ وہ رجسٹر کہاں ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ زندگی وقف کا طریق پُرانا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا جاری اور بناء کردہ ہے۔

میں نے ۱۹۱۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی-اے کی ڈگری حاصل کی اور ایم-اے کی ڈگری کے لئے میں علی گڑھ چلا گیا اور ۱۹۱۲ء میں عربی میں ایم-اے کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۱۲ء میں قادیان واپس آ کر اپنے وقف کے عہد کے مطابق مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہؤا کیونکہ اس وقت وہ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے اور کرتا دھرتا وہی تھے۔ میرے عرض کرنے پر مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا۔ عیسائی مشنریوں کی طرح ہم کوئی مشن مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ میں نے عرض کیا کہ کسی غیر ملک میں کام کی تجویز مد نظر نہیں ہے تو آپ مجھے کوئی خدمت قادیان میں ہی دیدیں۔ مثلاً ریویو آف ریلیجنز کے لئے آپ کو اسسٹنٹ ایڈیٹر کی ضرورت ہو گی۔ آپ کو جماعت کے انتظامی امور میں وقت دینا پڑتا ہے اس طرح آپ کی مدد ہو جائیگی۔ مولوی صاحب نے فرمایا مجھے ضرورت نہیں آپ باہر جا کر کوئی سرکاری ملازمت کر لیں۔

بحوالہ ماہنامہ خالد نومبر ۱۹۸۲ء

اُس وقت تک مجھے خلافت کے متعلق اختلاف کا کوئی علم نہ تھا۔ میں نے اس کوشش میں کہ قادیان میں رہ جاؤں............ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ صدر انجمن احمدیہ مجھ سے کوئی کام لینے کیلئے تیار نہیں ہے اور میں ابھی یہاں سے جانا پسند نہیں کرتا۔ میرے گذارہ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو میں قادیان میں ٹھہر جاؤں اور بوقت ضرورت سلسلہ کیلئے اپنی خدمات پیش کر دوں۔ اُس زمانہ میں تعلیم کا انتظام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے سپرد تھا۔ حضور نے مجھے چھٹی جماعت میں انگریزی ٹیچر کے طور پر مقرر فرمادیا۔ تنخواہ غالباً ۳۰ یا ۳۵ روپے تھی۔ اور میں نے کام کرنا شروع کر دیا۔

اس تقرری کے چند ماہ کے اندر اندر حضرت خلیفہ اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے ایک دن درس میں فرمایا کہ ہمیں لنڈن مشن میں ایک مبلغ کی ضرورت ہے۔ کوئی مناسب دوست جانے کیلئے تیار ہوں تو اپنا نام دیں اور پھر شکایت کے طور پر فرمایا کہ میں کئی ماہ سے مناسب آدمی کی تلاش میں ہوں۔ چند آدمیوں کو کہا ہے انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں میری آنکھوں میں آشوب تھا۔ اور میں لمبے سفر پر جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اسلئے میں حضرت مولوی محمدؐ دین صاحب کے مکان پر گیا اور ان کو کہا کہ آپ اپنا نام کیوں نہیں دیتے۔ جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح متعدد بار پبلک میں مطالبہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کی رائے میرے خلاف ہے وہ کوئی اپنا آدمی بھجوانا چاہتے ہیں۔ اسلئے اگر میں نے کہا بھی تو مولوی محمد علی صاحب کوئی ایسی ترکیب کریں گے جس سے حضرت خلیفۃ المسیح مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ تو شیطانی خیال ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو۔ آپ نیک نیتی سے اپنے آپ کو پیش کر دیں۔ اس کو منظور کرنا یا نہ کرنا ان کے اختیار میں ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر مل جائے گا۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو آپ اپنے آپ کو پیش

کیوں نہیں کر دیتے۔ میں نے کہا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے اور بیمار ہوں مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بھی شیطانی خیال ہے۔ آپ پیش کر دیں۔ آپ صحت کے لحاظ سے کام کے قابل ہیں یا نہیں یہ فیصلہ کرنا حضرت صاحب کے اختیار میں ہے۔ مجھے یہ جواب معقول معلوم ہؤا تو میں نے کہا کہ بہت بہتر آپ بھی لکھ دیں اور میں بھی لکھ دیتا ہوں۔ اسی وقت ہم دونوں نے لنڈن جانے کیلئے پیشکش کر دی۔ درس کے وقت مولوی محمد علی صاحب اور میں دونوں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے قریب ہی بیٹھے تھے تو حضور نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ تو کہتے تھے کوئی نوجوان جانے کیلئے تیار نہیں ہے میرے پاس تو بجائے ایک کے دو نوجوانوں کے خط آگئے اور پھر میرا اور مولوی محمد دین صاحب کا نام لیا۔ مولوی محمد علی صاحب نے مجھے کہا کہ آپ دونوں صاحب کل فلاں وقت میرے مکان پر آجائیں۔ ہم مقررہ وقت پر دونوں حاضر ہو گئے تو اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے ایک لمبی تقریر فرمائی کہ مسلمانوں کے تمام کام خراب ہو رہے ہیں۔ کیونکہ دُور اندیشی سے کام نہیں لیا جاتا۔ میری رائے میں اگر آپ لنڈن جائیں تو ایک صد روپیہ ماہوار فی کس آپ کے اہل و عیال کو ملنا چاہیے۔ یہ دو صد ماہوار ہؤا۔ اور ۳ صد روپیہ ماہوار لنڈن کی خوراک پر خرچ ہوگا۔ تو یہ بھی ۶ صد روپیہ ماہوار ہؤا۔ یہ فی کس ۹۶۰۰ روپیہ سالانہ ہوتا ہے اور کم از کم ۲ ہزار روپیہ آنے کا خرچ بھی ہوگا۔ اس طرح یہ خرچ ۱۱۶۰۰ روپیہ فی کس ہو جاتا ہے۔ اس سارے وقت میں ہماری طرف سے کسی مقررہ رقم کا مطالبہ پیش نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ واقف زندگی کیلئے یہ بات درست نہ تھی اور سفر خرچ اور لنڈن کے خرچ خوراک کے متعلق چونکہ مجھے علم نہیں تھا اسلئے میں خاموش رہا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہؤا تھا کہ میں اپنے اہل و عیال کیلئے کوئی مطالبہ نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی بعد میں میں نے کیا۔ اس پر ہم واپس آگئے۔

"دوسرے دن نو بجے کے قریب میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت

میں حاضر ہؤا تو حضور نے فرمایا کہ مولوی محمد علی نے کہا ھے کہ تم دونوں نے دس دس ہزار روپے کی پیشگی کا مطالبہ کیا ھے. میرے پاس اتنی رقم کہاں ھے. مَیں نے عرض کیا حضور ! ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ھے. یہ تجویز مولوی محمد علی صاحب کی اپنی تھی. اس پر حضور نے فرمایا "یا تم جھوٹ بولتے ہو یا مولوی محمد علی جھوٹ بولتا ھے"

اِس پر میں خاموش ہوگیا اور مولوی محمدؐ دین صاحب کو جاکر واقعہ کی اطلاع کر دی۔ اس پر مولوی صاحب مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور مجھے کہا کہ تمہاری ضد نے ہم دونوں کو ذلیل کیا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب امور کو الٹ پلٹ کرنا خوب جانتے ہیں میں نے کہا کہ اس بات کا جواب اب باتوں کے دروغ وراست سے نہیں ہو سکتا۔ اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ ہم لنڈن پہنچ جائیں۔ کسی طرف سے مدد ہو یا نہ ہو اسکی پرواہ نہ کی جائے۔ مولوی محمد دین صاحب نے کہا آپ جائیں میں اِن حالات کے ماتحت نہیں جا سکتا۔ میں وہاں سے اسی نیت اور ارادہ سے چلا آیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور دُعا بھی کی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کی تلاش میں نکلا۔ حضور مجھے بیت المبارک کی چھتی ہوئی گلی میں بیت المبارک کی اندرونی سیڑھیوں کے پاس مل گئے۔ ان سے میں نے سارا واقعہ بیان کیا اور انہوں نے فرمایا کہ انصار اللہ کا چندہ جو غیر ممالک میں تبلیغ کیلئے جمع ہے وہ میں تم کو دیتا ہوں۔ لیکن میرا اس طرح خود دینا درست نہیں ہے۔ تبرک اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ میں رقم ابھی حضرت خلیفۃ المسیح (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کو بھجوا دیتا ہوں اور حضور اپنے ہاتھ سے آپ کو رقم ادا فرمائیں۔ میں رقم بھجواتا ہوں تم وہاں مطب میں جاکر انتظار کرو۔ چنانچہ میں خوش خوش جاکر حضور کی خدمت میں حاضر ہؤا اور روپے کے آنے کا انتظار بھی نہ کیا اور عرض کیا کہ حضور میں لنڈن جا رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ کرایہ کا کیا انتظام کیا۔ میں ابھی

عرض کر ہی رہا تھا کہ ایک خادم رقعہ اور رقم لے کر حاضر ہؤا۔ جو ایک رومال میں بند تھی۔ یہ پانصد اور کچھ روپے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے وہ رقم بڑی خوشی سے مجھے دی اور مجلس میں چرچا ہو گیا کہ میں پانصد روپے لیکر لنڈن جا رہا ہوں۔ تو وہاں حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ۱۲۵ روپے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں میرے لئے پیش کر دیئے اور اس طرح یہ قریباً ۶۷۵ روپے کے قریب رقم ہوگئی اور بعض لوگوں نے ایک ایک یا دو دو روپے دیئے سوائے شیخ نور محمدؐ کے۔ لیکن یہ رقوم اتنی قلیل تھیں کہ رقم پورے ۷۰۰ تک نہ پہنچی۔ حضور نے وہ تمام رقم اسی وقت مجھے دے دی۔

قرآن شریف کے درس کے وقت ہم پھر جمع ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے مولوی محمد علی صاحب کو پھر مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ تو کہتے تھے فتح محمد دس ہزار روپیہ مانگتا ہے اب یہ چند صد روپیہ لے کر روانہ ہو رہا ہے۔ مطلب صاف تھا کہ عملی رنگ میں آپ کی رپورٹ غلط ثابت ہوگئی ہے۔ حضور اپنے اس قول کی طرف اشارہ فرما رہے تھے "یا تم جھوٹ بولتے ہو یا مولوی محمد علی جھوٹ بولتا ہے۔" اس کے بعد حضور نے فرمایا "تم بھی کچھ دیدو۔ اور ثواب میں شامل ہو جاؤ۔" انہوں نے اپنے خاص انداز میں مسکرا کر کہا کہ میں بھی صدر انجمن کی طرف سے کچھ دیدوں گا اور مجھے صبح دفتر میں آنے کیلئے کہا۔ میں حاضر ہؤا اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت میر صاحب نے ۱۲۵ روپے دیئے ہیں انہوں نے مجھے باخذ رسید ۱۲۵ روپے دیئے۔ میرا خیال تھا کہ کم از کم پانصد کی رقم دیں گے۔ تاکہ انصار اللہ کے عطیہ کے برابر ہو جائے۔ لیکن مولوی صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب جماعت سے چندہ کرتے ہیں اور صدر انجمن احمدیہ بھی جماعت سے چندہ کرتی ہے۔ اس شق میں ہم دونو برابر ہیں۔ اسلئے میں ۱۲۵ روپے دوں گا۔ صوفیا کی سنت کے مطابق میں نے وہ رقم قبول کر لی۔ میں نے کوئی نئے کپڑے نہیں بنوائے۔

ڈیڑھ صد روپیہ کی کتب خرید لیں۔ جن میں بخاری شریف اور صحیح مسلم شامل تھیں اور تھرڈ کلاس میں سوار ہو کر بمبئی پہنچ گیا اور سیٹھ محمد اسماعیل صاحب کی مدد سے ایک اٹالین کی ڈیک پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جولائی ۱۹۱۳ء میں لنڈن پہنچ گیا۔ مکرم خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ ۴ یا ۵ دن کے بعد واپس آئے اور میرے سامنے ہندوستان سے آئی ہوئی ڈاک پڑھنی شروع کر دی۔ ایک خط بہت غور سے پڑھا اور مجھے کہا کہ یہ خط مولوی محمد علی صاحب کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تم میاں محمود احمدؓ صاحب کے خاص آدمی ہو اور کہ انہوں نے تم کو میری جاسوسی کرنے کیلئے بھجا ہے۔ یہ کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ یہ بات غلط ہے اور بالکل غلط الزام ہے آپ بے فکر رہیں۔ میں آپ کی مدد کیلئے اور تبلیغ اسلام کیلئے آیا ہوں۔ مجھے میری درخواست پر حضرت میاں صاحب نے رقم دی اور اس کی وجہ بھی مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے متعدد دفعہ صاف انکار تھا۔ اگر صدر انجمن کی طرف سے ایک ہزار بھی مل جاتا تو مجھے ایسی ضرورت پیش نہ آتی۔

ضمنی طور پر میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میری خوش دامن حفصہ بنت حضرت مولوی نور الدین خلیفہ اول اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب نے مجھے کہہ دیا تھا کہ تمہاری بیوی اور بچی کے تمام اخراجات کے متعلق ہم خود کفیل ہوں گے اور میں نے اپنی بیوی حاجرہ بیگم کو کہہ دیا تھا کہ کسی کی امداد نہیں لینی اور اگر کوئی پیش بھی کرے تو انکار کر دینا۔ دوسرا مجھے اس زمانہ میں دو مبشر خواب آئے۔ **اوّل** یہ تھا کہ میں ہندوستان سے ایک جہاز پر سوار ہؤا ہوں اور میرے ساتھ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم ہیں اور ہم دونوں مختلف ممالک کی سیر کرنے کے بعد پھر بخیریت واپس ہندوستان آگئے ہیں۔ چونکہ تعبیر نام سے ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ شدید خطرات کے باوجود میں انشاء اللہ زندہ واپس قادیان پہنچ جاؤں گا۔

دوسرا خواب یہ تھا کہ میں ایک کشتی پر سوار ہوں اور ساحل انگلستان پر اُترا ہوں اور ساحل سے اونچی جگہ پر گیا ہوں تو تمام انگلستان میں سخت زلزلہ آیا ہے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے اور خسف فی الارض سے بہت مخلوق ہلاک ہوگئی۔ مجھ پر سخت دہشت طاری ہوتی ہے اور سخت حیرت اور وحشت کی حالت میں دل میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ کیا معاملہ ہے؟ تو مجھ پر القاء ہوتا ہے کہ صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو یا تو خود مسلمان ہو جائیں گے یا ان کی اولاد مسلمان ہونے والی ہے۔

اس جملہ معترضہ کے بعد میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم جلد ووکنگ چلے گئے اور میں نے حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں مولوی محمد علی صاحب کے خط کے متعلق لکھ دیا کہ انہوں نے خواجہ صاحب کو ایسا خط لکھا ہے۔ اس کا مجھے حضور کی طرف سے جواب آیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایسے خط کی تحریر کی نسبت قطعی طور پر انکار کرتے ہیں۔ میں نے وہ خط خواجہ صاحب کو دکھلا دیا اور حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں بھی لکھ دیا کہ میں نے خط پڑھا تو نہیں۔ جو خواجہ صاحب نے فرمایا تھا وہ میں نے حضور کی خدمت میں لکھ دیا تھا۔ اب یہ دونوں صاحب آپس میں فیصلہ کر لیں۔

ووکنگ میں جو واقعات ہوئے وہ متعدد دفعہ پریس میں آچکے ہیں۔ ووکنگ میں خواجہ صاحب مرحوم نے مجھے سختی سے منع کر دیا کہ تبلیغ کے وقت یا عام گفتگو میں حضرت مسیح موعودؑ کا نام ہر گز نہیں لینا۔ اس اختلاف کی بناء پر ووکنگ سے نوکسٹن چلا گیا اور وہاں جا کر حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں لکھا کہ ان حالات کے ماتحت کیا کیا جائے۔ حضور کا حکم ملا فوراً ووکنگ واپس چلے آؤ۔ اور تبلیغ میں جب موقع آئے تو حضورؑ کا نام ضرور لیں۔ تبلیغ کیلئے میں نے آپ کو بھجا ہے باقی امور میں آپ خواجہ صاحب کی اطاعت کریں کیونکہ وہ امیر ہیں۔ اس پر میں پھر ووکنگ واپس آ گیا اور

حضرت خلیفہ اوّل کے حسب منشاء تبلیغ کرتا رہا۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے منشاء کے خلاف پبلک کیلئے میں نے ہی مسجد ووکنگ کا افتتاح کیا اور سب سے پہلا پبلک لیکچر مسجد ووکنگ میں میں نے دیا۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات ہوئی اور بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کی تار مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے آئی تو میں نے وہ خواجہ صاحب کو دکھلائی تو خواجہ صاحب نے کہا کہ جماعت میں اختلاف ہوا ہے۔ اگر جماعت کے اتفاق سے بیعت ہوتی تو تار میرے نام ہوتا اور غالباً مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے ہوتا۔

میں نے منذر خواب دیکھا تھا کہ میں ایک پہاڑ پر چڑھ رہا ہوں تو نصف منزل پر جاکر ایک دلدل آگئی ہے اور میں اس میں پھنس گیا ہوں اور دلدل نے مجھے نیچے جذب کرنا اور کھینچنا شروع کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ میں ناف تک دلدل میں دھنس گیا ہوں اور اتنے میں اُوپر سے ایک وزنی پتھر آیا ہے جو میرے سر پر پڑا ہے اور میں دلدل میں بالکل غرق ہوگیا ہوں۔ اس دہشت میں ڈر کر بیدار ہوگیا اور میں نے ابھی نیچے آکر قرآن مجید سے فال نکالی ہے تو یہ آیت نکلی ہے ومتی یحی العظام وھی رمیم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ میرا انجام بخیر ہوگا۔ فال کا معاملہ تو مشتبہ ہے لیکن مری رائے خوب صاف تھی۔ پہاڑ پر چڑھنا روحانی ترقی کی طرف اشارہ ہے۔ جب خواجہ صاحب نے خلافت کا انکار کیا تو ترقی رُک گئی۔ جڑھ بند ہوگئی۔ اس زمانہ میں مجھے بھی بیداری میں صبح کے وقت ایک کشف ہوا۔ غلام حسین صاحب بن محمد یوسف صاحب ساکن مد میرے دوست اور کلاس فیلو تھے۔ ان کو میں نے دیکھا کہ وہ میرے سامنے کھڑے ہیں اور چار دفعہ اللہ اکبر کہتے ہیں اور بازو بلند کر کے انگلی سے اشارہ کرتے ہیں کہ پشاور سے لے کر مدارس تک سب بیعت کریں گے۔ یہ خواب

میں نے خواجہ صاحب کو سنا دیا تھا۔ اس کے بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کے حکم کے ماتحت لنڈن چلاگیا۔ وہاں جا کر علیحدہ احمدیہ مشن قائم کیا۔ اس سے قبل مکرم خواجہ صاحب مرحوم مجھے کہہ چکے تھے تم ہندوستان چلے جاؤ۔ ہم مل کر کام نہیں کر سکتے۔ واپسی کا کرایہ میں ادا کر دیتا ہوں۔ تمہارے والد میرے دوست ہیں میں بعد میں اُن سے رقم وصول کر لوں گا۔

میری رائے میں خواجہ صاحب مرحوم سے جو غلطی ہوئی اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ خلافت سے تعلق نہیں تھا۔ اسلئے مسجد ووکنگ کے حصول کیلئے انکو زبانی یا تحریری مسجد کمیٹی لنڈن کو وعدہ دینا پڑا کہ وہ اپنی تبلیغ میں فرقہ وارانہ امور کا ذکر نہیں کریں گے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ احمدیت کا ذکر نہیں کریں گے۔ میں نے اتنی زمین اور اس سے بڑا چار منزلہ مکان فری ہولڈ؟ میں ۲۲۰۰ پونڈ میں خریدا اور اللہ تعالیٰ نے بعد میں بیت بنانے کی توفیق بھی عطاء کی لیکن اہل پیغام کا مشن اُبھی تک مستعار مسجد میں ہے اور کمیٹی ووکنگ جس وقت چاہے یہ مسجد اُن سے واپس لے سکتی ہے اور اپنے معاہدہ کے ماتحت وہ حضرت مسیح موعودؑ کو اس جگہ بحیثیت مجدد بھی پیش نہیں کر سکتے۔ جو ان کا اپنا مذہب ہے اور نہ انہوں نے کبھی کہا ہے۔ (حضرت یعقوبؑ کے بھائی کی طرح دال کی ایک ہانڈی کے بدلہ نبوت فروخت کر دی تھی۔) اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ ❁

۲- نومبر ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی

سیدی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

الحمد للہ کہ آج ڈاک میں حضور کی طرف سے ایک خط ملا ہے ۔ اخبار
ٹائمز آف انڈیا کا بیان کہ خلافت اسلامیہ حضور کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں ۔ دیکھنے کے
مطالعہ کے لیے آیا ۔ مضمون لکھ کر حضور کی خدمت میں روانہ کر دوں گا ۔ اگر مناسب
سمجھا جائے ۔ تو چھپوا دیا جائے ۔ میرے خیال میں یہاں اسلام اور احمدیت کی
تبلیغ میں صرف ایک ہی مشکل ہے وہ یہ کہ ان لوگوں تک [illegible] پیغام
پہنچانا ہے ۔ کتابوں اور رسالوں سے نہیں ہو سکتا ۔ یہ لوگ عیسائیت سے قریباً کنارہ کش
ہو چکے ہیں ۔ اب اور مذاہب کی تبلیغ کا دروازہ بھی مشکل ہے ۔ اس لیے اسلام کے
لیے بہت موقع ہے ۔ یہاں اسلام پھیلانے کے لیے جو کچھ کیا یا
لکھا جائے اس میں عیسائیت پر حملہ کرنے کی ضرورت نہیں
کیونکہ عیسائیت عملی رنگ میں یہاں بالکل مٹ چکی ہے ۔ ہاں جب اسلام کو
ایک حد تک کامیابی ہو جائے گی تو پھر یہاں کے چرچ کی طرف سے مخالفت

North Brook Society
21 Cromwell Rd
South Kensington
London W.

7. 1. 1915

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ اللہ

سیدی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

یہ ہفتہ خیریت سے گذرا۔ مسٹر شلڈریک کل رات یہاں تھا۔
میں نے اُس کی باتوں سے یہ نتیجہ نکالا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مسلمان
ہوجاویگا۔

۱۰ جنوری بروز اتوار پورٹسمتھ میں میں لیکچر دیا ہے۔
۱۸ تاریخ کو سربٹن میں اور ۲۲ جنوری کو Southend
میں۔ ان لیکچروں کا کیا اثر ہوتا ہے؟ یہ تو اللہ تعالیٰ
کو ہی معلوم ہے۔ لیکن اگر ہمارے پاس چھوٹی چھوٹی
کتابیں ہوں تو انگریز لوگوں میں بہت اچھا موقع ہے۔

ملف خط لاہور کے ذریعہ سے بھیجو

اس خط کے ساتھ میں دو یونیٹیرین عیسائیوں کی خط روانہ خدمت کرتا ہوں۔
ان لوگوں نے مجھے اپنے رسالجات اور کتابیں بھیجی ہیں۔ میں نے اس کے بدلہ میں
ان میں سے ایک صاحب کو The Teachings of Islam روانہ کی تھی۔
اس کے جواب میں اُس نے شکریہ کا خط لکھا ہے اور لکھا ہے کہ میں شوق سے اس کتاب
کو پڑھوں گا۔

میری صحت اچھی ہے۔ آنکھوں کو بھی آرام ہے۔ حضور سے اور دیگر بھائیوں
سے دعا کی التجا کرتا ہوں۔ والسلام

خاکسار
فتح محمد

نیز میرا یہ ارادہ ہے کہ مقبول فزیکل لائبریری بن گیا

اس کے لیے ریڈر بڑھ گئے ہیں اور اس ریویو کا ایک پرچہ

مفت بھیجا جاتا ہے جبکہ لٹریری گروپ کے ممبر

رہنے کا وعدہ کر لیا۔ اس لیے میں نے دریافت کیا تھا

کہ ریویو کے پرچے کتنی تعداد میں مفت مہیا کیا

تقسیم ہو سکتے ہیں، تاکہ اس تعداد کے لحاظ سے

انتظام کیا جاتا۔ کیونکہ اب ۶ ماہ گذر گئے ہیں ابھی تک

جواب ابھی تک نہیں ملا۔ چونکہ برطانیہ کی پبلک لائبریریوں

میں ہزاروں لوگوں کی ریڈنگ روم اور عقلیت پسند لوگوں

کے ریڈنگ روم میں ~~...~~ یہ خیال ہے کہ اس سب جگہوں

پر یہ پرچہ مفت جانا چاہیے۔ اور کل تعداد

سپلائی ان تک پہنچنی چاہیے۔

یہاں میرے ساتھ کام کرنے کے لیے صرف ایک شخص

خیال میں آیا ہے۔ ابھی ایک پارٹ کلینی دریافت کرنے پر

معلوم ہوا ہے کہ ۸ اور ۱۰ پونڈ ماہوار کے درمیان رقم ہوگی۔

ان لوگوں اور اپنے لوگوں میں اتنا فرق ہے جتنا کہ

گھر کے اور بازار کے پکے ہوئے کھانا میں ہوتا ہے۔

اگر حضور پسند فرمائیں تو اس کے ساتھ خط و کتابت

کی جائے۔ ابھی تک میں نے اس کے ساتھ براہ راست

گفتگو نہیں کی۔ آدمی ہوشیار ہے اور خوب لکھ سکتا ہے۔

یہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ حضور کے سامنے میں تلی ہوئی

مچھلیوں کا ایک تھال پیش کیا۔ اور حضور نے اس کو

ایک نظر دیکھ کر فرمایا۔ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ میری اپنی پکی ہوئی

نہیں بلکہ بازار سے خرید کر لایا ہوا۔ حضور فرماتے ہیں کہ

۳۔ سید امیر علی شاہ صاحب انسپکٹر جلال آباد

۴۔ حکیم [illegible] نور محمد صاحب لاہوری مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور

۵۔ شیخ عبدالرحیم نو مسلم سابق جگت سنگھ ۔

۶۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور [1]

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اہم امور کیلئے جن احباب کو کام پر بھیجتے ان میں چوہدری صاحب موصوف بھی شامل ہوتے اس کی مزید شہادت ذیل کی روایات سے بھی ملتی ہے ۔

۔ بابا [illegible] صاحب اپنی کتاب "گوروہرسہائے تا قرآن شریف" میں لکھتے ہیں ۔

جن دنوں جماعت احمدیہ کا وفد گوروہرسہائے ضلع فیروزپور گیا تھا ۔ آپ (چوہدری صاحب) گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پا رہے تھے ۔ آپ بھی اس وفد میں شامل ہو کر گوروہرسہائے گئے اس سلسلہ میں چوہدری صاحب موصوف نے جو حلفیہ شہادت دی وہ یہ ہے ۔

۱۹۰۸ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وفد گوروہرسہائے حضرت بابا نانک صاحب کے تبرکات دیکھنے کیلئے بھیجا تھا ۔ میں ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں طالب علم تھا ۔ اور بی اے میں پڑھتا تھا ۔ میں بھی اس وفد میں شامل ہو کر گوروہرسہائے گیا تھا وہاں ہم نے تبرکات دیگر کے علاوہ ایک کتاب جو قلمی تھی ۔ جو حدیث میں

---

[1] چشمہ معرفت ص 353 ایڈیشن اول ص 338

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی اپنے ایک بیرون ملک جانے والے مبلغ اسلام کو زریں ہدایات جس میں ابا جان کا تذکرہ بھی ہے

مکرم و محترم حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب ۱۹۱۵ء میں لندن تشریف لے جارہے تھے تو حضور اقدس نے آپکو بہت سی مفید نصائح سے نوازا اور اپنے قلم مبارک سے جو نصائح تحریر فرمائیں۔ ان میں بہت سی مفید باتوں کے علاوہ یہ بھی تحریر تھا کہ چوہدری صاحب (فتح محمد سیال) کے کہنے کے مطابق عمل کریں وہ آپکے امیر ہوں گے۔ جب تک وہاں رہیں ان کی باتوں کو قبول کریں۔ جہاں تک اسلام آپکو اجازت دیتا ہے محبت سے انکا ساتھ دیں۔ اُن کے راستہ میں روک نہ ثابت ہوں بلکہ اُن کا ہاتھ بٹائیں۔ تحریر کا کام آپ کریں تا اُن کی آنکھوں کو آرام ملے آپ دونوں کی محبت دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران ہوں۔

(ماخوذ از رسالہ خالد اپریل ۱۹۵۷ء)

❀❀❀

دو اہم واقعات

جناب مکرم و محترم دوست محمد صاحب شاہد مورخ جماعت احمدیہ

اول :-

خاکسار قادیان دارالامان میں مدرسہ احمدیہ کی تعلیم کے دوران کچھ عرصہ محلہ دارالفتوح میں بھی قیام پذیر رہا۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق خاص حضرت قاضی عبد الرحیم صاحب قدیم سرکاری سکول کے احاطہ میں تشریف فرما تھے اور خاکسار بھی اُن کی خدمت میں حاضر تھا۔ دوران گفتگو حضرت قاضی صاحب نے عہد خلافت ثانیہ کے آغاز کا ایک ایمان افروز واقعہ سنایا جُس کی تفصیل میں اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔

"آپ نے فرمایا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خلیفہ ہوئے تو چوہدری فتح محمد صاحب سیال، چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب تینوں انگلستان میں تھے۔ خواجہ صاحب نے تو فوراً مولوی محمد علی صاحب سے وابستگی کا اعلان کر دیا مگر دوسرے حضرات کی طرف سے کئی روز گذرنے کے باوجود کوئی اطلاع مرکز میں نہ پہنچی۔ جس پر حضور کو بہت تشویش تھی اور ایک مجلس میں آپ نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔"

ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح کسی نماز کے وقت بیت المبارک میں تشریف لائے اور نہایت درجہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی کہ دونوں کی طرف سے بیعت کے خطوط پہنچ گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا "خدا نے فتح و ظفر

ہمیں عطا کر دیئے اور کمال یعنی چالاکی پیغامیوں کو دے دی۔"

دوئم :-

جلسہ سالانہ ربوہ 1957ء نصرت گرلز ہائی سکول کے احاطہ میں منعقد ہوا جس میں شمع احمدیت کے قریباً ستر ہزار پروانوں نے شرکت فرمائی۔ جلسہ کے پہلے روز 26/دسمبر کو تیسرا اجلاس بوقت شب ہوا جس کی صدارت کے فرائض حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم - اے (بانی احمدیہ مشن انگلستان) نے سر انجام دیئے۔

اجلاس میں حسب ذیل مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا

1 - مولانا غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ
(اسلام میں نکاح اور اس کا فلسفہ)

2 - مکرم ملک عزیز احمد صاحب مجاہد انڈونیشیا (انڈونیشیا میں جماعت احمدی کی مساعی)

3 - مکرم بشیر احمدی صاحب آرچرڈ (جزائر غرب میں تبلیغ اسلام)

4 - خاکسار دوست محمد شاہد (موضوع "جماعت اسلامی پر تبصرہ")

(الفضل 20/دسمبر 1957ء صفحہ 8)

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے اپنے دلچسپ جامع اور ایمان افروز صدارتی خطاب میں فرمایا کہ یہ برصغیر عرصہ تک غلام رہا ہے اور یہ غلامانہ ذہنیت اب بھی قائم ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس خطہ کے لوگ اب بھی اس چیز کو ترجیح دیتے ہیں کہ اور زیادہ پسند کرتے ہیں جس پر کسی غیر ملک کا ٹھپہ ہو خواہ وہ ہمارے ہاں ہی بنائی گئی ہو۔ اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کے باشندوں میں ہماری کوششوں کے باوجود احمدیت کی طرف کوئی زبردست رجحان پیدا نہیں ہو سکا البتہ مجھے یقین ہے جب یورپ، امریکہ، روس، چین وغیرہ ممالک میں احمدیت کثرت سے پھیلے گی اور ان ممالک

کے احمدی مبلغ پیغام احمدیت پہنچانے کیلئے یہاں پہنچیں گے تو ہمارے اہل وطن کی بھی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ اس یقین سے لبریز ہو جائیں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ واقعی خدا کے سچے مامور ہیں اور احمدیت خدا کی قائم کردہ تحریک ہے اور پھر وہ جوق درجوق جماعت احمدیہ میں شامل ہونا شروع ہو جائیں گے اور اذا جاء نصر اللہ والفتح کا نظارہ یہاں بھی نظر آنے لگے گا۔ انشاء اللہ

(ممکن ہے الفاظ میں کچھ کمی بیشی ہو مگر مفہوم یقیناً یہی تھا)

والسلام

دوست محمد شاہد

مورخ احمدیت

۱۸۹۹ء کے اہم واقعات کا ذکر کرتے ہوئے محترم دوست محمد صاحب شاہد نے حضرت ابا جان کا اتنے اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ میری روح اپنے مولا حقیقی کی درگاہ میں سجدہ ریز ہوگئی ہے۔ یہ بھی ایک حسین اتفاق ہے کہ ۱۸۹۹ء میں میرے دادا جان نے احمدیت قبول کی تو اپنے بیٹے کو بھی اس سعادت میں شامل فرما کر ہم آنے والی نسلوں کو بار آور فرمایا۔

چنانچہ روزنامہ الفضل کے سالانہ نمبر دسمبر ۱۹۹۸ء کے پرچہ میں ۱۸۹۹ء کے اہم واقعات میں محترم دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت یوں رقمطراز ہیں :-

۱۸۹۹ء کے سال میں تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب "کوکب دری" اور
"گوہر نایاب" میری مراد حضرت فتح محمد صاحب سیال ہیں۔ افق احمدیت پر نمودار ہوا۔
آپ ۱۸۸۷ء میں جوڑا کلاں قصور میں پیدا ہوئے آپ کے والد گرامی کا نام چوہدری
نظام الدین تھا۔ آپ کے والد علاقہ کے بااثر بڑے زمیندار تھے۔ حضرت چوہدری نظام
الدین صاحب ۱۸۹۹ء میں اپنے بیٹے چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے ہمراہ قادیان میں
حضرت مسیح موعود کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور شرفِ غلامی پایا۔ حضرت
چوہدری فتح محمد صاحب بھی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے اِس وقت آپکی عمر بارہ ۱۲
سال تھی۔ ۱۹۰۵ء میں آپ نے میٹرک کیا گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجویشن کی اور
علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم ۔اے عربی کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود کی تحریک کہ نوجوان اپنی خدمات اشاعت دین
حق کیلئے پیش کریں پر لبیک کہتے ہوئے اپنی خدمات حضرت اقدس کے حضور پیش
کردیں۔ حضرت سلطان القلم نے نہایت خوشدلی کے ساتھ آپکی خدمت کو قبول فرمایا۔
آپ نے ساری زندگی خدمتِ دین میں بسر کردی۔ فدائی سلسلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ
خدمات دینیہ بجا لانے کے مواقع دیئے۔ نہایت درجہ مربوط اور بااثر پلاننگ کے ذریعہ
اپنے مفوضہ مشن میں کامیاب اُترے۔ "آپکے کارہائے نمایاں کی ایک لمبی فہرست ہے"
"شمائل حسنہ کا ایک دفتر ہے۔"

"حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد زریں میں آپ خدمت دین کیلئے آپ کے
حکم پر لندن تشریف لے گئے۔ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک کامیاب مشنری کے طور پر کام
کیا۔ پھر ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۱ء قیام لندن کا موقعہ ملا۔ آپ نے بیت الفضل لندن کے علاقہ
پٹنی میں ایک قطعہ اراضی حضرت المصلح الموعود کی زیر ہدایت خریدا۔ ۱۹۲۴ء میں بیت
الفضل لندن کی تقریب سنگِ بنیاد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ قادیان میں دعوت و

اشاعت دین کے انچارج بھی رہے۔ علاقہ یوپی انڈیا میں ۱۹۲۴ء کی شدھی تحریک کے
خلاف سرگرمی سے حصہ لیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دینی مہم کا مشن آپ کے سپرد
کیا۔ آپ نے آگرہ کو ہیڈ کواٹر بنا کر دینی سرگرمیوں کا آغازِ ان حیران کن ذرائع سے کیا
کہ دِنوں میں چشم فلک نے انقلاب انگیز نظارے دیکھے۔ وہ آریہ کی شدھی تحریک جو
بڑی شان سے میدان عمل میں اُتری تھی پسپائی پر مجبور ہو گئی حضرت چوہدری صاحب
نے تادمِ آخر سلسلہ کی خدمت کرنے کی خدا تعالیٰ سے توفیق پائی۔ ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء
آپ اِس دار فانی سے کوچ کر گئے۔"

اخبار الفضل حضرت دادا جان چوہدری نظام الدین سیال مرحوم کا ۱۸۹۹ء میں
بیعت کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے اخلاص کا ان مبارک الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے۔ کہ
آپ کے اخلاص کی واضح تصویر "آپ کا وہ ہونہار بیٹا ہے جس نے دنیا کو تج
کر دین کو مقدم کر لیا۔"

(بحوالہ ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 49 نمبر 78 دستخط شدہ چوہدری فتح محمد صاحب سیال)

❀❀❀
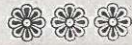
حضرت ابا جان کی سادگی و بے نیازی

مکرم لطیف احمد صاحب کاہلوں ناظم تشخیص جائیداد تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مکرم چوہدری قائم الدین صاحب موضع بھینی قادیان کے رہنے والے تھے۔ بھینی حضرت چوہدری صاحب کے گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر تھا۔ میرے والد صاحب چوہدری صاحب مرحوم کے ساتھ بہت ادب و احترام اور پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ وہی جذبہ انہوں نے ہمارے دِلوں میں بھی پیدا کیا ہوا تھا۔ کیونکہ ہمیشہ ہی پیار سے ذکر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ جذبہ ابھی تک قائم ہے۔ ایک مرتبہ میں نے زمانہ طالبعلمی میں دیکھا کہ حضرت چوہدری صاحب دنیا و مافیہا سے بے نیاز بیت المبارک نماز پڑھنے جارہے تھے نظریں نیچی تھیں ایک کندھے پر چھوٹا کوٹ ڈالا ہوُا تھا شلوار یا پاجامہ کا ایک پائنچہ اونچا تھا۔ عشق خدا میں سر تا پا ڈوبا ہوا وہ وجود میرے دل میں ہمیشہ کیلئے سما گیا اور یہ محض مولا پاک کا احسان ہے کہ اب میرے بیٹے عزیزم شاہد محمود کاہلوں مربی سلسلہ کی شادی آپ کی نواسی امتہ الباسط **بینا** سے ہوگئی۔ اس طرح چوہدری صاحب سے رشتہ داری کا تعلق بن گیا۔ الحمد للہ

حضرت مسیح موعودؑ کا آپ پر اعتماد

حضرت مسیح موعودؑ! آپ پہ بہت اعتماد کیا کرتے تھے۔ بھروسہ یا اعتماد انسان اُسی شخص پہ کرسکتا ہے جس کے متعلق انسان کو یہ یقین ہو کہ جو بھی کام اسکو کہا جائے گا اُس کو وہ دیانتداری سے پورا کرے گا۔ اس کے ایمان، یقین اور وفا پہ بھروسہ ہو۔ اس اعتبار سے حضرت مسیح موعودؑ کو ابا جان پہ پورا پورا اعتماد تھا۔ پہلا واقعہ تو وہی ہے جس کا میں تذکرہ کر چکی ہوں کہ حضور نے ابا جان کی زندگی وقف کیلئے کوئی حکم نہیں دیا تھا صرف گھریلو ماحول میں بات چیت کرتے ہوئے دریافت فرمایا تھا کہ کیا میاں فتح محمد نے زندگی وقف کر دی ہے اور جب آپکو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زبانی معلوم ہوا تو فوراً تحریری طور پہ زندگی وقف کر دی اور پھر تاحیات اِس قول کو پوُری وفاداری کے ساتھ نبھایا۔ اس راہ میں جو بھی تکالیف آئیں ان سبکو بشاشتِ قلب سے قبول فرمایا۔

اگر کبھی رات کے وقت بٹالہ کا کوئی کام پڑ جاتا تو حضور اقدس حضرت مسیح موعودؑ کی بصیرت افروز نگاہ اپنے اِس فدائی نوجوان پہ پڑتی جو صرف جسمانی طور پہ ہی نہیں تھا بلکہ روحانی طور پر بھی تندرست و توانا تھے۔ ابا جان جاتے اور کام کر کے جلد تر اپنے آقا کے حضور پہنچ جاتے۔

آپکی اِسی کیفیت کی طرف آپکی وفات پہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی نظم کا ایک شعر تحریر کرتی ہوں جس میں آپکی اس پاک فطرت "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کی طرف اشارہ ملتا ہے آپ فرماتی ہیں

وہ چل دیتے جدھر کرتے اِشارہ
علمبردار ذی شانِ محمد

یہ واقعات تحریر کرتے ہوئے اپنی بے بسی کے احساس سے بار بار آنکھیں اشکبار ہوئی جاتی ہیں کہ اِس فدائی انسان کی خوبیوں سے میں کیوں محروم رہی ہوں' اِس کی تلافی کیونکر ممکن ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ اپنے مولا کے حضور دعا کروں کہ میرا مولا ایسے ہزارہا انسان اور دنیا میں پیدا فرمادے جو اس کے دین پہ نثار ہونے والے ہوں۔ اُسکی محبت میں گداز ہوں۔ دین اسلام کی شمع روشن کرنے والے ہوں۔ جن کا وجود برکتوں کا باعث ہو اور بالخصوص ہمارے خاندان کے افراد کو عظیم الشان خدمات دینیہ بجا لانے کی توفیق دے نیز اپنی محبت کے عطر سے ممسوح فرماوے۔

آمین اللھم آمین
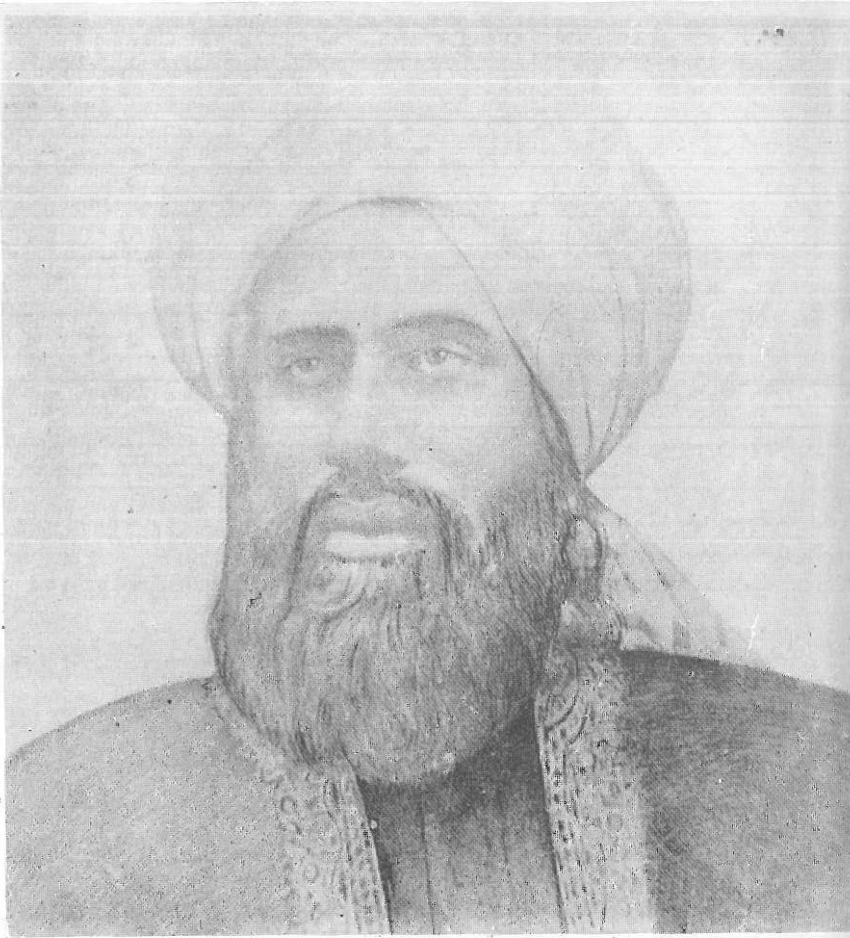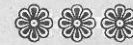
حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب

خلیفۃ المسیح الاول

حضور کی خواہش اور ارشاد پر

آپ لندن تبلیغ دین کے لئے پہلے مبلغ کے طور پر بیرون ملک تشریف لے گئے تھے' نیز حضرت خلیفۃ اوّل کی نواسی محترمہ ھاجرہ بیگم آپ کی زوجہ محترمہ بھی تھیں

حضرت خلیفة المسیح الاول

”کا آپ پر اعتماد“

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو بھی آپ پہ پورا اعتماد تھا حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بھی دور دراز کے ایک گاؤں سے آنے والے نیک بخت نوجوان پہ اعتماد کیا پہلے تو اپنی نواسی اپکے عقد میں دی آپ کی نیکی و تقویٰ پہ اعتماد ہی کی وجہ سے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہو گا اور پھر ہندوستان سے باہر لنڈن جیسے ترقی یافتہ شہر میں تبلیغ دین کی خدمت آپکے سُپرد فرمائی اور جب آپ سے دریافت فرمایا کہ آپکو لنڈن آنے جانے کیلئے کتنی رقم کی ضرورت ہو گی تو آپ نے عرض کیا کہ حضور بس وہاں تک پہنچنے کیلئے جو کرایہ خرچ ہو گا اُتنا کرایہ دے دیں بس یہ رقم ہی کافی ہو گی۔ جبکہ محترم مولوی محمد علی صاحب سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے دریافت فرمایا تھا تو انہوں نے اسوقت کے غالباً دس ہزار تک کا اندازہ لگایا تھا جو اُس وقت میں جماعت ادا نہیں کر سکتی تھی۔ کرایہ کیلئے پھر کچھ رقم حضرت خلیفۃ المسیح اول نے عنایت فرمائی اور کچھ رقم بلکہ زیادہ رقم حضرت میاں بشیر الدین محمود صاحب نے عنایت فرمائی جو انجمن انصار اللہ نے جمع کی ہوئی تھی اور یہ بندہِ خدا اتنی ہی رقم لیکر عازم لنڈن ہوا۔
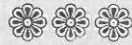
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

"کا آپ پہ اعتماد"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ تو سکول کے زمانہ میں سے ہی تعلق و دوستی تھی مگر ابا جان نے کبھی احترام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ہمیشہ ادب کی حدود میں رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو آپ پہ پورا پورا بھروسہ اور اعتماد تھا۔ جماعتی کاموں میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ سندھ میں جماعت کیلئے حضور نے جب بھی زمین خریدنی ہوتی تو پہلے ابا جان کو بھیجتے آپ وہاں پہ جا کر زمین کا سروے کرتے قیمت وغیرہ کا تعین کرتے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ساتھ تشریف لے جاتے اور زمین کا سودا ہوتا۔ سندھ میں اُن دنوں جانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ایک تو اُس زمانہ میں حُر ہوتے تھے جو ڈاکوؤں کی طرح لوگوں کو لوٹ لیتے تھے۔ جان اور مال دونوں کو خطرہ لاحق رہتا تھا۔ دوسرے راستہ بڑا دشوار گذار ہوا کرتا تھا۔ چاروں طرف ریت ہی ریت اور اونٹوں پہ سفر کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر ابا جان کو جب بھی حکم ہوتا چل پڑتے۔ تقریباً ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ میں اپنی ایک عزیز دوست جس کی شادی ٹھری میں ہوئی ملنے گئی۔ میں ڈگری سے ٹرین میں سوار ہوئی تو دیکھا کہ ٹرین اس قدر دھیمی رفتار سے چل رہی تھی کہ پیدل چلنے والا انسان ٹرین سے آگے نکل جاتا تھا۔ میں جب واپس ڈگری اپنے ماموں جان (نانا جان محترمہ شکیلہ طاہرہ صاحبہ خلافت لائبریری) مرزا محمد احمد بیگ کے گھر آئی تو میں نے ذکر کیا کہ یہ کیسی ٹرین ہے اور کیسا سفر ہے تو بے ساختہ بولے کہ تم اب اس سفر کو برداشت نہیں کر رہی جبکہ تمہارا باپ تو اِس راستہ پہ اونٹوں کے ذریعہ سفر کیا کرتا تھا۔ اِسی طرح ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے جب صوبہ سرحد میں

سرخ پوشوں کی جماعت قائم ہوئی تو حالات کا جائزہ لینے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نظر انتخاب بھی ابا جان پر پڑی چنانچہ آپ کو وہاں بھجوایا گیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ میری خوشدامن صاحبہ اہلیہ محمد اکرم صاحب خان درّانی نے اِن الفاظ میں کیا کہ سخت گرمی کے دن تھے اور تمہارے ابا جان تین چار آدمیوں سمیت جیپ میں ہمارے گھر آئے اور ساتھ ہی ڈھیر ساری برف بھی لائے ہم گاؤں میں رہتے تھے اور تمہارے ابا جان کو احساس ہو گیا ہو گا کہ ٹھنڈا پانی گاؤں میں ملنا مشکل ہو گا بہر حال ہم نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا میرے سسر محمد اکرم خان صاحب گھر پہ موجود نہ تھے لیکن اُن کے بیٹے محمد ہاشم درّانی گھر پہ تھے اُن کو ساتھ لیکر پشاور اور مردان کے سرکردہ احمدی احباب سے ملاقات کی اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیکر حضور کی خدمت اقدس میں رپورٹ پیش کی۔ ابا جان کا یہی سفر آگے چل کر میری شادی کا باعث بنا۔ کیونکہ وہاں جانے سے جو تعلق قائم ہوا وہ پھر ہمیشہ قائم رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو جب بھی جماعتی یا سیاسی معاملات کیلئے گورنمنٹ سروس میں بڑے سے بڑے افسر حتیٰ کہ وائسرائے تک کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پڑتی تو ہمیشہ ابا جان مرحوم کا ہی انتخاب فرمایا کرتے۔ بعض دفعہ بعض دوست حضور سے شکایت بھی کرتے کہ آپ فتح محمد سیال کو اتنے بڑے بڑے لوگوں کے پاس بھجوا دیتے ہیں حالانکہ وہ نہایت سادہ طبیعت کے ہیں اور اپنے لباس کا دھیان نہیں رکھتے۔ تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ میں فتح محمد کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میرا مافی الضمیر جس طرح وہ ادا کرتا ہے کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ اِسی سلسلہ میں کسی نے آپ سے بھی کہا کہ چوہدری صاحب آپ اتنے بڑے بڑے افسروں کے پاس جاتے ہیں اور آپکا لباس بھی بس واجبی سا ہوتا ہے کیا آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا تو آپ نے جواب دیا کہ میرے سامنے تو اِن لوگوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں

ہوتی میں خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہوں اور یہ لوگ تو مجھے چڑی کے بوٹ کی طرح لگتے ہیں۔

اِسی واقعہ کا ذکر کراچی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز نے لجنہ اماء اللہ کراچی کی تعلیم القرآن کلاس کے افتتاح کے موقع پر محبت الٰہی پیدا کرنے کی ضرورت پہ روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرمایا کہ چوہدری فتح محمد سیال کو خدا تعالیٰ کی ذات سے ایسی محبت تھی کہ دنیا کی باقی چیزیں اُن کیلئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔ جب لوگوں نے آپ کی توجہ آپ کے لباس کی طرف دلائی کہ آپ بڑے بڑے لوگوں سے ملنے جاتے ہیں تو اس وقت تو اچھا لباس زیب تن کر لیا کریں تو چوہدری صاحب نے بے ساختہ کہا کہ میں اِن لوگوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوتا کیونکہ میرے پیچھے "خلیفہ" ہوتا ہے اور "خلیفہ" کے پیچھے "خدا تعالیٰ" ہوتا ہے تو پھر میں کیوں اِس بات کیلئے وقت ضائع کروں۔ سادگی تو انتہا سے زیادہ تھی۔
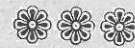
حضرت اماں جان کے ساتھ آپکی عقیدت
اور حضرت اماں جان کا آپ کے ساتھ حسن سلوک!

حضرت اماں جان کے ساتھ آپکو دلی عقیدت تھی جس کا اظہار مجھ سے میرے تایا زاد بھائی ظفر اللہ سیال نے اِن الفاظ میں بیان کیا کہ ایک دفعہ عید کا دِن تھا عید کی نماز کے بعد ہم سب لوگ گھر آگئے اور کھانے کا وقت ہو گیا کھانا میز پہ لگ گیا تو ہم سب بچے اور اہل خانہ کھانے پہ آپکا انتظار کرنے لگے مگر آپ برآمدے میں ٹہل رہے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ بے چین سے ہیں اور کسی کا انتظار بھی ہے۔ ہم سب دم سادھے بیٹھے تھے کہ ابا جان آئیں اور کھانا شروع کریں۔ مگر ابا جان ہیں کہ ٹہلتے ہی چلے جا رہے ہیں اِتنے میں دروازے پہ دستک ہوئی اور ابا جان جلدی سے دروازے کی طرح لپکے اور جب واپس آئے تو آپکے چہرہ پر خوشی کے آثار تھے اور ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ ابا جان نے لفافہ میں سے پانچ روپیہ کا نوٹ نکال کر ہم سب کو دکھایا کہ دیکھو! مجھے حضرت اماں جان نے عیدی بھجوائی ہے۔ میں اسی کے انتظار میں تھا اور نہایت عقیدت سے لفافہ کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور لفافہ کو نہایت ادب و محبت سے اپنی جیب میں ڈال کر کھانے کی میز پہ تشریف لے آئے اور ہم سب نے کھانا شروع کیا۔ اِسی عقیدت کا ذکر میری عزیز بہن نے بھی اپنے خیالات کے اظہار میں کیا ہے جو آپ اُنکے حصہ مضمون میں ہی پڑھیں گے اور لطف اندوز ہونگے۔ ابا جان مرحوم نے میرے سامنے بھی ایک دفعہ ذکر کیا کہ میں جب قادیان آیا تو حضرت مسیح موعودؑ کے اِس معمول کو دیکھا کہ حضور اکثر آنے والے مہمانوں سے دریافت فرمایا کرتے کہ کسی کو کسی خاص چیز کھانے کی عادت ہے تو بتا دیں تو میں نے بھی عرض کیا کہ حضور مجھے لسی

پسند ہے۔ تب گھر سے لسّی میرے پینے کیلئے آنے لگ گئی اور پھر تو جب بھی قادیان آتا تو حضرت اماں جان (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) میرے لئے خاص طور پر لسّی بھجوایا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ آپ پہ ایک مقدمہ ہوگیا تو حضرت اماں جان (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے ایک کثیر رقم اُس کے اخراجات کیلئے عنایت فرمائی۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہوا اور اُس رقم کی ضرورت ہی نہیں پڑی!

اس کے علاوہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت اماں جان کی شفقت کو دیکھا کہ حضرت اماں جان (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اکثر صبح سیر کیلئے جب تشریف لاتیں تو ہمارے غریب خانہ کو ضرور رونق بخشتیں۔ میری بڑی ہمشیرہ منیرہ بیگم صاحبہ اور میرے بھائی منصور احمد سیال نے جب میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کی تو دوسرے ہی دن صبح صبح حضرت اماں جان (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) مبارک باد دینے کیلئے تشریف لائیں جس سے ہماری خوشیوں کو چار چاند لگ گئے۔ حضرت اماں جان کی آمد ہمارے لئے ہمیشہ ہی باعث مسرت ہوا کرتی تھی۔

بھائی ظفر اللہ سیال ہی کا بیان ہے کہ میری امی آپا صادقہ بیگم وفات پا گئیں تو حضرت اماں جان کسی نہ کسی کو بھجواتیں کہ جائیں اور چوہدری صاحب کے بچوں کا پتہ کر کے آئیں (اُس وقت آپا عائشہ جن کی عمر تقریباً پندرہ سولہ برس ہوگی گھر میں ہوتی تھیں) اور گھر کی صفائی وغیرہ کو دیکھتیں چنانچہ اس دوران بہت سی معزز ہستیاں ہمارے گھر تشریف لاتیں کبھی حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ کبھی سیدہ اُم مظفر احمد صاحبہ کبھی بیگم صاحبہ سیدہ ولی اللہ شاہ صاحب اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک ابا جان کی شادی سیدہ آپا رقیہ بیگم صاحبہ سے نہ ہوگئی۔ بھائی ظفر اللہ سیال بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ گھر میں باروچی نہیں تھا تو ابا جان نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور لنگر خانے سے

روٹیاں پکوا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ میں گھوڑی پہ سوار ہو کر آٹا لے گیا۔ کیونکہ قادیان سے ہمارا گھر فاصلہ پہ دارالانوار میں تھا۔ چنانچہ میں آٹا لیکر حضرت سید میر اسحٰق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت میر صاحب خود آٹا لیکر تنور پہ گئے اور خود کھڑے ہو کر روٹی پکوا کر لا دی میں نے گھر آکر ابا جان کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میر صاحب نے خود کھڑے ہو کر روٹی پکوا کر دی ہے۔ کیا بات ہے جو حضرت میر صاحب نے خود اتنی تکلیف اُٹھائی تو ابا جان نے فرمایا کہ دیکھو ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ اللہ اللہ کیا سماں محبت و پیار کا تھا کہ سب ایک دوسرے کا اتنا خیال رکھتے تھے اور بنیان مرصوص کا نظارہ نظر آتا تھا۔ مجھے بھی یاد پڑتا ہے کہ اکثر و بیشتر حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی مبارک و مبشر ہستیاں ہمارے گھر کو رونق بخشا کرتی تھیں۔ مثلاً حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی شفیق و پیار کرنے والی ہستی، حضرت میاں شریف احمد صاحب اسی طرح خواتین مبارکہ کو بھی اپنے گھر میں یوں ہی دیکھا کہ جیسے بہت قریبی عزیز ہوتے ہیں اور گھر کے کاموں میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ
اور خلفاء کرام کی خوشنودی

گذشتہ صفحات میں قارئین پڑھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ آپ سے ہمیشہ راضی رہے بلکہ آپ نے بچوں کی طرح پیار و شفقت سے حصہ پایا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) بھی ہمیشہ آپ سے خوش رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) تو آپ کے ہم عمر اور ہمجولی بھی تھے دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر جب خلیفہ منتخب ہوگئے تو حضرت ابا جان بہت زیادہ ادب و احترام کرنے لگ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر ہدایات آپ نے قریباً نصف صدی تک کام کیا اور ہمیشہ ہی خلیفہ وقت کی خوشنودی حاصل رہی۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک دو دن نہیں بلکہ پورے 45 سال تک کام کیا مگر ایک دن کی بھی ناراضگی کا علم نہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بہت بلند فرمائے اور وہاں بھی اپنی محبوب ہستیوں کے ساتھ اپنا انتہائی قرب عطا فرمائے آمین اللّٰھم آمین۔ گو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ کی بابرکت خلافت سے پہلے آپ کی وفات ہوچکی تھی مگر آپ صاحبزادہ صاحب کی بہت قدر کیا کرتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر و بیشتر جماعتی دوروں میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور جلسوں میں تقاریر بھی کیا کرتے تھے۔ جب ابا جان مرحوم فوت ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے پھوپھی زاد بھائی چوہدری محمد عمر صاحب سے ابا جان کی وفات پہ اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ ”چوہدری صاحب آپ سے زیادہ ہمارے تھے۔“ کس قدر پیار میں ڈوبے ہوئے الفاظ ہیں جن سے تعزیت کی گئی اور تسلی دلانے کے

ساتھ آپکی ذات کے ساتھ اپنے دلی تعلقات کا اظہار فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بھی گو آپ کی وفات کے بعد خلافت کے تخت پہ متمکن ہوئے مگر آپ بھی ہمیشہ ابا جان مرحوم کا ذکر بڑے پیار سے کرتے ہیں۔ آپ کے کاموں پہ ہمیشہ اظہار خوشنودی فرمایا کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۴ر اگست ۱۹۹۸ء کی اردو کلاس میں حضور نے کس قدر خوشنودی و محبت کیساتھ ابا جان کے کاموں کا ذکر فرمایا اور بار بار آپکی تصویر کو اپنے دستِ مبارک سے اُٹھا کر تمام ناظرین کو دکھایا۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے یہی نہیں اور بھی بہت سے اعزازات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا جس کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

❀❀❀
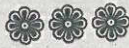
دعوت اِلی اللہ کی لگن اور طریق کار

دعوت اِلی اللہ کرنے کی آپکو انتہائی لگن تھی یہ آپکی گھٹی میں پڑی تھی گویا اسلام کی خدمت کرنا آپکی زندگی کا اولین مقصد تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ محترمہ آپا آمنہ بیگم صاحبہ اکثر ذکر کیا کرتی تھیں کہ ابا جان کو کسی بھی عہدہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر تھی تو صرف یہ کہ وہ ہمیشہ تبلیغ کرتے رہیں۔ اِس سلسلہ میں وہ ایک واقعہ بیان کرتی تھیں کہ جب ابا جان کو ناظر اعلیٰ کا عہدہ سونپا گیا اور آپ گھر آئے تو بہت فکر مند سے تھے ہم نے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ اِتنے افسردہ کیوں ہیں تو بے ساختہ بولے کہ میں تو یہاں آیا تھا کہ اسلام کی خدمت کروں مگر انہوں نے تو مجھے "کرسی پہ بٹھا دیا ہے" اور یہ بے لوث جذبہ تمام زندگی قائم رہا۔ خاکسار گذشتہ دنوں جب محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ بیگم عبدالرحیم احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ کچھ معلومات حاصل کروں تو اُنہوں نے بھی اِس واقعہ کا ذکر فرمایا اور مجھے تاکید فرمائی کہ اِس واقعہ کا ذکر ضرور کرنا۔ اِس میں اُن لوگوں کیلئے ایک زریں سبق ہے جو جماعت کی خدمت تو کرتے ہیں لیکن جب کسی وجہ سے اُن سے عہدہ واپس لے لیا جاتا ہے تو انتہائی ناراض ہو کر پھر ہر طرح کے جماعتی کاموں سے ہی کنارہ کش ہو جاتے ہیں حالانکہ جماعت کے کام تو بذات خود ایک بڑا اعزاز ہوتا ہے۔ اونچے عہدہ کی خواہش کرنا ہی بے سود ہے۔ سب احباب و دوست جو حضرت ابا جان کو جانتے ہیں اور خصوصاً وہ معزز حضرات جنہوں نے ابا جان کی معیت میں کام کیا ہے وہ سب یہی بیان فرماتے ہیں کہ چوہدری صاحب کا تبلیغ کرنے کا اسلوب نہایت سادہ اور آسان ہوتا تھا۔ بات اتنی سادگی کے ساتھ کرتے کہ دل میں اُتر جاتی اور بعض اوقات تو ایک آدھ دفعہ

کی ملاقات میں ہی لوگ احمدی ہو جاتے نہیں تو زیادہ سے زیادہ تیسری یا چوتھی ملاقات میں لوگ بیعت کر لیتے اور بیعت کرنے والوں کی تعداد ایک دو نہیں بلکہ کئی سو تک ہوتی تھی۔ اِس کا تذکرہ آپ کی وفات پہ یکم مارچ ۱۹۶۰ء کے الفضل کے پرچہ میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے ان زریں الفاظ مین فرمایا کہ مقامی تبلیغ کے تو گویا "آپ ہیرو تھے" جن کے ہاتھ پر بے شمار لوگوں نے صداقت کو قبول کیا۔

اس سلسلہ میں میرے تایا زاد بھائی چوہدری ظفر اللہ سیال صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں بارہ سال کی عمر میں قادیان ابا جان مرحوم کے پاس چلا گیا تھا مجھے تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ہی لیکر گئے تھے مگر بد قسمتی کہ تعلیم تو میں حاصل نہ کر سکا لیکن ابا جان کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ میسر آگیا۔ میں نے یہی دیکھا کہ آپ جب دفتر سے اپنا کام ختم کر کے گھر آ جاتے تو کسی نہ کسی گاؤں جانے کا پروگرام بناتے۔ میں نے آپ کے ڈرائیور جناب کرم دین صاحب مرحوم سے دوستی کر لی ہوئی تھی اور وہ بتا دیتے کہ ہم لوگ جا رہے ہیں تو میں چپکے سے گاڑی میں بیٹھ جاتا۔ آپ جب بھی کسی گاؤں میں جاتے تو وہاں پہ سب لوگ اکٹھے ہو کر آپ کے پاس بیٹھ جاتے اور آپ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں اُن کو احمدیت کا پس منظر سمجھاتے۔ خدا تعالیٰ نے زبان میں اثر بھی دیا ہوا تھا۔ لوگ آپ کی بات کو ٹال نہیں سکتے تھے بعض دفعہ اپنے گھر کے باہر وسیع لان میں بھی قریبی گاؤں کے لوگ آپ کے پاس آ جاتے اُس میں مسلمان، سکھ، عیسائی سب ہی مذاہب کے لوگ ہوتے تھے۔ کبھی کبھی ابا جان اُن کیلئے کھانے کا انتظام بھی فرماتے اور خود بھی اُن کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا تناول فرما لیتے۔

مؤرخہ ۹ مارچ ۱۹۶۰ء کے الفضل میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے اپنے ایک مضمون میں جس کا عنوان تھا

"اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار"

آپکی انہی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا ہے اور اُس مضمون میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ ہمارے مرحوم بھائی چوہدری فتح محمد سیال نے بھی اِس جنون سے کافی حصہ پایا تھا۔ انہوں نے میرے پاس آکر کئی دفعہ دوستانہ رنگ میں دُکھ بھرے دِل کے ساتھ گلہ کیا کہ انجمن میرے کام کیلئے ضروری روپیہ نہیں دیتی اور اپنی ضابطہ پرستی کے طریق کے مطابق کام میں عملاً روکیں ڈالتی ہے ورنہ دنیا صداقت کی پیاسی ہے اور ساز تشنہ مضراب ہے۔ انکی ان دوستانہ شکایتوں کا میرے دِل پہ گہرا اثر ہوتا مگر میں جانتا تھا کہ جہاں چوہدری صاحب اپنے تبلیغی جنون میں مجبور ہیں وہاں انجمن بھی اپنے مالی حالات اور قواعد کی چار دیواری میں مقید و محصور ہے۔ یہ کشمکش عرصہ سے چل رہی تھی اور آخر چوہدری صاحب کی المناک وفات سے

اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بے حد بلند فرمائے اپنے قربِ خاص میں جگہ دے اور دعا ہے کہ خدا تعالیٰ احمدی جماعت کے تمام افراد کیا مرد کیا زن سب کے دِلوں میں یہ جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دے اور آپ کی اپنی اولاد اور آپ کے تمام عزیزوں کو بھی اِس نعمت غیر مترقبہ سے حصہ عطا فرمائے۔

یہ میری دلی آرزو ہے اور دلی خواہش بھی خدا تعالیٰ اس کو پورا فرمائے۔ آمین اللھم آمین

❀❀❀

❀

دعوتِ الی اللہ کے سلسلہ میں محترمہ صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ایک روایت

خاکسار صاحبزادی سیدہ باجی ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ساتھ ہی ذکر کیا کہ خاکسار ابا جان کے حالات زندگی یکجا کرنے کی کوشش کر رہی ہے تو صاحبزادی صاحبہ نے بے اختیار فرمایا کہ چوہدری صاحب تو درویش انسان تھے اور بے حد لگن سے دعوتِ الی اللہ کرنے والے تھے۔ اِن دو فقروں میں حضرت ابا جان کی بھرپور زندگی کا نچوڑ آ جاتا ہے۔ انہوں نے کام کو یوں جلدی جلدی نمٹایا جیسے کہ ایک پنجابی صوفی شاعر نے فرمایا

لوئے لوئے بھر لے کڑیئے جے تدھ بھانڈا بھرنا
شام پئی بن شام محمد گھر جاندی نے ڈرنا

آپکی تمام زندگی بڑی روشن اور بے داغ گذری ہے جماعتی معاملہ میں آپ نے کبھی لاپروائی نہ برتی۔ آپ کی تمام زندگی ہر اعتبار سے قابل تقلید ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کیونکہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

❀❀❀

آپ کے متعلق ایک اور اہم روایت

از مکرمہ محترمہ مسز شاہ پرنسپل جامعہ نصرت

مکرمہ و محترمہ مسز فرخندہ شاہ صاحبہ بیگم جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب جو حضرت سید ولی اللہ شاہ کے اور حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بھائی، اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیارے ماموں جان بھی تھے نیز میرے ابا جان کو حضرت سید محمود اللہ شاہ کے ساتھ بھی رشتہ دامادی کا شرف حاصل تھا۔

مکرمہ محترمہ مسز شاہ صاحبہ نے فرمایا کہ جب انڈیا سے ہمارے اسیران راہ مولا رہا ہو کر پاکستان واپس تشریف لائے تو ہم لوگ چنیوٹ میں تھے ہمیں حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے پیغام بھجوایا کہ آپ کے بھائی حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ربوہ خیریت پہنچ گئے ہیں۔ تو ہم لوگ اُن سے ملنے کیلئے ربوہ آئے اور چھ سات دن ٹھہرے۔ اُن دنوں زیادہ وقت بھائی صاحب کے ساتھ گذرتا تھا اور انڈیا میں جن حالات سے دوچار رہے ہم وہ سنتے رہتے تھے۔ بھائی صاحب نے بیان کیا کہ جیل میں رہتے ہوئے چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے ہم سے کہا کہ ہم لوگ یہاں پر فارغ رہتے ہیں۔ کیوں نہ قیدیوں کو تبلیغ کی جائے۔ چنانچہ محترم مکرم عبد العزیز صاحب بھامڑی، محترم احمد خان نسیم صاحب اور خاکسار سید ولی اللہ شاہ اور خود چوہدری صاحب تبلیغ کرنے لگ گئے۔ جب لوگ احمدیت کو سمجھ جاتے اور بیعت کیلئے آمادہ ہو جاتے تو چوہدری صاحب اُن کی بیعت لیتے۔ میں نے دریافت کیا کہ بھائی صاحب جب آپکی تبلیغ سے لوگ احمدی ہوتے تو پھر آپ ہی بیعت کیوں نہیں لیتے۔ تو محترم بھائی صاحب نے جواباً فرمایا کہ بیعت لینے کی اجازت صرف چوہدری صاحب کو تھی۔ اِس لئے "آپ ہی

کے ہاتھ پر لوگ بیعت کرتے۔" انہوں نے یہ بھی بیان فرمایا کہ احمدی ہونے والے احباب کی تعداد 58 تھی اور بھی بہت سارے قیدی احمدیت کو تسلیم کر چکے تھے۔ مگر بیعت نہیں کرتے تھے۔ جب تمام قیدی لاہور پہنچ گئے تو حکومت کی طرف سے آرڈر آیا کہ اِن قیدیوں کے عزیز اِن کی ضمانت کروائیں۔ کیونکہ کوئی پتہ نہیں اِن قیدیوں میں کچھ جرائم پیشہ لوگ بھی ہوں جو بعد میں باعث تکلیف بن جائیں۔ چنانچہ تمام احمدی احباب کی چاہے وہ نئے احمدی تھے یا پُرانے جماعت نے ضمانت کر دی۔ تب وہ لوگ جو حق کو مان تو چکے تھے مگر تسلیم نہ کیا تھا اُن کو پچھتاوا ہوا اور کہنے لگے کہ آپ اب ہماری بیعت لے لیں۔ تب اُن کو انکار کر دیا گیا۔ محترمہ مسز شاہ! فرماتی ہیں کہ محترم بھائی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ جب سب اسیران راہ مولا حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں ملاقات کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے تو حضور اقدس نے ہر کسی کے ساتھ مصافحہ معانقہ فرمایا اور بڑی خوشی سے سینے سے لگایا۔ مگر چوہدری صاحب کے ساتھ جب معانقہ کیا تو بڑی دیر تک حضور نے اپنے سینے کے ساتھ لگائے رکھا یہ وہ پیار بھرا سلوک تھا جو سب نے دیکھا اور محسوس کیا۔

دراصل دیکھا جائے تو بات وہیں پر آ ٹھہرتی ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو خلوص نیت و حسن ارادہ سے پیش کرتا ہے اور اپنی ذات کی نفی کر کے دین کی خدمت کرتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیاروں کا پیارا ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے کیا سچ فرمایا ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

تاثرات

عبدالحی سیال صاحب

عزیزم عبدالحی سیال ابن بھائی ظفر اللہ سیال نے اسی ضمن میں مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت ابا جان فوت ہوئے اسوقت میں ربوہ آپکے پاس اور آپکے گھر میں رہتا تھا اور وجہ وہی تعلیم حاصل کرنے کی تھی۔ خیر وہ کہتے ہیں کہ چونکہ میں ہی ان کے بچوں میں سے وہاں موجود تھا لہٰذا تعزیت کیلئے آنے والوں کے پاس بھی مجھے ہی بیٹھنا پڑتا تھا۔ آنے والوں میں چنیوٹ کے تھانہ کے انچارج صاحب بھی تعزیت کے لئے آئے اور دوران گفتگو انہوں نے بتایا کہ پرسوں چوہدری صاحب میرے پاس آئے اور مجھے مخاطب کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ تھانے دار صاحب مجھے یہ بتائیں کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آپ کے سامنے جھوٹ بولوں کہ میں نے کہا کہ نہیں چوہدری صاحب آپ کیوں جھوٹ بولیں گے آپ کام بتائیں کیا کام ہے میں حاضر ہوں۔ لیکن آپ نے پھر فرمایا کہ نہیں آپ بتائیں کہ مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت ہے میں نے پھر کہا کہ نہیں چوہدری صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اُن دنوں چنیوٹ میں ان کی زمین پہ ایک رُلیا نامی آدمی قابض تھا میں نے دل میں سوچا کہ شاید آج رُلیے نے آپ کو بہت تنگ کیا ہے اس لئے چوہدری صاحب بار بار بات پکی کر رہے ہیں چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج تو میں خود جاکر رُلیے کا تیاپانچہ کر دوں گا تب میں نے کہا کہ چوہدری صاحب بتائیں تو سہی کہ بات کیا ہوئی ہے تب آپ نے فرمایا کہ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ حضرت امام مہدی آچکے ہیں اور ہم نے آپ کو مان لیا ہے۔ لہٰذا میں آپکو بتاتا ہوں کہ یہ بات بالکل سچ ہے اور اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے

دل پہ آپ کی اس قدر تحدی سے بات کرنے پہ بڑا گہرا اثر ہوا اور میں کتنی ہی دیر حیران و پریشان بیٹھا رہا کہ یہ کیسا شخص ہے اور آج اچانک وفات کا سنکر مجھ سے رہا نہیں گیا اور آپکے آخری دیدار کیلئے حاضر ہو گیا ہوں۔

نہ صرف یہ کہ خود کو ہی دعوت اِلی اللہ کی لگن تھی بلکہ یہ بھی خواہش تھی کہ اُن کے عزیز رشتہ دار بھی بہترین مبلغ ہوں۔ عزیزم عبدالحی سیال کا ہی بیان ہے کہ میں اور ابا جان دونوں بیت المبارک نماز کیلئے جارہے تھے کہ راستے میں میں نے ابا جان سے عرض کی کہ جوڑا کیلئے بھی کوئی مبلغ بھجوا دیں۔ آپ ایک دم بڑے جوش کے ساتھ میرے سامنے آکر مجھے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ کر کہنے لگے "تم کیا ہو" کیا تم مبلغ نہیں ہو؟ یہ ایک ایسا فکر انگیز سوال تھا! کہ جس نے مجھے سوچنے پہ مجبور کر دیا! اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سیاٹل امریکہ میں عرصہ دراز تک امیر جماعت احمدیہ کے عہدہ پر فائز رہ کر خدمت سلسلہ کی توفیق ملی۔

عزیزم عبدالحی سیال کی ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابا جان جوڑا گئے تو میرے لئے میرے ابا چوہدری محمد ظفر اللہ صاحب نے مبلغ 40 روپے بھجوائے۔ حضرت اباجان جب ربوہ تشریف لائے تو مجھے انہوں نے مبلغ 40 روپے اپنی جیب سے نکال کر دیئے کہ یہ لو تمہارے ابا جان نے تمہارے لئے 40 روپے بھجوائے ہیں۔ کچھ دن بعد پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور 40 روپے میرے ہاتھ پہ رکھ دیئے اور کہا کہ یہ تمہارے ابا نے دیئے تھے۔ اِس طرح کم و بیش چار پانچ دفعہ کیا اور ہر دفعہ میں عرض کرتا کہ ابا جان آپ مجھے رقم دے چکے ہیں تو پھر واپس اپنی جیب میں رکھ لیتے یہ بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ آپکو یہ بات تو بھول جاتی کہ میں نے رقم ادا کر دی ہے لیکن یہ نہ بھولتے کہ مجھے کسی نے کوئی رقم دی ہوئی ہے اور میں نے ادا کرنی ہے۔
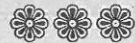
آپ کے اخلاق حسنہ

دو معتبر روایات

محترمہ صاحبزادی سیدہ امتہ الرشید بیگم صاحبہ بھی اِسی قسم کی ایک روایت بیان فرماتی ہیں کہ حضرت اماں جی صاحبہ حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) بھی اکثر چوہدری صاحب کے متعلق فرمایا کرتی تھیں کہ فتح محمد بہت نیک شخص ہے اتنا نیک شاید ہی کوئی اور ہوگا۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خانصاحب تحدیث نعمت کے صفحہ نمبر95 پر یوں بیان فرماتے ہیں کہ چوہدری فتح محمد صاحب سیال جب لنڈن آئے تو آپکی ملاقات محترم مرزا بدرالدین صاحب کے ساتھ اکثر ہوا کرتی تھی وہ باوجود اِس کے کہ احمدی نہ تھے لیکن چوہدری صاحب کے بڑے مداح تھے۔ میں نے کئی دفعہ اِن سے چوہدری صاحب کی نسبت سنا

"کہ یہ شخص فرشتہ ہے"

آپ کی جرأت و وجاہت

بھائی ظفر اللہ سیال بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں سکھ مذبح خانہ نہیں بننے دیتے تھے جب ابا جان کو معلوم ہوا تو آپ نے کہا کہ جب مذبح خانہ بنانا ہو تو مجھے اطلاع کر دیں۔ میں موقعہ پر جا کر اکیلا ہی اپنی نگرانی میں بنوالوں گا۔ چنانچہ جب مذبح خانہ بننے لگا تو آپ وہاں پہ چلے گئے اور میں آپ کے ساتھ چلا گیا۔ خیر کام شروع ہوا تو کئی سکھ آگئے مگر انہوں نے آکر نہ کوئی دھنگا فساد کیا اور نہ کوئی تلخ بات کی بلکہ نہایت ادب اور احترام کیساتھ آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور میں سوچتا رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ سکھ لوگ ابا جان کا کتنا احترام کرتے ہیں۔

مکرم و محترم محمود احمد صاحب بھلر کو آپ کی ایک مفید نصیحت

مکرم محمود احمد صاحب بھلر نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں جب تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ربوہ گیا تو لاہور سے آپکے ساتھ ہی ربوہ کیلئے روانہ ہوا۔ ایک ہفتہ آپ نے مجھے اپنے گھر میں رکھا اور پھر بورڈنگ ہاؤس میں داخل کروا دیا اور ساتھ ہی یہ نصیحت فرمائی کہ "میاں پڑھو، لکھو اور پھر سرکاری نوکری کرو تا ملک و قوم کی احسن رنگ میں خدمت سر انجام دے سکو۔"

ایک اور مفید نصیحت

یہ مفید نصیحت میری بڑی بہن صاحبہ کو آپ نے بذریعہ ایک تحریر فرمائی آپ نے اپنی بیٹی محترمہ سلمیٰ بیگم کو خط لکھا اور اُس میں تحریر فرمایا کہ انسان کو ہمیشہ اپنی اچھی شہرت کا خیال رکھنا چاہیے۔ حضرت ابا جان مرحوم عموماً خط مختصر ہی تحریر فرمایا کرتے تھے۔

آپکی ازدواجی زندگی

پہلی شادی

زندگی وقف ہونے کی وجہ سے تعلیم مکمل ہونے پہ قادیان میں ہی ڈیرا لگانا ضروری تھا۔ دوران تعلیم ہی آپ کی پہلی شادی اپنی چچا زاد سے ہوگئی تھی۔ لیکن بوجہ آپکی تعلیم کے وہ جوڑا میں ہی رہائش پذیر تھیں لیکن جب آپ کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد مستقل قادیان رہائش کا مسئلہ سامنے آیا تو ہماری اُن والدہ صاحبہ نے قادیان جانے سے انکار کر دیا۔ ابا جان نے دادا جان محترم کی خدمت میں بیان کر دیا کہ میری بیوی ساتھ جانے کو تیار نہیں ہے لہٰذا میں قادیان جا رہا ہوں۔ قادیان جا کر تھوڑے عرصہ کے بعد آپکو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنی نواسی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ کیلئے چُن لیا اور یوں حضرت خلیفہ اوّل کی دامادی کا شرف حاصل ہو گیا۔ محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ محترم مکرم حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپکی والدہ محترمہ حفصہ بیگم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی صاحبزادی تھیں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کے علاوہ حدیث شریف اور علم طب پر بھی عبور حاصل کیا ہوا تھا۔
آپ کی شادی ۱۸۸۸ء میں اپنے ماموں زاد حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب سے ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس زمانہ میں کشمیر میں شاہی طبیب تھے۔ بیٹی کو جہیز کے علاوہ ایک صندوق کتابوں سے بھرا ہوا دیا اور رخصت کرتے وقت آپ کی جھولی میں نصائح سے پُر ایک خط رکھ دیا اور فرمایا حفصہ میں تمہارے لئے جہیز لایا ہوں اِس کو اپنے گھر جاکر پڑھنا۔ یہ جہیز پڑھنے کے اور عمل کرنے کے لائق ہے۔ اِس کو میں اِسی نیت سے تحریر کر رہی ہوں۔ تا ہمارے آج کے باپ اور مائیں پڑھیں اور ایسا ہی خوبصورت جہیز

اپنی بیٹیوں کو عنایت فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس خط میں تحریر فرماتے ہیں
"بچہ اپنے مالک رازق اللہ کریم سے ہر وقت ڈرتے رہنا اور اس کی رضا مندی کی ہر دم طالب رہنا اور دعا کی عادت رکھنا' نماز اپنے وقت پر اور منزل قرآن کریم کی بقدر امکان بدوں ایام ممانعت شرعیہ ہمیشہ پڑھنا۔ زکوٰۃ' روزہ' حج کا دھیان رکھنا۔ اور اپنے موقعہ پر عمل درآمد کرتے رہنا۔ گلہ' جھوٹ' بہتان' بیہودہ قصے کہانیاں یہاں کی عورتوں کی عادت ہے اور بے وجہ باتیں شروع کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کی مجلس زہر قاتل ہے۔ ہوشیار خبردار رہنا۔ ہم کو ہمیشہ خط لکھنا علم دولت بے زوال ہے ہمیشہ پڑھنا' چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو قرآن پڑھانا' زبان کو نرم' اخلاق کو نیک رکھنا' پردہ بڑی ضروری چیز ہے' قرآن شریف کے بعد ریاحین العابدین کو ہمیشہ پڑھتے رہنا۔
مراۃ العروس اور دوسری کتابیں پڑھو ان پر عمل کرو۔ اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہو اور تم کو نیک کاموں میں مدد دیوے۔"

والسلام

نور الدین

﴿ماخوذ از حیات جاودانی یعنی سوانح حفصہ قادیانی﴾

دوسری شادی

اللہ تعالیٰ نے میرے ابا جان کی نیکی، تقویٰ اور علم دوستی کو دیکھتے ہوئے ایک اعلیٰ، ارفع مقام پہ قائم خاندان سے رشتہِ زوجیت جوڑ دیا۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اول کی علم دوست، نیک، صابر و شاکر نواسی کو رفیقِ حیات بنا دیا۔ آپ کی تمام زندگی بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے ہوئے گذری عربی پہ اتنا عبور حاصل تھا کہ عربی میں شعر کہا کرتی تھیں۔

آپ نے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے ساتھ دودھ پیا ہوا تھا اور یوں آپ کو میاں صاحب کی رضاعی بہن ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے چھ بچے عطاء فرمائے۔ اِن بچوں نے اپنے والد گرامی اور اپنی والدہ محترمہ سے ذہانت، علم، نیکی، تقویٰ اور احمدیت کے ساتھ وفاداری کا ورثہ پایا۔ اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک اِن کی نسلوں کو نیکی و پارسائی پہ قائم رکھے۔ ہماری یہ والدہ صاحبہ یعنی آپا ہاجرہ بیگم صاحبہ کی زندگی نے وفا نہ کی اور دسمبر ۱۹۲۷ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے بچوں کی تفصیل کچھ یوں ہے

1- مکرمہ محترمہ آپا آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی اور برادر اصغر جناب عزت مآب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب)

2- مکرمہ محترمہ آپا عائشہ صدیقہ صاحبہ بیگم جناب کرنل ملک سلطان محمد صاحب کوٹ فتح خان۔

3- مکرم چوہدری صالح محمد صاحب سیال جن کی شادی محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ جو حضرت مولوی شیر علی صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی نواسی ہیں سے ہوئی۔
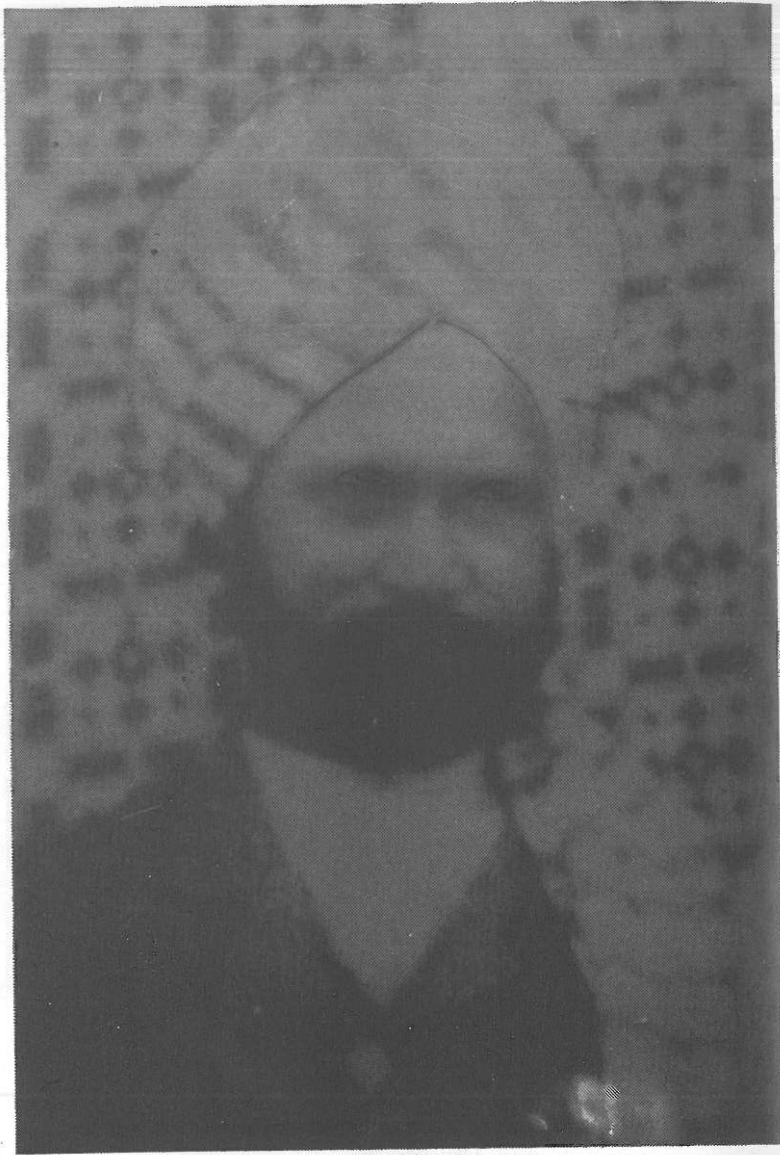
حضرت حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین رفیقوں میں سے تھے آپ کی صاحبزادی محترمہ ھاجرہ بیگم صاحبہ آپ کے عقد میں آئیں

4- مکرم چوہدری ناصر محمد صاحب سیال ان کی شادی صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ساتھ ہوئی۔

5- محترمہ سلمیٰ بیگم صاحبہ ان کی شادی ہمارے پھوپھی زاد بھائی چوہدری محمد عمر صاحب سے ہوئی مگر بعد میں بعض وجوہات کی وجہ سے علیحدگی ہو گئی۔

6- محترمہ منیرہ بیگم، بیگم صاحبہ چوہدری مقبول احمد صاحب آف شیخوپورہ۔

تیسری شادی

مکرمہ محترمہ آپا ہاجرہ کی زندگی میں ابا جان دو دفعہ لنڈن تبلیغ دین کیلئے تشریف لے گئے اور چونکہ لمبا عرصہ رہنے کا پروگرام تھا اس لئے نیکی و تقویٰ کی روح کو قائم رکھنے کیلئے وہاں پہ ایک انگریز خاتون جو احمدی ہو چکی تھی شادی کی۔ لیکن جب ابا جان واپس تشریف لائے تو وہ ساتھ نہ آئیں کہ میں انڈیا نہیں رہ سکوں گی۔

(بحوالہ الفضل ۵/مارچ ۱۹۶۰ء مضمون مولانا ابوالعطاء صاحب)

4- مکرم چوہدری ناصر محمد صاحب سیال ان کی شادی صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ساتھ ہوئی۔

5- محترمہ سلمیٰ بیگم صاحبہ ان کی شادی ہمارے پھوپھی زاد بھائی چوہدری محمد عمر صاحب سے ہوئی مگر بعد میں بعض وجوہات کی وجہ سے علیحدگی ہو گئی۔

6- محترمہ منیرہ بیگم، بیگم صاحبہ چوہدری مقبول احمد صاحب آف شیخوپورہ۔

تیسری شادی

مکرمہ محترمہ آپا ہاجرہ کی زندگی میں ابا جان دو دفعہ لنڈن تبلیغ دین کیلئے تشریف لے گئے اور چونکہ لمبا عرصہ رہنے کا پروگرام تھا اس لئے نیکی و تقویٰ کی روح کو قائم رکھنے کیلئے وہاں پہ ایک انگریز خاتون جو احمدی ہو چکی تھی شادی کی۔ لیکن جب ابا جان واپس تشریف لائے تو وہ ساتھ نہ آئیں کہ میں انڈیا نہیں رہ سکوں گی۔

(بحوالہ الفضل ۵ رمارچ ۱۹۶۰ء مضمون مولانا ابوالعطاء صاحب)

حضرت مرزا محمود بیگ صاحب آف پٹی آپ کی بیٹی صادقہ بیگم آپ کے
عقد میں آئیں

چوتھی شادی

۱۹۲۸ء کے شروع میں آپکی زوجہ محترمہ کے وفات پا جانے اور گھر میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے ازراہ شفقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک رشتہ تجویز فرمایا جو کہ محترم مرزا محمود بیگ آف پٹی کی صاحبزادی کا تھا۔ جن کا نام محترمہ صادقہ بیگم تھا۔ مرزا محمود بیگ صاحب بہت چھوٹی عمر میں احمدی ہوئے خود بھی رفیق تھے اور اُنکی اہلیہ فضل بیگم صاحبہ تھیں۔ یہ بھی قصور اور پٹی کے رہنے والے مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ محترمہ صادقہ بیگم صاحبہ میری والدہ ہیں۔ میری پرورش میری نانی محترمہ فضل بیگم صاحبہ نے کی۔ میرے نانا جان محترم اور نانی جان محترمہ صرف ۱۴ سال کی عمر میں قادیان چلے گئے اور دارالمسیح میں ایک لمبا عرصہ رہنے کا موقع ملا۔ مجھے اکثر و بیشتر میری نانی اماں جان جن کو میں ہمیشہ امی ہی کہا کرتی تھی حضرت مسیح موعود، حضرت اماں جان، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت میاں بشیر احمد صاحب اور سب افراد خاندان نبوت کے چھوٹے چھوٹے پیارے پیارے اور سبق آموز واقعات سنایا کرتی تھیں۔ ایک واقعہ درج کئے بغیر رہ نہیں سکتی گو اس مضمون سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کی اعلیٰ ظرفی کا روشن ثبوت ہے۔ نانی اماں بیان کیا کرتی تھیں۔ کہ بچوں کا گھر میں اگر کبھی کوئی جھگڑا ہو جاتا تو حضور اپنے بچوں سے فرمایا کرتے کہ "دیکھو یہ ہمارے ہم قوم ہیں" یہ مختصر سی بات اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتی ہے۔ ایک واقعہ اور یاد آگیا کہ میری بڑی خالہ جان آمنہ بیگم اس وقت چھوٹی سی تھیں حضور جب نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوتے تو خالہ آمنہ وہاں پہ ایک کھڑکی تھی اُس میں کھڑی ہو جاتیں اور کہتیں حضرت صاحب جی میری امی کیلئے دعا کریں میرے ابا کیلئے دعا کریں پھر کہتیں حضرت صاحب جی میری ماسی مولویانی جی کیلئے بھی دعا کریں

اِس طرح نہ جانے کن کن کا نام لیتی جاتیں اور حضور یونہی کھڑے رہتے آپکے پیچھے مرد صفیں باندھے کھڑے ہوتے اور اندر عورتیں بھی نماز کے انتظار میں کھڑی ہوتیں لیکن حضور بدستور آپکی یگانہ عرض داشت سنتے رہتے اور کچھ نہ کہتے۔ جب یہ سلسلہ زیادہ ہی لمبا ہونے لگتا تب وہ ماسی مولویانی صاحبہ اُنہیں چپ کرواتیں کہتیں آمنہ اب بس بھی کرو۔ تب خالہ آمنہ خاموش ہوتیں تو حضور اقدس اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرواتے۔ دیکھئے کیسا حوصلہ تھا مسیح پاک کا کتنی دلداریاں کیا کرتے تھے اپنے غلاموں کے بچوں کی۔ ایسی پاک فضا میں پیدا ہونے والے اور پرورش پانے والے بچوں کے اخلاق اور اوصاف کا کیا کہنا۔

غرض میری امی کی پرورش بھی اِسی پاکیزہ ماحول میں ہوئی اور یہی شفقت و محبت آپ نے لوگوں سے روا رکھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ایما پر یہ رشتہ طے ہوا اور میری والدہ محترمہ اپنی زندگی کے سات سال ابا جان کے ساتھ گذار کر ستمبر ۱۹۳۴ء میں وفات پا گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اُن کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1- میجر منصور احمد صاحب سیال۔ آپ کی شادی اوکاڑہ کے چوہدری خورشید احمد باجوہ صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ کی صاحبزادی محترمہ خالدہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔

2- خاکسارہ امتہ الشافی سیال۔ میری شادی چارسدہ ضلع پشاور کے جناب محمد اکرم خان صاحب درّانی کے بیٹے محمد ہاشم خان درّانی کے ساتھ ہوئی۔ محمد اکرم خان درّانی بہت نیک اور فدائی انسان تھے۔ تبلیغ کا جنون تھا میں نے خود اُن کے لمبے لمبے خطوط پڑھے ہوئے ہیں جو وہ وقتاً فوقتاً اپنے عزیزوں کو لکھا کرتے تھے۔ بہت زیادہ غریب پرور تھے اُن کا ذکر خیر دعوۃ الامیر کے پہلے صفحہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا ہوا ہے۔ ۱۹۶۸ء میں درّانی صاحب کی وفات ہوگئی اور اگست ۱۹۷۵ء میں جناب سید منور حسین ابن سید مہدی حسن صاحب کراچی سے میرا عقد ثانی ہوا۔

-3 مظفر احمد صاحب سیال۔ اِن کی شادی ہماری خالہ زاد بہن طیبہ خانم بنت جناب سید کرم شاہ صاحب امیر جماعت احمدیہ گوجرہ ضلع فیصل آباد سے ہوئی۔

-4 طاہرہ بیگم صاحبہ۔ وہ امی جان کی وفات کے پندرہ دِن بعد فوت ہوگئی تھی میری امی جان کے متعلق آپا آمنہ بتایا کرتی تھیں کہ تھیں تو میری سوتیلی والدہ مگر ہمیشہ پیار سہلیوں جیسا کیا۔ قادیان کی اُن کے زمانہ کی خواتین سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ بہت اچھے الفاظ میں ذکر کیا کرتی تھیں ایک دفعہ کراچی میں ابا جان کے ساتھ دفتر میں کام کرنے والے محترم قاضی عبدالرشید صاحب کی بیگم صاحبہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے گلے لگایا بہت پیار کیا اور اتنے موٹے موٹے آنسوؤں سے رونے لگ گئیں اور ساتھ ہی کہنے لگیں کہ تمہاری امی مجھ سے بہت پیار کیا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ آپکی وفات کے تقریباً ۳۵ سال بعد ہوا۔

اسی طرح ابھی گذشتہ دنوں صاجزادی سیدہ امتہ الرشید بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی آپکی شفقت مہان نوازی کا تذکرہ بھر پور الفاظ میں کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ آپا صادقہ میں اپنی ایک مغلیہ شان تھی۔ یہ بیان کرنے سے اپنی والدہ کی خوبیاں بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ابا جان کو خدا تعالیٰ نے کیسے کیسے نادر و نایاب نمونے عطا فرمائے۔ آپ کی پہلی بیگم صاحبہ نے جب ساتھ جانے سے انکار کیا تو اُن کو کیا معلوم تھا کہ اِس شخص کی کہاں کہاں پہ شادیاں ہوں گیں۔ ایک کی بجائے خدا تعالیٰ نے سات بیویاں عطا فرما دیں۔ جو نیک و پارسا' فرمان بردار' سلیقہ شعار دین و دینا کی ہر خوبی سے مزین تھیں اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہر اچھی قوم کے ساتھ آپ کا رشتہ جوڑ دیا۔

پانچویں شادی

۱۹۳۴ء میں میری امی کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ۱۹۳۵ء میں ابا جان کا ایک اور اعلیٰ و بہتر خاندان میں رشتے کا انتظام فرما دیا جو حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب پرنسپل تعلیم السلام سکول کی صاحبزادی محترمہ مکرمہ آپا رقیہ بیگم کے ساتھ طے پایا۔ آپ کی پہلی بیوی سیال۔ نمبر ۲ قریش خاندان کی معزز خاتون۔ نمبر ۳ انگریز خاتون۔ نمبر ۴ مغلیہ خاندان کی چشم و چراغ اور نمبر ۵ سید خاندان جیسے معزز گھرانے کی صاحبزادی سے ہوئی جو حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بھتیجی تھیں اور ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح الربع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ماموں زاد بہن تھیں۔ آپ بھی آٹھ سال تک زندہ رہیں اور ۱۹۴۲ء میں بقضاالٰہی وفات پا گئیں۔ آپ کے بطن سے ہماری ایک ہی بہن محترمہ امتہ الحی صاحبہ پیدا ہوئیں اور ان کی شادی محترم عبدالرشید احمد صاحب رائٹائرڈ ونگ کمانڈر ابن جناب شیخ عبد العزیز صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپا رقیہ بیگم صاحبہ کو میں نے خود دیکھا ہے میں کبھی کبھی جایا کرتی تھی مجھ سے بہت پیار کا سلوک کیا کرتی تھیں اُن کی خواہش ہوتی تھی کہ میں اُن کے پاس رہوں۔ میرے چھوٹے بھائی مظفر احمد کے ساتھ بھی بہت پیار کیا کرتی تھیں اور اکثر کہا کرتی تھیں کہ میری آپا صادقہ کے ساتھ بڑی دوستی تھی آپا صادقہ اکثر بچوں کو میرے پاس چھوڑ کر خود حضرت صاحب کے دولت کدہ پہ چلی جایا کرتی تھیں۔

حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الربع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں جان بھی تھے ان کے ساتھ بھی حضرت ابا جان کو شرف دامادی حاصل ہوا

چھٹی شادی

سیدہ رقیہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد ابا جان مرحوم کو ایک اور شادی کرنی پڑی اب کہ آپ نے پشاور کے امیر صاحب جناب خان شمس الدین صاحب سے رابطہ کیا اور اُن کے بڑے بھائی محترم مسیح الدین خان صاحب کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ نے تقریباً نو سال ابا جان کی زوجیت میں گذارے آپ کے بطن سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے جن میں سے ایک عزیزہ بشریٰ سیال ہیں جو ربوہ میں رہائش پذیر ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خدمت دین میں مصروف رہتی ہیں۔ انکی شادی چوہدری عبدالمنان صاحب سے ہوئی۔ دوسری امتہ السلام صاحبہ جو کہ کراچی میں رہتی ہیں جن کی شادی ظہر الدین بابر ابن ڈاکٹر گوہر دین صاحب سے ہوئی۔ اُن کو اللہ تعالیٰ نے دو بچے عطا فرمائے ایک بیٹی جس کا نام فوزیہ ہے اور بیٹا گوہر حفیظ ہے۔ عزیزم بابر کی والدہ صاحبہ محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی نواسی تھیں۔ تیسرے عزیزم طاہر عبد اللہ صاحب یہ پشاور میں ہی رہائش پذیر ہیں۔

ساتویں شادی

۱۹۵۲ء میں محترمہ آپا کلثوم بیگم صاحبہ بنت حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ سے شادی کی آپ حضرت عبدالرحیم صاحب درد کی ہمشیرہ بھی تھیں۔ آپ کو حضرت ابا جان کے ساتھ آخری وقت تک رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے بطن سے حضرت ابا جان مرحوم کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ البتہ میری

چھوٹی بہنوں عزیزی بشریٰ سیال اور عزیزی امتہ السلام کی پرورش آپ نے ہی کی۔ آپ کے دم سے ہمارے ابا جان کے گھر کا دروازہ کھلا رہا۔ اب کافی عرصہ ہوا آپکی وفات ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا معاملہ کرے اور آپکے درجات کو بلند فرمائے۔

آمین

آپکی بھتیجی مکرمہ محترمہ رضیہ درد صاحبہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بیان کیا کہ میرے ابا جان یعنی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی جب وفات ہوئی اسوقت میری شادی کو ابھی ایک سال ہی ہوا تھا اچانک جب مجھے معلوم ہوا اور میں گھر آئی تو دیکھا کہ میرے ابا جان چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں سرہانے کی طرف میری پھوپھی جان کلثوم بیگم بیٹھی ہوئی ہیں اور چارپائی کے ارد گرد حضرت میاں بشیر احمد صاحب حضرت میاں عزیز احمد صاحب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور دیگر کئی بزرگ کھڑے ہیں مجھے اس وقت کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی میرا خیال تھا کہ میرے ابا جان شدید تکلیف میں ہیں اور یہ سب لوگ کھڑے ہیں۔ میں نے گھبرا کر کہا کہ آپ سب لوگ کیا دیکھ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب کو کیوں نہیں بلاتے میرے یہ فقرہ کہنے پہ پھوپھا جان میرے قریب آئے اور فرمایا صبر کرو میں نے پھر کہا کہ آپ سب ڈاکٹر صاحب کو کیوں نہیں بلاتے۔ تب پھوپھا جان مرحوم پھر میرے قریب آئے اور نہایت شفقت کے ساتھ میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ بچے صبر کرو اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا پہ راضی ہو جاؤ۔ تب مجھے سمجھ آیا کہ میرے ابا جان فوت ہو گئے ہیں۔ آپ کی شفقت کا یہ واقعہ جوں کا توں آج بھی مجھے یاد ہے۔
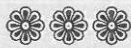
بیویوں اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک

انسان کے اچھے یا بُرے اخلاق سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والی ہستی اُسکی بیوی ہوتی ہے۔ چونکہ بیوی کی عمر بھر کی رفاقت ہوتی ہے اس لئے یہاں پہ انسان تکلف نہیں برت سکتا۔ گو میرے ابا جان کو سات شادیاں کرنی پڑیں۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آپکی بیویاں جلد جلد قضا الٰہی سے فوت ہو جاتی رہیں گھر اور بچوں کو سنبھالنے کیلئے بار بار یہ فریضہ ادا کرنا پڑا۔ اِس میں آپکی اپنی ذاتی خواہش کوئی نہ تھی بلکہ اصل غرض و خواہش یہ ہوتی تھی کہ گھر اور بچوں کا بوجھ سنبھالنے والی کوئی ہستی ہو اور میں بے فکر ہوکر دین کی خدمت کر سکوں جو اُنکی زندگی کا اصل، اعلیٰ و ارفع مقصد تھا۔ چنانچہ اِسی غرض سے بار بار شادیاں کرنی پڑیں اور مختلف طبائع کی خواتین نے آپ کے عقد میں آ کر آپکے گھر اور بچوں کو سنبھالا۔ مگر کبھی کسی نے نہیں دیکھا نہ کسی نے سنا کہ ابا جان نے اپنی بیویوں کے ساتھ کبھی لڑائی جھگڑا کیا ہو۔ یا کبھی کسی سے ناراض ہوئے ہوں۔ اِس قسم کا کوئی واقعہ مجھے یاد نہیں بلکہ جب بھی اپنوں یا غیروں سے سنا تو یہ ہی سنا کہ چوہدری صاحب اپنی بیویوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہ بہت بڑی بات ہے جہاں پہ اتنے زیادہ بچے ہوں عزیز و رشتہ دار بھی اکثر رہائش پذیر رہتے ہوں وہاں کوئی نہ کوئی تلخی ضرور ہو جاتی ہوگی مگر پھر بھی جھگڑے کی صورت کبھی اختیار نہ ہوئی۔ مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں ہو رہا کہ اس وقت ہماری جو مائیں تھیں وہ بھی عظیم تھیں اور جو بچے اور سسرالی رشتہ دار تھے وہ بھی بڑے صبر والے ہونگے کہ وہ سب اِن حالات میں سے بڑے اچھے اور احسن رنگ میں گزرتے رہے کہ کبھی ہمارے ابا جان کے لئے پریشانی کا موجب نہیں بنے۔ ابا جان کا عجیب قسم کا ادب و احترام تھا کہ آپکی بات کو کوئی

نہ ٹالتا تھا۔ آپ جو حکم دیتے اُس کو سر آنکھوں پر قبول کرلیا جاتا۔ سمعنا و اطعنا والی کیفیت تھی۔ ہم سب بہن بھائی نیچے صحن میں سو رہے ہوتے آپکے قدموں کی چھاپ سنتے تو سب ہڑ بڑا کر اُٹھ جاتے اور کوئی باتھ روم میں گھس جاتا کوئی کمروں میں گھس جاتے کوئی کچن کی طرف بھاگ جاتا کیونکہ ابا جان کو یہ پسند نہیں تھا کہ بچے صبح کی نماز کے وقت سو رہے ہوں۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی یاد ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کے دن ابا جان کی دفتر سے چھٹی ہوتی تھی ابا جان نماز کے بعد گھر آکر صحن میں تشریف فرما تھے ہم سب صبح کی تلاوت کر کے باہر صحن میں آکر ابا جان کے قریب بیٹھ گئے تو ابا جان نے فرمایا کہ جمعہ کے دِن صبح سورۃ کہف کی تلاوت کرنی چاہیے۔ یہ سنتے ہی ہم سب جلدی سے اُٹھ کر کمرے میں بھاگ گئے کہ سورۃ کہف کی تلاوت کی جائے، ہمارے ساتھ ہماری بھابھی جان صفیہ بیگم صالح محمد سیال بھی تھیں۔ کسی نے نہیں سوچا اور نہ ہی یہ کہا کہ ابھی تو تلاوت قرآن کریم کر کے آئے ہیں اگلے جمعہ کو کرلیں گے اور میں تو مدتوں ابا جان کے اِس فرمان پہ عمل کرتی رہی اب کچھ عرصہ سے سستی ہوگئی ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس نیک نصیحت پر عمل شروع کر دوں گی۔

بات ہو رہی تھی ابا جان کے اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی۔ ابا جان کو اپنی بیویوں کی خاطرِ طبع کا اتنا دھیان رہتا تھا کہ آج کے دور میں یہ بات بڑی دور از قیاس لگتی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ قادیان کے محلّہ دارالانوار میں آپ کا اچھا خاصا گھر بمعہ وسیع باغ کے تھا جس کو اُن دنوں قادیان میں کوٹھی کہا جاتا تھا مگر المیہ یہ ہوا کہ اُس گھر کے مکمل طور پر تیار ہونے سے پہلے ہی ہماری والدہ صاحبہ آپا ہاجرہ بیگم وفات پا گئیں یعنی جنہوں نے بڑی محنت کفایت شعاری اور جانفشانی سے وہ گھر بنوایا اُن کو اُس میں ایک رات بھی رہنا نصیب نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں اِس کے بدلہ

میں بہت نفیس موتیوں سے مرصع گھر عطا فرمائے اور اُن کے سب بچوں کو بہترین اجر
کا وارث بنائے۔ آمین اُنکی وفات کے بعد میری امی جان صادقہ بیگم مرحومہ اُس گھر
میں سات سال رہیں اور وہ بھی وفات پا گئیں پھر تقریباً نو ماہ بعد محترمہ آپا رقیہ بیگم صاحبہ
بنت جناب مکرم سید محمود اللہ شاہ صاحب بیاہ کر اُس گھر میں تشریف لائیں تو کچھ
عرصہ بعد انہوں نے ابا جان سے اپنے اِس خوف کا اظہار کیا کہ آپکے اِس گھر میں آپکی
دو بیویاں فوت ہوگئیں ہیں کہیں میں بھی مر نہ جاؤں۔ چنانچہ ابا جان نے اُس گھر کے
ساتھ ہی اتنا ہی بڑا دو منزلہ گھر اُن کیلئے بنوا دیا۔ وہ اسی نئے والے گھر میں رہیں مگر خدا
کی کرنی کو کون ٹال سکتا ہے کچھ ہی عرصہ بعد ہماری وہ والدہ محترمہ اپنی ایک چھوٹی سی
تین ماہ کی بیٹی عزیزی امتہ الحی کو چھوڑ کر وفات پا گئیں۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ اِس
سے پتہ لگتا ہے کہ آپکو اپنی بیوی کے جذبات و دلجوئی کا کتنا خیال تھا کہ اچھا خاصا مکان
ہوتے ہوئے ایک اور مکان بنوا دیا تا ان کو ذہنی سکون حاصل رہے۔

صلہ رِحمی و حسن سلوک

حضرت مسیح موعودؑ کی پاک صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ دین کا کوئی کام
ہوتا یا دنیا کا! ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیشہ مدنظر رہتی تھی چنانچہ اپنی والدہ محترمہ
اور والد محترم صاحب کے ساتھ بڑے احترام کا بڑی محبت کا سلوک روا رکھتے تھے۔ اکثر
پیشتر ہمارے دادا جان' دادی جان محترمہ قادیان تشریف لایا کرتے تھے اور کچھ عرصہ
رہائش پذیر بھی رہتے۔ دادا جان کی آخری بیماری کا تو مجھے بھی یاد ہے۔ محترم ڈاکٹر
احسان علی صاحب آپکے علاج کیلئے گھر آیا کرتے۔ دادا جان محترم پھر قادیان میں ہی
اپنے مولا حقیقی سے جا ملے اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ اِس کے علاوہ ابا جان
مرحوم کی ایک بات مجھے اکثر متاثر کیا کرتی تھی اور اب بھی مجھ پہ بڑا گہرا اثر ہے وہ یہ
کہ اُن کو ہمیشہ اِس بات کا شدید احساس رہتا تھا کہ میرے تمام عزیز اور اُن کے بچے تعلیم
حاصل کریں اور اِس سلسلہ میں آپ کی بھرپور کوشش ہوتی کہ تمام پڑھنے والے بچے
قادیان آ کر رہیں اور یہاں پہ پڑھیں۔ چنانچہ آپ سب بھائیوں کی اولاد چاہے لڑکے
تھے یا لڑکیاں سبکو قادیان لاتے اور سکول میں داخل کرواتے حالانکہ اپنے بھی ماشااللہ
کافی بچے تھے کوئی اور ہوتا تو شاید سوچتا کہ میرے اپنے اتنے بچے ہیں میں اِن کی ہی
نگہداشت کرلوں تو کافی ہے۔ لیکن ابا جان کو یہ فکر ہمیشہ دامن گیر رہتا کہ میرے
سارے عزیز پڑھ لکھ جائیں۔ اپنے بھائیوں کی اولاد کے علاوہ اور عزیزوں کی بھی فکر
رہتی۔ مجھ سے چوہدری محمد صدیق صاحب بھلر نے بیان کیا کہ میرے والد محترم جناب
اللہ بخش صاحب ابا جان کے بھانجے تھے۔ وہ گھوڑی سے گر کر اچانک وفات پاگئے تو جب
ابا جان کو اُنکی وفات کا علم ہوا تو فوراً ہی پوچھا کہ اللہ بخش کا کوئی بیٹا ہے جو پڑھنے والا

ہو۔ اُس کو میرے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے ربوہ چلا گیا۔

میں اپنی نانی اماں کے پاس پٹی میں رہی۔ پٹی میں لڑکیوں کا پرائمری تک سکول تھا میں جب سکول سے فارغ ہوئی تو آگے پڑھائی کا مسئلہ تھا پٹی میں آریہ سکول مڈل تک تھا اُس سکول میں ہمارے بعض عزیزوں نے اپنی بیٹیوں کو تعلیم دلوائی تھی لہٰذا میری نانی اماں نے مجھے بھی وہاں داخل کروا دیا۔ مگر میرے ماموں جان مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ لہٰذا میرا اسکول جانا بند کر دیا گیا۔ میں بڑی پریشان تھی کہ میری تعلیم نامکمل رہ جائے گی اچانک ایک دن دیکھا کہ ابا جان تشریف لے آئے۔ ایک رات وہاں پہ رہے میری تعلیم کے بارے میں دریافت فرمایا میرے نانا جان اور نانی جان نے صورت حال سے آگاہ کیا تو فرمایا۔ اِس کو قادیان بھیج دیں میرے نانا جان نانی جان اور خود میرے لئے یہ فیصلہ بہت کٹھن تھا یہاں پہ پلی بڑی تھی اور اپنی شفیق ہستیوں سے جدائی بڑی شاق تھی۔ مگر ابا جان کا حکم تھا اور اپنی پڑھائی نظروں کے سامنے تھی یوں میں پہلی دفعہ ۱۹۴۵ء میں اپنے ابا جان کے گھر آ گئی۔ قادیان میں نصرت گرلز ہائی سکول میں پارٹیشن تک پڑھتی رہی۔

چنانچہ میں نے جو اپنے گھر میں دیکھا وہ یہی کہ ہم سب بہن بھائی جو مختلف ماؤں سے تھے اور تایا زاد چچا زاد اکٹھے پیار و محبت سے شیر و شکر ہی رہتے۔ جیسے ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بھی ہم سب کے درمیان یوں ہی محبت و شفقت کا رشتہ استوار ہے۔ کہیں بھی سوتیلا پن یا یہ کہ یہ ہمارے شریک ہیں یا جائیداد کا کوئی جھگڑا ہوا ہو۔ اگر کہیں کوئی زیادتی بھی ہوئی تو دوسرے نے درگذر اور عفو سے کام لیا۔ یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے خاندان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے محبت و ہمدردی کا جو بیج بویا تھا وہ خوب پھل پھول گیا

ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالك

محترم چوہدری محمد صدیق صاحب نے ابا جان کا ایک اور واقعہ اِسی سلسلہ میں بیان کیا کہ صدیق صاحبؒ کے دادا جان محترم چوہدری ولی محمد صاحب جو ابا جان کے بھوئی تھے قادیان گئے اور اِس ارادے کا اظہار کیا کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ وصیت فارم ابھی پُر کئے یا نہ کئے کہ اچانک وفات پا گئے ابا جان بہت پریشان ہوئے کہ وصیت کا ارادہ تھا اور وصیت کرنہ سکے لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کیا تب حضور اقدس نے ازراہِ شفقت محترم چوہدری ولی محمد صاحب کی وصیت منظور فرمائی اور قادیان بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ یہ بھی صلہ رحمی کی ایک زبردست اور زندہ مثال ہے۔

میرے تایا زاد بھائی ظفر اللہ سیال بیان کرتے ہیں کہ بڑی عید آتی تو دو بجرے ذبح کرواتے اور ایک گائے کی بھی قربانی دیتے۔ بجروں کا گوشت قادیان میں اپنے دوستوں کے گھروں میں بھجواتے اور گائے کا گوشت ملحقہ گاؤں بھینی کے غریب لوگوں کو بجھواتے۔ میرے بھائی منصور احمد سیال بیان کرتے ہیں چونکہ بھینی کا گاؤں ہمارے بالکل قریب تھا اور گاؤں کے لوگ اکثر باغ سے پھل اور سبزیاں وغیرہ توڑ کر لے جاتے مگر ابا جان نے کبھی اُن کو نہیں ڈانٹا۔ اِسی طرح بچوں سے اگر کوئی غلطی ہو جاتی تو پوچھتے کہ کیا تم نے یہ کام کیا ہے۔ ہم اگر خاموش ہوجاتے تو پھر اصرار نہ فرماتے۔ بچے بہر حال بچے ہی ہوتے ہیں اور جب ہم عمر بہت سے بچے اکٹھے ہوں تو کچھ نہ کچھ شرارتیں اُن کی رنگ لایا ہی کرتی ہیں۔ ایک واقعہ تو میری آنکھوں کے سامنے کا ہے۔ موضع اٹھوال سے ہمارے ایک عزیز ہیں اُن کے چھوٹے بھائی قادیان میں پڑھتے تھے اور ہمارے گھر میں ہی رہتے تھے۔ ایک دن ہمارے باغ کے مالی جس کا نام فضل دین تھا جو کہ ٹھیکیدار بھی تھا اُس کے ساتھ جھگڑا ہوگیا اور اُن صاحب نے اُس مالی

صاحب سے بدلہ لینے کیلئے تجویزیں سوچنی شروع کیں اور آخر فیصلہ کیا کہ رات کو اِس باغ کا پھل توڑ کر گھر لے آئیں اور پھر یہ شخص پریشان ہوتا رہے گا چنانچہ اُن صاحب نے (جو کہ منصور بھائی کا ہم عمر تھا) منصور بھائی سے بات کی اور اپنی تجویز بھی بتائی۔ چونکہ وہ تو غصے میں تھے اور غیر تھے مگر منصور بھائی کی سادگی بھی دیکھئے کہ اپنے ہی باغ کے پھل کو تڑوانے پہ رضامند ہو گئے۔ آم کا موسم تھا اور طے یہ پایا کہ رات کو وہ صاحب باغ سے آم توڑیں گے اور ہمارا ایک سکھ نوکر ہوا کرتا تھا وہ آم سر پر اُٹھا کر گھر لائے گا اور گھر میں منصور بھائی اُس سکھ سے آم لیکر بستروں والے بڑے سے بکس میں ڈالتے جائیں گے۔ چنانچہ رات کو جتنے آم وہ توڑ سکتے تھے توڑتے گئے اور وہ سکھ نوکر لا لا کر منصور بھائی کو دیتا گیا۔ منصور بھائی اُس کو بکس میں ڈال کر اور بند کر کے آرام سے سو گئے صبح جب ہم لوگ اُٹھے تو میری بڑی بہن منیرہ کو گھر بھر میں آموں کی پھیلی خوشبو محسوس ہوئی۔ آپکو معلوم ہے کہ اتنے ڈھیر سارے آموں کی خوشبو بھلا چھپ سکتی تھی۔ بہر حال انہوں نے سٹور میں جا کر جھانکا تو منظر یہ تھا کہ بستر بکس سے باہر پڑے ہوئے ہیں اور آموں کی خوشبو سے کمرہ مہک رہا ہے۔ انہوں نے بکس سے ڈھکن اُٹھایا تو پورا بکس آموں سے بھرا ہوا تھا اور اوپر ایک لحاف ڈال کر آموں کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ وہ چپکی ہو رہیں بڑے پر اسرار طریق سے گھر میں گھبرائی گھبرائی پھرتی رہیں اتنے میں ابا جان دفتر جانے کیلئے اوپر سے اترے تو میری بہن منیرہ بیگم ابا جان کو ساتھ لیکر سٹور میں چلی گئیں اور ابا جان کو تمام آم دِکھا دیئے۔ میں بھی وہیں تھی مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن مجھے اندازہ ہو گیا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ ابا جان نے فوراً منصور بھائی کو طلب کیا اور پوچھا تو انہوں نے تمام واقعہ بتا دیا۔ منصور بھائی کی یہ عادت تھی کہ اگر شرارت میں شریک ہوتے تھے تو جب ابا جان پوچھتے تو فوراً بتا بھی دیتے۔ اگر کوئی پوچھتا کہ بھئی تم نے اتنی آسانی سے ابا جان کو سب کچھ بتا دیا تو آگے سے جواب دیتے

کہ میں کیا کرتا حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے۔ بہر حال ابا جان سب کچھ معلوم کر کے دفتر چلے گئے۔ 4 بجے دفتر سے واپسی پر پھر منصور بھائی اور ساتھی لڑکے جس کی اصل شرارت تھی طلبی ہوئی اور ابا جان نے اُن دونوں کو بلا کر کہا کہ تم لوگوں نے بڑا غلط کام کیا ہے۔ ٹھیکیدار جس نے ہم کو پوری رقم دے دی ہے اُس کو کتنا نقصان ہوگا۔ اب تم لوگوں کی سزا یہ ہے کہ جس طرح تم یہ آم لائے ہو اِسی طرح واپس باغ میں رکھ کر آؤ۔ چنانچہ اِن تینوں نے پھر سے وہی ڈیوٹی دی اور میرے ابا جان وہ تمام وقت رات کو اپنے گھر کی چھت کے اوپر ٹہلتے رہے۔ اِس واقعہ سے ابا جان کے حوصلہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح حوصلہ اور حکمتِ عملی سے معاملہ کو نمٹایا کوئی اور شخص ہوتا تو اُس لڑکے کی تو وہ شامت آتی کہ ساری زندگی یاد رکھتا اور منصور بھائی کی بھی خاصی شامت آتی مگر آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے معاملہ کو سلجھایا کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی دوسری طرف بچوں کو نصیحت بھی ہوگئی اور اُن کی عزتِ نفس کو بھی ٹھیس نہ پہنچی۔ اس وقت منصور بھائی شاید میٹرک میں پڑھتے تھے اور وہ دوسرا لڑکا غالباً مڈل میں پڑھتا تھا یعنی یہ نہایت چھوٹی سی عمر کا کارنامہ ہے۔

آپ کا بلند حوصلہ

آپکے بلند حوصلہ کے متعلق عزیزم ادریس نصر اللہ نے دو واقعات اور سنائے ہیں جو عرض کئے دیتی ہوں۔ عزیزم ادریس نصر اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا ایک دفعہ قادیان میں کچے امرود توڑ توڑ کر کھا رہا تھا ابا جان نے دیکھا تو فرمایا میاں اِن کو آگ میں بھون کر کھاؤ تو بہت مزیدار ہو جائیں گے۔ ادریس نصر اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ڈھیر سارے امرود توڑ لئے تا آگ میں ڈال کر بھون لوں۔ ابا جان نے اتنے سارے امرود ٹوٹے ہوئے دیکھے مگر کچھ نہ کہا۔ اور اسی طرح ایک دفعہ عزیزم حمید نصر اللہ نے

کیلے کے پودے جو باہر کے بڑے دروازے کے ساتھ لگائے گئے تھے آری لے کر سب
کو جڑ کے قریب سے کاٹ دیا۔ اتفاق سے ابا جان تشریف لے آئے اور دیکھ کر بس اتنا
فرمایا میاں یہ پھل دار پودے تھے اِس کے علاوہ کوئی بات نہیں کی!

تربیتِ اولاد

مندرجہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابا جان کس طرح غیر محسوس طور
پر تربیت اولاد کا دھیان رکھا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں جب قادیان گئی تو ایک جمعہ
کے روز میں نے ابا جان سے عرض کی کہ میں نے جمعہ کی نماز پڑھنے جانا ہے اُسوقت
کوئی بزرگ خاتون گھر میں نہ تھیں تو ابا جان نے فرمایا کہ جب آمنہ بیگم آئیں گی تو پھر
اُن کے ساتھ چلی جانا۔ یعنی اکیلی جانے سے روک دیا اسی طرح ایک دفعہ برآمدے میں
نعمت خانہ کے اوپر ایک رسالہ پڑا تھا باہر سے تشریف لائے اور رسالہ دیکھا اور خاموشی
سے پھاڑ کر پھر وہیں پر رکھ دیا اور کسی کو کچھ بھی نہیں کہا۔ اس رسالہ میں افسانے وغیرہ
تھے نام یاد نہیں کیونکہ اُس کو اباجان نے جب پھاڑ دیا تھا تو مجھ میں پھر ہاتھ لگانے کی
ہمت نہ تھی۔ یہ واقعہ خود میری آنکھوں دیکھا ہے۔

آپکی سادگی اور صفائی پسندی

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں آپ کی سادہ طبیعت کا تذکرہ ہو چکا ہے مگر جہاں
بھی سادگی کا ذکر ہوا ہے اُس سے یوں لگتا ہے جیسے آپکو اپنے لباس یا اپنے گھر بار طرز
رہائش کی بالکل بھی پرواہ نہیں تھی۔ یہ تاثر شائید درست نہیں ہے۔ تکلف اور تفاخر آپکا
مطمع نظر تو کبھی نہ تھا ہاں سادگی اور نفاست آپکا شعار تھا۔ لباس کے بارہ میں مجھے اچھی
طرح یاد ہے کہ لباس میں ہمیشہ لٹھے کی دھوبی کی دھلی ہوئی شلوار اور موسم کے لحاظ سے
قمیض یا ململ کا کرتہ۔ سفید مایا لگی ہوئی پگڑی اوپر اچکن یا کوٹ اور کالے رنگ کے بوٹ
پہنا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ گھر بھی اُس وقت کے لحاظ سے اچھا خاصا تھا۔ صاف ستھرا
گھر ہوتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ابا جان کو گھر کی صفائی کا اتنا خیال ہوتا تھا کہ
سردی ختم ہونے پر اپریل کے مہینہ میں گھر کی سفیدی کرواتے۔ پھر جوں ہی گرمیاں
ختم ہوتیں یعنی اکتوبر کا مہینہ آتا تو پھر پورے گھر میں سفیدی کرواتے۔ اِسی طرح مجھے
یہ بھی یاد ہے کہ اکثر ہم لوگوں سے فرماتے کہ تم لوگ کبھی کبھی سارا دِن باغ میں جا کر
رہا کرو تا گھر سے مکھیاں بھی نکل جائیں۔ عموماً یہ الفاظ ہوتے کہ تم گھر کو چھوڑو تو
مکھیاں بھی گھر کو چھوڑیں۔

کھانا مرغن پسند نہ فرماتے بلکہ زیادہ تر صحت مند کھانا پسند تھا۔ عموماً صبح ناشتے
میں دلیہ اور دودھ استعمال کرتے اِسی طرح دہی لسّی بھی پیتے ہمارے لئے زیادہ تر دودھ
پسند فرماتے۔ سبزیاں اور پھل بکثرت ہمارے گھر میں استعمال ہوتا۔ چائے ہمارے گھر
میں صرف برسات کے دِنوں میں بنتی تھی وہ بھی عموماً گھر میں بڑے ہی پیتے ہم بچوں
کو کم ہی دی جاتی۔ جب کبھی سیر کیلئے باہر نکلتے تو گھومتے پھرتے جہاں کہیں تھک کر

بیٹھنا ہوتا تو اپنے سر پر بندھا ہوا صافہ اُتار کر کھیت کے کنارے پہ ڈال کر بیٹھ جاتے پھر
جب اُٹھتے تو صافہ کو جھاڑ کر پھر کندھے یا سر پر رکھ لیتے۔ دادا جان جب دیکھتے تو
فرماتے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ فتح محمد کو ایم ۔اے کی ڈگری کس نے دے دی ہے ابا جان
کی عادت و طبیعت طبعی سادگی کی حامل تھی۔
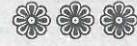
حضرت ابا جان کی سیرت کا ایک اور پہلو

بسا اوقات گھر میں سب افراد سارا دن اپنے اپنے کاموں میں اِدھر اُدھر
مصروف رہتے ہیں۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو وقت نہیں دے
پاتے مل بیٹھنے کیلئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ کھانا اکٹھے کھایا جائے اور حضرت رسول
کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ کھانا اکٹھے کھایا جائے اِس سے محبت بڑھتی ہے۔ چنانچہ ابا
جان کو اِس بات کا بھی ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ ہم لوگ کبھی بھوک کی وجہ سے یا نا سمجھی کی
وجہ سے کھانا کھا لیتے تو حضرت ابا جان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے میز اِسی لئے بنوائی
تھی کہ ہم سب مل کر کھانا کھائیں جبکہ گاؤں میں اب بھی یہ دستور ہے کہ کچن میں کھانا
تیار ہو رہا ہوتا ہے وہاں پہ ہی جس کو جب بھی بھوک لگی کھانا نکالا اور کھا لیا۔ لیکن آپس
میں مل بیٹھ کر کھانا کھانے میں جو لطف ہے وہ اکیلے کھانے میں نہیں ہے۔ سب مل کر
بیٹھتے ہیں تو کچھ ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی ہے کچھ گھریلو مسئلے زیر بحث آتے ہیں۔ انہی چھوٹی
چھوٹی باتوں سے آپس میں تعلق و محبت بڑھتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابا جان کی یہ خواہش
اور کوشش ہوتی تھی کہ کھانا اکٹھے کھایا جائے اور یوں مل بیٹھنے سے کھانے کے اداب
کے ساتھ ساتھ ابا جان کی پاکیزہ صحبت بھی میسر آجاتی تھی۔

روایات

محترمہ بھابھی جان
بیگم چوہدری صالح محمد صاحب سیال مرحوم

مندرجہ ذیل واقعات ہماری پیاری بھابھی جان نے امریکہ سے تحریر کر کے بھجوائے ہیں۔ یہ ایک بہو کے تحریر کردہ واقعات ہیں۔ اِس سے بھی آپکی سیرت کے کئی ایک پہلو عیاں ہوتے ہیں۔ بھابھی جان نے جو کچھ تحریر کیا ہے۔ میں من وعن اسے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں۔ اس میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو پہلے بھی تحریر ہو چکی ہیں۔ مگر دوبارہ جو تحریر میں آئیں گی۔ تواُس سے گذشتہ باتوں کی تصدیق ہوگی۔ میری بھابھی جان صفیہ بیگم صاحبہ حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم کی نواسی ہیں۔ ہمارے گھر میں یہ سب سے بڑی بہو بیاہ کر آئیں تھیں۔ اِس لئے اِن کو ایک مقام حاصل ہے۔ ہم سب اس وقت چھوٹے چھوٹے تھے۔ اِس لئے ہم سب کو آپ کے ساتھ ایک خاص لگاؤ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی ساری اولاد کو نیک اور خادم دین بنائے رکھے۔ آمین آپ فرماتی ہیں کہ میں آج حضرت ابا جان کے واقعات لکھنے بیٹھی ہوں تو آنسوؤں کی جھڑی سی لگ گئی ہے۔ میں مئی ۱۹۴۳ء میں شادی ہو کر ابا جان کے گھر آئی۔ اُن کے ساتھ قادیان میں 4 سال رہنے کا موقع ملا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی ۱۹۵۰ء تک ایک ساتھ رہے۔ میں نے ابا جان کو انتہائی منکسر المزاج اور حلیم الطبع پایا۔ ابا جان کو تازہ اور کھلی ہوا و کھلی جگہ اور صفائی بہت پسند تھی۔ ابا جان کا گھر کھیتوں کے بیچ میں تھا۔ صبح صبح باہر نکل جاتے کھیتوں اور باغ میں چلتے پھرتے مالی اور دیگر خادموں کو ہدایات دیتے۔ ارد گرد کے گاؤں کے لوگ گھر کے باہر اکھٹے ہو کر بیٹھے ہوتے۔ اُن کے ساتھ بیٹھ کر اُن کے معاملات سلجھاتے' مشورے دیتے اُن کے
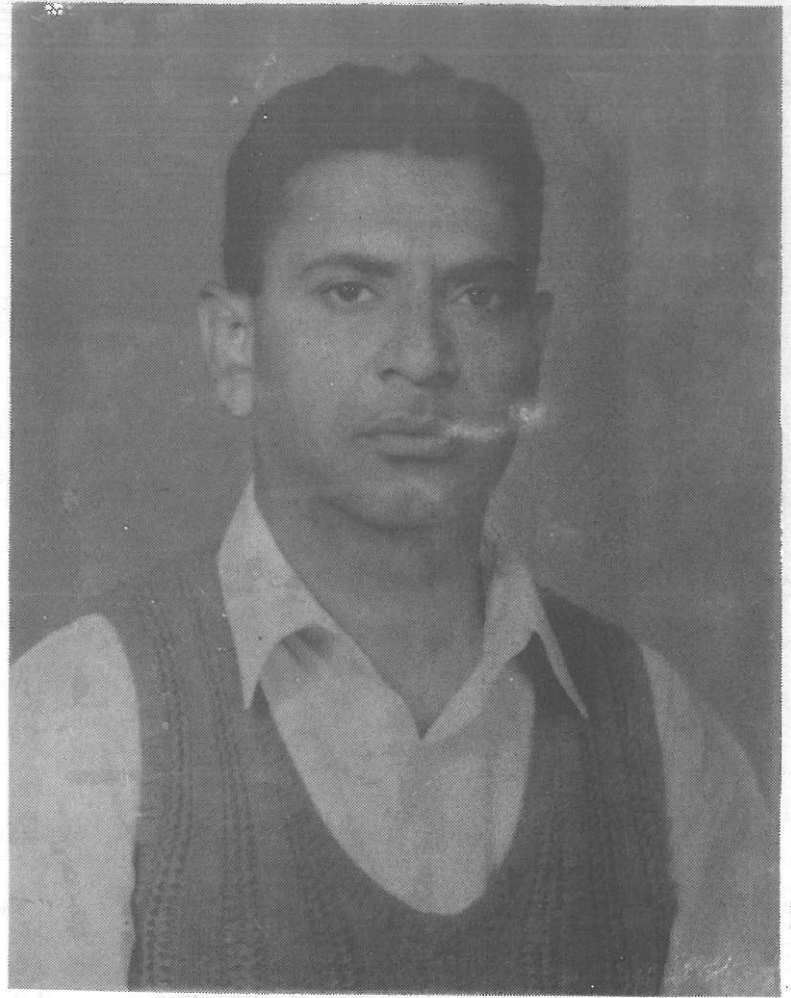
مکرم صالح محمد صاحب سیال مرحوم

آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے

مقدمات کے حل کیلئے عدالتوں میں بھی جاتے۔ یہ لوگ زیادہ تر سکھ زمیندار ہوتے تھے۔ آپ لباس انتہائی سادہ پہنتے۔ گرمیوں میں سفید ململ کا کرتہ شلوار، سر پر پگڑی ہوتی جوتے ہر قسم کے پہن لیتے۔ نہایت کم گو تھے اگر کہیں کاغذ گرا ہوا دیکھتے تو اُٹھا لیتے اور اُس کو پڑھتے اور پھر کسی اونچی جگہ پر رکھ دیتے۔ گرمی ہو یا سردی بچوں کو چھٹی کے دن گھر میں بیٹھنے نہیں دیتے تھے کہتے تھے گھر سے نکلو باغ میں گھومو، پھرو، تازہ ہوا کھاؤ اور کمروں کی سب کھڑکیاں دروازے کھول دو تاکہ گھر میں بھی صاف ہوا آئے۔

ایک دفعہ کراچی تشریف لائے بلڈنگیں اور فلیٹ دیکھ کر فرمانے لگے یہ انسانوں کے رہنے کیلئے نہیں بلکہ چوہوں کے بل بنائے گئے ہیں۔ گھر میں تشریف لاتے تو صحن میں جو بھی چیز بیٹھنے کی ہوتی بلا تکلف بیٹھ جاتے اور ہم لوگوں سے بات چیت کرتے رات کا کھانا جلد کھا لیتے مغرب کی نماز کیلئے تیسری منزل پہ چلے جاتے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں اوپر ہی ادا کرتے جلدی سو جاتے اور آدھی رات کو اُٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ صبح کی اذان کے بعد ایک ایک بچے کو بلند آواز سے پکارتے اور نماز کیلئے بیدار کرتے۔ جب بھی کسی کو پکارتے تو پورا نام لیتے کبھی کسی کا نام بگاڑ کر نہیں لیا۔

بہت ہی سادہ غذا پسند تھی۔ دودھ بہت پسند فرماتے۔ بچوں کو بھی دودھ پینے کی ہدایت کرتے۔ دہی، مکھن اور تازہ سبزیوں سے رغبت تھی۔ بھنے ہوئے مصالحے دار گوشت کو پسند نہیں فرماتے۔ صبح جب باہر جاتے تو کھیتوں سے نہایت ملائم اور چھوٹی چھوٹی سبزیاں توڑ کر لاتے اور فرماتے کہ اسکو بھون کر صرف سیاہ مرچ اور نمک ڈال دو۔ اُسکو شوق سے کھاتے۔

دین کے کاموں کیلئے ہر وقت چوکس رہتے۔ مگر دنیاوی کاموں کی اور اپنی ذات کی زیادہ پروا نہیں کی بلکہ دنیا کے اکثر کام بھول جاتے۔ ٹرین میں سفر کرتے تو بستر بھول جاتے یا بکس چھوڑ آتے۔ اگر وقت پر کھانا یا ناشتہ دے دیا تو کھا لیتے ورنہ کبھی کبھی

بغیر ناشتہ کے نکل جاتے۔ اِسی طرح غسل خانے میں صاف کپڑے لٹکا دیئے تو پہن لیتے ورنہ وہی کپڑے پہن لیتے۔ کبھی کسی سے کچھ نہیں کہا۔ بچوں کو ڈانٹتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ جو بات کہنی ہوتی آرام سے پاس بُلا کر کہہ دیتے۔ میرے بچے بچپن میں بہت صحت مند تھے انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے بڑے پیار سے اُنکو دیکھتے رہتے اور مسکراتے رہتے۔ کبھی زور سے قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ جب زیادہ خوش ہوتے تو مسکراتے رہتے۔ بچوں کی صحت کے متعلق ہمیشہ اہم ہدایات دیتے تھے۔ جب آپکا پہلا پوتا پیدا ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ شدید سردی میں رات بارہ بجے اپنے گھر سے میرے میکے میں آکر اپنے پوتے کے کان میں اذان دی اور گھٹی بھی دی نیز شاہد نام رکھا۔ یہ نام حضرت سیدہ اماں جان مرحومہ نے (اللہ تعالیٰ اپنے قرب میں جگہ دے) جب میری پہلی بیٹی عزیزہ شاہدہ کو گود میں لیا اور فرمایا اب اس کے بھائی ہوگا تو اُس کا نام شاہد رکھنا۔ جب شاہد 4 سال کا ہوا اور اِس کو سکول میں داخل کرنے کا مرحلہ آیا تو فرمایا ذرا بڑا ہو جانے دو تاکہ مکمل اعتماد کے ساتھ پڑھ سکے۔ جب ۱۹۴۷ء کے فسادات شروع ہوئے تو میں بہت ڈرتی اور گھبراتی تھی۔ اس لئے بھی کہ گھر شہر سے دور تھا اور ارد گرد کھیت ہی کھیت نظر آتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک مومن کو دس کافروں پر حاوی کیا ہے۔ ہم انشاء اللہ کافروں پر حاوی ہوں گے۔ تم گھبراؤ نہیں۔ جب انڈیا کی جیل میں رہے تو گورداسپور ضلع کے سکھ آپکو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ آپ کی غذا دوائیوں کا بڑا دھیان رکھتے گھر سے کھانا پکوا کر لاتے۔ پھل دودھ بھی مستقل پہنچاتے اِسی طرح سردیاں آئیں تو گھر سے نیا بستر بھی لا کر دیا۔ جب جیل سے رہا ہو کر آئے تو صحت بہت اچھی تھی۔ لگتا نہیں تھا کہ جیل سے رہا ہو کر آئے ہیں۔

حضرت ابا جان کو قیدیوں کو خوب تبلیغ کا موقع بھی ملا اور بہت سے لوگ احمدی بھی ہوئے۔ اِس سے آپکے بلند اخلاق، صائب الرائے اور انسانوں سے محبت و

خلوص کا پتہ چلتا ہے۔ اپنے عزیزوں رشتہ داروں کے ساتھ بھی بڑے ہی حسن سلوک کا برتاؤ رکھتے ۔ آپ نے ***Mohmmadan Anglo Oriental College*** سے ایم۔اے کیا تھا۔ اُس زمانے میں یہ کالج الہ آباد یونیورسٹی سے منسلک تھا۔ ابا جان اُس یونیورسٹی کے انیسویں[19] طالب علم تھے۔ یہی کالج بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہوا۔

میرے میاں نے ایک دفعہ مجھے ابا جان کے متعلق بتایا۔ مفہوم میرے ذہن میں ہے وہ لکھ رہی ہوں ابا جان نے جب حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا زمانہ طالب علمی سے ہی بٹالہ (یہ فاصلہ 11 میل کا تھا) سے قادیان کبھی پیدل اور کبھی تانگہ پر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دسمبر کا مہینہ تھا اور بارش زوروں پر تھی۔ ابا جان رات کو قادیان پہنچے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دیار کا دروازہ کھٹکھٹایا تو حضورؑ نے خو، دروازہ کھولا اور فرمایا میرے دِل میں تھا کہ کوئی مہمان آرہا ہے اتنی بارش میں اور میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اِس مہمان کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔ میں انتظار میں تھا کھانا بھی نہیں کھایا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ نے آپکے ساتھ کھانا کھایا اور اِس میں خاص بات یہ تھی کہ کپڑوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ اتنی طوفانی بارش میں اتنا طویل سفر طے کر کے آئے ہیں حالانکہ کپڑے گیلے ہونے سے بیمار ہونے کا خطرہ بھی تھا۔

آپ نے اپنی تمام تر زندگی خدمت دین میں گذار دی۔ آپ بانی سلسلہ احمدیہ اور خلیفہ وقت کے عاشق اور شیدائی تھے۔ انتہائی شریف النفس، غریب پرور، جری اور متوکل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

اعتبار اتنا کرتے کہ حیرت ہوتی ہے۔ آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ ہمیں بعض دفعہ پیسوں کی ضرورت ہوتی اور ہم کہتے چوہدری صاحب ہمیں تنخواہ دے دیں تو جیب

میں ہاتھ ڈال کر رقم عنایت فرما دیتے۔ کبھی پلٹ کر نہ پوچھتے کہ تم تو تنخواہ لے چکے ہو۔ اس طرح کبھی کبھی ہم مہینہ میں دو دفعہ بھی تنخواہ لے لیتے۔ اللہ اللہ کیا سادگی تھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کی نسلوں کو بھی اِسی طرح احمدیت کا فدائی بنائے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین
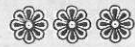
تاثرات

بیگم چوہدری مقبول احمد صاحب شیخوپورہ

اب میں اپنی پیاری بہن منیرہ بیگم چوہدری مقبول احمد صاحب شیخوپورہ کے خیالات و تاثرات بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہوں۔ میں نے جب حضرت ابا جان کی سیرت تالیف کرنے کا ارادہ کیا تو میری اس بہن نے سب سے پہلے میری آواز پہ لبیک کہتے ہوئے بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور بڑا ہی خلوص و محبت سے بھرپور جواب دیا۔ انکا ایک ایک لفظ ابا جان کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔ ویسے تو جس بھی عزیز سے میں نے رابطہ کیا اس نے نہایت ہی ادب و احترام سے ابا جان کی خدمت میں اپنی اپنی عقیدت کے پھول نذر کئے ہیں۔ میں سب کے جذبات کو صفحہ قرطاس پہ نقش نہیں کرسکتی وہ تو صرف اور صرف سنے اور محسوس کئے جاسکتے ہیں لیکن جو بات تحریر میں آجاتی ہے اُس کو سب پڑھنے والے محسوس کر سکتے ہیں۔ میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہوں۔ بہر حال میری بہن نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ اُن کے ہی الفاظ میں پیش خدمت ہیں وہ لکھتی ہیں۔

خاکسار بچپن سے ہی اپنی بڑی ہمشیرہ آپا آمنہ مرحومہ زوجہ چوہدری عبداللہ خان صاحب کے زیر سایہ رہی اور قادیان میں تعلیم بھی نہ حاصل کر سکی اور نہ زیادہ وقت وہاں رہی اسلئے کچھ زیادہ نہ لکھ سکتی ہوں۔ ہاں کبھی کبھار قادیان جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ (آپ بھی اپنی والدہ صاحبہ کی وفات کی وجہ سے ابا جان سے زیادہ قریب نہ رہ سکیں۔)

اور حضرت ابا جان کا جو تاثر میرے ذہن میں ہے وہ نہایت سادہ شریف النفس

اور شفیق ہستی کا ہے۔ میں نے اُنکو گھر میں اکثر وضو کرتے پایا۔ گھر میں آتے تو وضو کرتے گھر سے جاتے تو وضو ضرور کرتے۔ اُس وقت تو مجھے علم نہ تھا مگر اب سمجھ آتی ہے وہ ہر وقت باوضو ہی رہنا چاہتے تھے۔

قادیان ہمارے گھر میں اکثر آپ کے بھانجے بھتیجے تعلیم کے حصول کیلئے آکر ٹھہرتے۔ وہ اُن سے نہایت عمدہ اور محبت کا سلوک روا رکھتے کھانا تو وہی جو گھر میں پکتا تھا کھاتے مگر اِس کے علاوہ اُنکو ہدایت تھی کہ وہ جب بھی چاہئیں بھینسوں کا دودھ دوھ کر پی سکتے ہیں اور باقی ماندہ دودھ وہ گھر میں بھجوا دیا کریں۔ اِس سے ابا جان کی کوشش ہوتی کہ جو کمی کھانے وغیرہ سے رہ جاتی اِس طرح پوری ہو جائے اور اِس ہدایت پر عمل بھی کراتے تھے۔

جلسہ سالانہ پر اکثر قادیان جانے کا اتفاق ہوتا۔ ہمارے گھر کے عقبی حصہ میں ایک لمبی چوڑی گیلری تھی جس کا تعلق اندر سے بالکل نہ تھا اُسکی خوب صفائی کروائی جاتی اور تمام گیلری میں پرالی لا کر ڈال دی جاتی۔ اُس کے اوپر گھر کے اچھے بستر ڈلوا دیئے جاتے تاکہ مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ چند ایک اپنے بستر بھی ہمراہ لے آتے۔ لڑکوں کی ڈیوٹیاں لگ جاتیں کہ اُن کا خیال رکھا جائے۔ وقت پر کھانا اور چائے سے اُنکی خاطر و مدارات ہو۔ اُن دنوں میں ہماری ایک پھوپھی جان عائشہ بیگم صاحبہ مرحومہ کو جلسہ سے چند دن پہلے بلوالیا جاتا کہ وہ باورچی خانہ کا انتظام سنبھال لیں۔ وہ گھر میں کھانا بھی پکواتیں اور لنگر کا کھانا تقسیم بھی فرماتیں۔ مہمان زیادہ تر حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر کا کھانا ہی پسند کرتے۔ کہتے جو مزا لنگر کی دال روٹی میں ملتا ہے وہ گھر کے کھانے میں کہاں۔ لنگر کے کھانے کے متعلق ابا جان کی ہدایت تھی کہ فالتو بالکل نہ منگوایا جائے۔ جتنے مہمان ہوں اُتنی پرچی بھجوائی جائے۔ ایک بھی فالتو نام نہ ہو پھر احتیاط سے تقسیم کیا جائے۔

ایک مرتبہ پھوپھی جان کے پاس ایک دو دن کی روٹی کے ٹکڑے جمع ہو گئے تو بھینسوں کے آگے ڈلوا دیئے وہ کسی طرح آتے جاتے ابا جان نے دیکھ لئے. گھر آکر پوچھا تو پھوپھی جان نے وضاحت کی کہ مہمانوں نے جو ٹکڑے بچا دیئے وہ سوکھ گئے تو میں نے بھینسوں کیلئے بھجوا دیئے۔ ابا جان نے اظہارِ ناراضگی کیا اور کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر کے ٹکڑے بھی بابرکت ہیں آپ نے رات کو پانی میں بھگو چھوڑنے تھے اور صبح جب نرم ہو جاتے گھی لگا کر بچوں کو ناشتہ میں دینے تھے۔ بہر حال پھوپھی جان نے معذرت کی اور آئندہ احتیاط کرنے کا وعدہ کیا۔

ہمارا گھر محلہ دارالانوار میں سٹیشن کے قریب تھا اور گاڑیوں کے آنے جانے کا ہمیں اندازہ تھا جلسہ سالانہ کے دنوں میں جب کوئی گاڑی آتی ہم بچے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاتے اور بہت دعائیں کرتے کہ اللہ میاں ہمارے گھر میں سب سے زیادہ مہمان آئیں۔ جب مسافروں کا ابنوٗہ ہمارے گھر سے آگے گذر جاتا تو ہمیں بہت افسوس ہوتا اور ہم سب کے منہ لٹک جاتے۔

قادیان میں جلسہ کے دنوں میں شدید سردی ہوتی۔ ہمارے اکثر بستر تو مہمانوں کیلئے وقف کر دیئے جاتے اور ہم سب کو دو دو ہو کر سونے کیلئے کہا جاتا۔ میں اور شافی اکٹھے سوتے مگر رضائی نام کی کوئی چیز نہ ہوتی بس کپڑا سا ہوتا اور روئی کہیں کہیں ہوتی۔ اب سردی کم ہو تو کیسے؟ ایک دفعہ ہم نے ترکیب سوچی کہ منہ اندر کر کے خوب زور زور سے سانس لیں اور پھونکیں مار مار کر رضائی کو گرم کیا جائے۔ ہم نے باری باری زور زور سے پھونکیں ماریں اور اِسی عمل کو دہراتے ہوئے نیند آگئی۔

ایک واقعہ جو بھائی جان عبد اللہ خان صاحب اکثر سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ بھائی جان' آپا آمنہ تینوں بچے اور میں قصور سے قادیان گئے ابا جان گھر سے باہر بیٹھے اخباروں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ہم سب بھی وہاں اُتر گئے اور ملاقات کی ابا جان فرمانے

لگے عبد اللہ خان یہ تینوں تو تمہارے بیٹے ہیں مگر یہ لڑکی ساتھ کون ہے؟ بھائی جان نے سمجھا کہ ابا جان مذاق کے موڈ میں ہیں کہا بھلا آپ بتائیں تو ابا جان نے کہا چوہدری شاہ محمد کی بیٹی ہے۔ بھائی جان نے انکار کیا تو کہنے لگے محمد عمر کی بیٹی ہے۔ اِسی طرح چند اور عزیزوں کے نام لئے تو اُنکوں یقین ہو گیا یہ مذاق وغیرہ ہر گز نہیں تب بھائی جان نے کہا کہ یہ تو منیرہ ہے تو فرمانے لگے کتنی بیوقوف لڑکی ہے۔ گم صُم کھڑی بتلاتی نہیں کہ میں آپکی بیٹی ہوں۔ اللہ اللہ سادگی کی انتہا ہے۔ دین کے کاموں میں ایسے مصروف کہ بچوں کو بھی نہیں پہنچانتے تھے۔

۱۹۴۵ء کی گرمیوں کا واقعہ ہے کہ ہمارے بڑے بھائی صالح محمد سیال کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ صالح بھائی کے پاس ایک چھوٹا سا ریڈیو تھا کوئی رات کے بارہ بجے کا وقت تھا بھابھی جان بھائی اور ہم چند لڑکیاں صحن میں بیٹھے ریڈیو سن رہے تھے ابا جان اچانک اوپر سے اُتر آئے کہنے لگے میں تہجد کیلئے اُٹھا ہوں اور یہاں گانے سنے جا رہے ہیں۔ صالح بھائی نے کہا ابھی تہجد کا وقت نہیں ہوا ابا جان نے فرمایا بہر حال میں ہر گز پسند نہیں کرتا کہ میرے گھر میں فلمی گانے سنے جائیں۔ انہوں نے وہ ریڈیو اُن کے ہاتھ سے پکڑ لیا اور اتنی زور سے گھمایا کہ دیوار سے دور پار کہیں گر گیا۔ اُس کے بعد دوبارہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔

۱۹۴۷ء کا پرُآشوب سال شروع ہو چکا تھا میں تعلیم کے سلسلہ میں اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور میں تھی مارچ کے مہینہ میں لاہور میں ہندو مسلم فسادات عروج پر تھے۔ جماعت کے نظام کے تحت ہم احمدی لڑکیوں کیلئے مرکز سے ایک جیپ آئی جو ہم سبکو اکٹھا کر کے قادیان لے گئی خیال تھا کہ تحصیل بٹالہ میں چونکہ مسلم اکثریت ہے۔ اِس کا الحاق پاکستان سے ہوگا۔ قادیان میں اور بھی بہت سی مستورات اِردگِرد کے دیہات سے حفاظت کے پیش نظر آگئی تھیں۔

ہم لوگ آپنے گھر میں تھے ابا جان کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی اِس لئے وہ صبح ہی صبح چوہدری محمد شریف صاحب باجوہ کے ہمراہ گھر سے نکل جاتے اور شام گئے گھر لوٹتے۔ بہت خاموشی سے کام کرتے اور ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا۔ بارہ ستمبر کی رات اطلاع آئی کہ ہزارہ سنگھ تھانے دار نے ابا جان اور چوہدری محمد شریف صاحب باجوہ کو تھانے بلا لیا ہے اور اُنکو وارنٹ گرفتاری دکھا کر روک لیا ہے۔ ہمیں ابا جان نے پیغام بھجوایا کہ ایک ہلکا سا بستر دو جوڑے کپڑے ایک جائے نماز اور لوٹا بھجوا دیا جائے۔ ہم نے ویسے ہی کیا۔ بعد میں پتہ چلا اِن دونوں کو گرفتار کر کے قادیان سے کہیں باہر بھجوا دیا گیا ہے۔ اِس طرح آپکو اسیر راہِ مولا ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ میرے بھائی منصور احمد سیال جنکی عمر اسوقت تقریباً ۱۸، ۱۹ سال کی تھی اور خدام الاحمدیہ کے ممبر تھے حفاظت مرکز کے لئے مقرر کئے گئے۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی مظفر احمد سیال جنکی عمر اسوقت صرف پندرہ سال تھی ایک اماں نواب بی بی جو گھر میں کھانا پکایا کرتی تھیں گھر میں رہ گئے۔ دو چار روز گذرنے کے بعد صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) تشریف لائے ہمیں تسلی و تشفی دی اور فرمایا کہ آپ لوگوں کو چند دن کے اندر لاہور جانا ہوگا۔ کانوائے تیار ہو رہا ہے۔ جس میں صرف عورتیں اور بچے ہونگے۔ چھت پر احمدی مرد ہونگے۔ کچھ ابا جان کی گرفتاری اور پھر قادیان سے بچھڑنے کا غم برداشت نہ ہوتا تھا۔ روانگی کے وقت صرف ایک جوڑا تھا جو پہنا ہوا تھا۔ گھر اور گھر کا سارا سامان ویسے ہی چھوڑا۔ گھر کے دروازے تک نہ بند کئے اور بس میں سوار ہوگئے۔ شام تک بس کھچا کھچ بھر گئی تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ بس بٹالہ کی طرف روانہ ہوگئی اور ہمیں بھُنے ہوئے چنے کھانے کیلئے مل گئے۔

بٹالہ پہنچنے تک شام گہری ہوگئی بس والوں نے آگے جانے سے انکار کردیا۔ کیونکہ رپورٹ ملی تھی کہ اِس سے پہلے کانوائے امرتسر میں سکھوں نے لوٹ لیا ہے۔

حالانکہ ہماری بس کے آگے پیچھے ملٹری پولیس بھی تھی پھر بھی انہوں نے آگے جانے سے انکار کر دیا چنانچہ بس کو بٹالہ سے دور کہیں پڑاؤ ڈالنا پڑا ہم تمام رات وہاں رُکے رہے اور دعاؤں میں مصروف رہے۔ سحری کے وقت دوبارہ سب سواریوں کو بٹھایا گیا۔ اِس طرح منہ اندھیرے ہم امرتسر سے گذر گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے ہمارا قافلہ امرتسر سے خیر وعافیت سے گذر گیا اور ہمارا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ دس گیارہ بجے کے قریب ہم لاہور پہنچ گئے۔ یہ حضرت مصلح موعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کا بہت بڑا کارنامہ تھا کہ اتنی عورتیں اور بچوں میں سے ایک فرد بھی ضائع نہ ہوا اور سب کو قادیان سے لاہور پہنچا دیا گیا۔

لاہور کے رتن باغ میں حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ اور اُنکا عملہ ہمارے استقبال کیلئے موجود تھا۔ ہاتھ منہ دھویا کھانا تیار تھا سب نے کھانا کھا لیا تو اِس کے بعد اعلان ہوا جن کے رشتہ دار آگئے ہیں وہ اُن کے ساتھ چلے جائیں اور جن کا کوئی رشتہ دار لاہور میں نہیں ہے وہ ٹھہر سکتے ہیں۔

ہمارے پھوپھی زاد بھائی لاہور میں تھے وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور چند دن بعد پھوپھی جان عائشہ بیگم کے گھر لدھیکے لے گئے اور بھائی مظفر سیال کو جوڑا میں چھوڑ دیا پھر آپا آمنہ بیگم صاحبہ ٹاٹا نگر سے لاہور آگئیں تو انہوں نے ہم کو لاہور بلالیا۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ ابا جان ابھی تک جالندھر جیل میں ہیں۔ کبھی کبھار اُنکا خط ملتا تسلی دیتے اور لکھا ہوتا کہ مجھے رویاء میں دکھلایا گیا ہے کہ میں خیریت سے گھر آجاؤں گا۔ انشاء اللہ خدا خدا کر کے اپریل ۱۹۴۸ء آگیا تو پتہ چلا کہ ہندوستان و پاکستان کے قیدیوں کا آپس میں تبادلہ ہوا ہے۔ اُس میں حضرت ابا جان پاکستان آگئے ہیں۔ ابا جان الیکشن لڑ کر M.L.A منتخب ہوئے اور پھر بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اسلئے نواب آف ممدوٹ جو اُن دِنوں وزیر اعلیٰ تھے اور میاں ممتاز دولتانہ وزیر خزانہ تھے کی کوشش تھی کہ ابا جان مزید

ایک دِن بھی جیل میں نہ رہیں۔ اِن دونوں اصحاب کی کوشش سے کاغذات جلد تیار ہوگئے۔ ہم سب عزیز و اقارب ابا جان کو لینے کیلئے کوٹ لکھپت جیل گئے۔ مگر ہماری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ اباجان نے گھر آنے سے انکار کر دیا کہ جب تک میرے اِن سب ساتھیوں کا جو میرے ساتھ جیل میں رہے ہیں انتظام نہیں ہو جاتا میں اکیلا کیسے چلا جاؤں؟

تقریباً ۵۸ وہ لوگ بھی تھے جو جیل میں احمدی ہوئے تھے۔ ہم تو بغیر ابا جان کے گھر آگئے مگر پھر نواب آف ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ کے سمجھانے پر کہ پہلے آپ تو باہر آئیں پھر اُن کیلئے بھی کوشش کرتے ہیں تب آپ جیل سے باہر تشریف لائے!
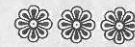
حضرت سیدہ اماں جان سے ملاقات

دوسرے ہی دن صبح آپ حضرت مصلح موعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اور حضرت اماں جان کی ملاقات کیلئے رتن باغ چل پڑے۔ جب حضرت اماں جان کے ساتھ ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو خوش قسمتی سے میں ساتھ تھی حضرت اماں جان سیڑھیوں پر تشریف فرما تھیں۔ حضرت اماں جان بڑی سی چادر لیکر اوپر کی سیڑھی پر بیٹھی تھیں۔ ابا جان نے آنکھیں اُٹھا کر دیکھا تک نہیں صرف آپکے قدموں میں جھک گئے اور ہچکیاں بندھ گئیں۔ بار بار صرف ایک ہی جملہ سنائی دیتا

"اماں جان میں تہاڈا پُتر آں"

اماں جان میں تہاڈا پُتر آں

حضرت اماں جان بھی کمال شفقت سے داہنے ہاتھ سے ابا جان کا کندھا سہلاتی

رہیں۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ جو میں سمجھ سکی وہ یہ تھا کہ میں صرف آپکی اور حضرت مصلح موعود کی دعاؤں سے رہائی پا سکا ہوں۔ یہ واقعہ میرے دِل پر گہرا اثر چھوڑ گیا۔ حضرت اماں جان جس شفقت سے پیش آئیں اس سے یہی احساس ہوتا تھا کہ آپ اباجان کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔

❀❀❀

ربوہ کا جلسہ سالانہ

۱۹۴۹ء اپریل میں جب ربوہ کے جلسہ سالانہ کا موقعہ آیا تو حضرت والد صاحب حضرت مصلح الموعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے حکم پر ربوہ چلے گئے اور تا وفات فروری ۱۹۶۰ء تک وہیں پر قیام فرمایا۔ ابا جان نے کیونکہ زندگی وقف کی ہوئی تھی اسلئے زیادہ وقت دعوت ِ الیٰ اللہ میں ہی گذرتا۔ اُس کام کیلئے کسی موقع یا وقت کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدا داد ملکہ عطا فرمایا تھا صاف و سادہ الفاظ میں بات کرتے اور سامعین دو چار ملاقاتوں میں ہی قائل ہو جاتے۔ بے شمار لوگوں نے آپکے ذریعے احمدیت قبول کی۔

میری شادی دسمبر ۱۹۴۹ء میں شیخوپورہ میں ہوئی۔ ابا جان ربوہ سے دورہ کیلئے جاتے اور لاہور جانا ہوتا تو شیخوپورہ میں میرے پاس نصف گھنٹہ کیلئے رُک کر جاتے۔ ہمارا پرانا گھر سرگودھا لاہور روڈ پر واقع تھا۔ کھانے کیلئے میں اصرار کرتی مگر اُن کا کھانا جو کہ بیسن کی روٹی اور پھل پر مشتمل ہوتا گاڑی میں ہی ہوتا۔ شوگر کے مریض ہونے کی وجہ سے دودھ کا ایک گلاس جو بغیر چینی کے ہوتا پی لیتے۔

جب بھی تشریف لاتے تو تھوڑی دیر کیلئے کہیں چلے جاتے۔ آخر ایک دِن میں

نے پوچھ لیا کہ ابا جان میرے علاوہ یہاں پر آپ کا اور کون ہے؟ جسے آپ ملنے جاتے ہیں۔ تو اُنھوں نے فرمایا "پہلوان" جو چوہدری محمدؐ صدیق ایڈوکیٹ کے والد صاحب ہیں میرے ساتھ جیل میں رہے ہیں۔ اُنھوں نے بیعت بھی کی تھی۔ میں اُنکو ملنے جاتا ہوں۔ کیونکہ ہم نوماہ ایک دوسرے کے ساتھی رہے ہیں اور اُنکو اُنکا وعدہ بھی یاد دلاتا ہوں۔ فروری ۱۹۶۰ء میں آخری بار تشریف لائے تو کچھ جلدی میں تھے۔ کہنے لگے میں چوہدری غلام قادر صاحب اوکاڑاہ والے کے لڑکے کے ولیمے میں جا رہا ہوں۔ واپسی پر دیر ہو جائے گی۔ میں ربوہ جلد پہنچنا چاہتا ہوں اور کل سے رمضان بھی شروع ہو رہا ہے اور مجھ سے یوں جلدی میں رخصت ہوگئے۔ دوسرے ہی دِن ربوہ سے اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت ابا جان رحلت فرما گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اطلاع ملتے ہی ہم فوراً ربوہ کیلئے چل پڑے مگر ابا جان تو فوت ہو چکے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز انتظام پر مامور تھے۔ ہماری بھابھی صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے سب افراد' جماعت احمدیہ ربوہ کے بے شمار مرد و زن موجود تھے۔ ہم سب کیلئے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپکے درجات کو بہت بلند فرمائے' ہم سب کا انجام بخیر ہو۔ آمین اللّٰہم آمین

منیرہ بیگم

شیخوپورہ
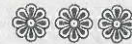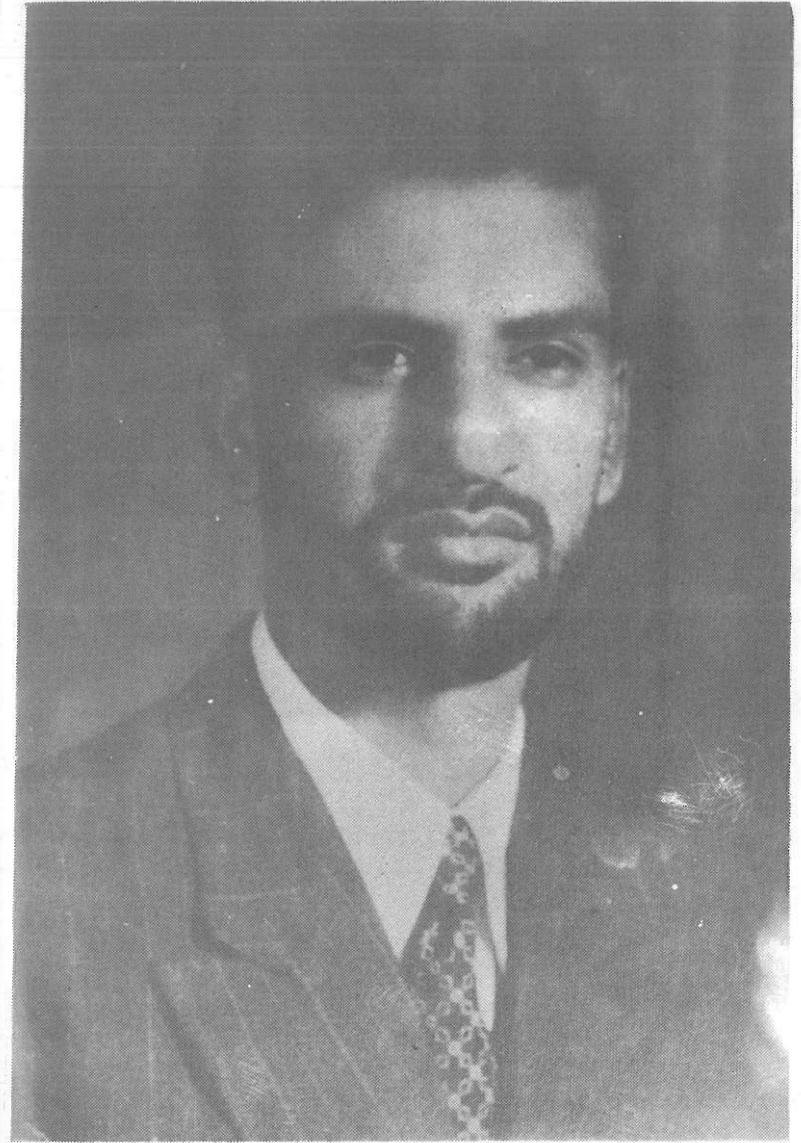
چودھری ناصر محمد سیال ابن چوہدری فتح محمد سیال صاحب جن کو
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا شرف دامادی حاصل ہے

آپ کے تیسرے صاحبزادے میجر منصور احمد سیال

تاثرات

میجر منصور احمد صاحب سیال

اب میں اپنے بھائی میجر منصور احمد سیال کے تاثرات و محسوسات بیان کرنا چاہوں گی۔ جن دنوں پاکستان بنا تو ہمارے بڑے بھائی صالح محمد سیال اُن دِنوں سندھ کی زمینوں پر مصروف تھے۔ اُن سے چھوٹے بھائی ناصر محمد صاحب سیال امریکہ میں تھے تو حضرت ابا جان جب گرفتار ہوئے اور اُنکو جالندھر لے جایا گیا۔ منصور بھائی جن کی عمر اُس وقت بہت کم تھی انہوں نے بھاگ دوڑ کر کے تمام اہم کام سرانجام دیئے اور آپ بڑی ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے تمام کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُس پر آشوب زمانہ میں ابا جان کو ملنے کیلئے اور اُن کی ضرورت کی چیزیں اُن تک پہنچانے کیلئے ہندوستان بھی جاتے رہے۔ خیر اب میں اُس مضمون کی طرف آتی ہوں جو منصور بھائی نے بیان کیا۔ ۴۷-۱۹۴۶ء کا زمانہ بڑا کٹھن تھا اور اُس وقت ابا جان قادیان کے ارد گرد کے دیہات میں جاتے۔ وہاں پر سب لوگوں سے ملاقات کرتے۔ سکھوں، مسلمانوں سے ملاقات کرتے اُن کے حالات معلوم کرتے اور سمجھاتے کہ ہم نے مسلمان علاقوں میں فساد نہیں کرنا۔ آپس میں لڑنا نہیں ہے بلکہ اتفاق سے رہنا ہے۔ اُن دنوں حضرت ابا جان کا یہ معمول تھا کہ صبح ایک مسجد میں جاتے وہاں نماز پڑھنے کے بعد بیٹھ جاتے اور مسجد میں حاضر لوگوں سے ملکی حالات پر بات چیت کرتے۔ لوگوں کو حوصلہ دلاتے۔ حفاظت کے طریق بتاتے۔ اُن سے مشورہ لیتے اُنکو مشورہ دیتے اور پھر اگلے دیہات میں چلے جاتے شام تک تین چار دیہات کا دورہ کر کے واپس آتے تو شام کی نماز کسی دوسرے محلے کی بیت میں پڑھتے اور پھر وہاں وہی عمل دہراتے یوں روزانہ کسی نہ کسی

نئی بیت میں نماز پڑھتے تھے۔ آپ کی شخصیت اتنی اثر انگیز تھی کہ جب تک آپ بیت میں بیٹھے رہتے تمام لوگ بھی بیٹھے رہتے۔ آپ کی بات کرنے کا انداز بڑا مؤثر ہوتا تھا کہ مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ہر شخص یہ سمجھتا کہ آپ نے جو بات بھی کی ہے وہ دلی خلوص کے ساتھ کی ہے اور واقعہ بھی یہ ہی تھا۔ سب باتیں بتانے کے بعد دعا کی تحریک بھی کیا کرتے۔ دیہاتوں میں جب بھی جاتے تو سکھوں کو خاص طور پر ملتے اور ان کو فساد کے نقصانات سے آگاہ کرتے سکھ بھی بحیثیت ایک معزز زمیندار ہونے کے آپکی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور آپکی بات بھی بہت مانتے تھے۔ پاکستان بنے تک اور پاکستان بن جانے کے بعد تک آپ کی یہ مہم جاری رہی اور آپ احمدیوں اور اکثر مسلمانوں کو نکال کر قادیان لاتے رہے تب ضلع کے افسروں نے مشورہ کیا کہ اِس بندے کا کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہیے۔ چنانچہ قادیان کے چوکی انچارج نے آپکو بلوایا ہم لوگ یہی سمجھے کہ ابا جان کو کسی ضروری مشورہ کیلئے بلوایا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جب میں آپکی ملاقات کیلئے گیا تو ابا جان کو حوالات میں بند پایا۔ حوالات کا کمرہ بہت چھوٹا سا تھا۔ نہ کوئی بستر اور نہ ہی کوئی اور چیز آرام کرنے کیلئے تھی۔ حالانکہ اُسوقت آپ پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔ لیکن ایک عام قیدی اور آپ میں کوئی امتیاز نہ رکھا گیا تھا۔ آپ کو تین دن تک اُسی حوالات میں رکھا گیا تھا۔ میں آپکے لئے کھانا لیکر جایا کرتا تھا لیکن اِس دوران میں نے جو دیکھا وہ یہ تھا کہ ابا جان بڑے مطمئن اور پر سکون ہوتے۔ گھر بار کی نہ جائیداد کی نہ بیوی بچوں کی فکر نہ کوئی گھبراہٹ نہ کوئی اضطراب!

بڑے متوکل اور بہت باحوصلہ تھے۔ تین دن بعد قادیان سے گورداسپور جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ جب گورداسپور پہنچے تو محترم مکرم احمد خان نسیم صاحب کا بیان ہے کہ ایس پی گورداسپور نے ابا جان کے سامنے ہی اپنے عملہ کو کہا کہ آپ لوگ چوہدری

فتح محمد کو کیوں لے آئے ہو۔ اِن کو تو مار کر کسی نہر میں پھینک دینا تھا۔ تو آپ نے ایس پی کو جواباً کہا کہ تمہارے بندے مجھے نہیں مار سکتے۔ جب خدا تعالیٰ چاہے گا میں تب ہی مر سکتا ہوں۔

پھر جیل کے حکام نے یہ منصوبہ بنایا کہ آپکو جیل میں ہی قتل کروا دیا جائے وہ کچھ سکھ قیدیوں کے ذریعے یہ کام کروانا چاہتے تھے مگر دیگر سکھ قیدیوں کو جب اِس منصوبہ کا پتہ چلا تو انہوں نے برملا کہا کہ اگر آپ لوگوں نے کوئی ایسی حرکت کی تو جیل میں ایسا فساد کریں گے کہ یہیں پر ایک اور پاکستان بنا دیں گے۔

آپ کو حکام جیل میں کس طرح مروا سکتے تھے جب کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو رؤیاء کے ذریعہ خوش خبری دے دی تھی کہ آپ زندہ سلامت اپنے گھر واپس جائیں گے پھر حضرت مصلح الموعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اور حضرت اماں جان اور تمام خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور ساری جماعت احمدیہ کی دعائیں آپکے ساتھ تھیں۔ وہاں کے مقامی سکھ تو اس قدر آپ کی عزت کرتے تھے کہ اکثر اپنی جیب میں آپ کیلئے روٹی ڈال کر لے آیا کرتے تھے۔ منصور بھائی بیان کرتے ہیں کہ اُن دنوں دو دفعہ میں گورداسپور جیل میں ملاقات کیلئے گیا اور ایک دفعہ جالندھر جیل میں گیا۔ جس روز گورداسپور گیا تو اس دن آپ کی پیشی تھی آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور پیروں میں بیڑیاں اور مجرم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ مگر اس کے باوجود آپکو کوئی گھبراہٹ نہ تھی۔ دو دفعہ سپرنٹنڈنٹ جیل کے دفتر میں ملاقات کروائی گئی۔ ابا جان اے کلاس کے حق دار تھے مگر گورنمنٹ آف انڈیا نے آپ کو C- سی کلاس دی ہوئی تھی۔ اُن دنوں راجہ غضنفر علی وزیر مہاجرین تھے۔ ابا جان کی ملاقات کیلئے انڈیا جانے کا تمام انتظام راجہ صاحب ہی کیا کرتے۔ آپ کی طبیعت چونکہ بہت سادہ تھی اِس لئے جیل کی زندگی نے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ دھوپ میں پانی رکھ کر اپنے لئے چائے بنا لیا کرتے

تھے۔ اس کے علاوہ منصور بھائی آپکی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم بچوں سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اپ کے دریافت کرنے پر ہم بچے خاموش ہو جاتے تو پھر جواب طلبی نہ کرتے نہ ہی کبھی اصرار کرتے اور نہ ہی کبھی آپ کا لہجہ درشت ہوا نہ ٹوہ لگاتے یا کھوج، اور جو کچھ ہم کہتے اُس پر اعتبار کر لیتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کے بچوں میں جھوٹ کی عادت نہیں۔

منصور بھائی نے بتایا کہ آپکی طبیعت میں لوگوں کیلئے ہمدردی کا جذبہ موجزن تھا ہر مصیبت زدہ اور ستم رسیدہ مظلوم کی مدد کیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اسی لئے سکھ آپ کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔

ابا جان ایک دن لاہور سے ربوہ جانے کیلئے تیار ہوئے اور مجھے بھائی مقبول احمد صاحب کیلئے الیکشن میں کام کے سلسلہ میں شیخوپورہ جانا پڑ گیا اور میں نے کہا کہ بس ایک دن کا کام ہے۔ میں ابا جان کی گاڑی ساتھ لے گیا مگر مجھے وہاں تین دن لگ گئے۔ جب واپس آیا تو ابا جان نے بس اتنا ہی فرمایا کہ "میاں آگئے ہو"

اِسی واقعہ کے متعلق عزیزم ادریس نصر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابا جان روز صبح تیار ہو جاتے اور انتظار کرتے کہ جو نہی منصور آئے میں ربوہ کیلئے چل پڑوں مگر تین دن تیار ہونے کے باوجود منصور کے آنے پر کوئی خفگی کا اظہار نہیں کیا۔ اتنا بڑا حوصلہ بہت کم لوگوں میں دیکھنے میں آیا ہے۔

تاثرات

چوہدری مظفر احمد صاحب سیال ابن
حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)

مظفر احمد سیال میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میں نے جب اُن سے حضرت ابا جان کے حالات دریافت کئے تو یوں گویا ہوئے کہ قادیان میں میں چھوٹا ہی تھا۔ جتنا مجھے یاد ہے وہ یہ کہ حضرت ابا جان اُن دِنوں ناظر اعلیٰ اور ناظر دعوت تبلیغ مقامی کے عہدہ پر فائز تھے۔ اردگرِد کے دیہات میں جو تبلیغی جلسے ہوتے تھے اُن میں میں نے کم و بیش دس جلسوں میں شرکت کی ہو گی۔

جلسے بڑے اہتمام سے ہوتے تھے۔ باقاعدہ سٹیج بنایا جاتا تھا جلسہ کا دورانیہ صبح نو بجے سے شروع ہو کر شام چار بجے تک ہوتا تھا۔ جلسہ میں باقاعدہ بڑے بڑے جماعت کے معززین تقریریں کیا کرتے مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ، حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب، حضرت ابولعطا صاحب جالندھری، حضرت محترم عباد اللہ گیلانی صاحب، حضرت مولوی احمد خان نسیم صاحب، محترم مولوی محمد اسماعیل صاحب دیال گڑھی اور حضرت ابا جان مرحوم۔

اِس کے علاوہ حضرت ابا جان امرتسر، بٹالہ، پٹھانکوٹ، کپورتھلہ اور ہوشیار پور تک تبلیغی دوروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ کم و بیش 60 سے 70 میل تک کے علاقہ میں لوگوں کے ساتھ تعلقات تھے۔ ابا جان کا طریق کار یہ تھا کہ آپ ہر احمدی، غیر احمدی ہندو، سکھ سب احباب کے ساتھ بلا امتیاز تعلق رکھتے تھے۔ لوگ آپکے پاس اپنے اپنے مسئلے مسائل لے کر آتے اور آپ سب کی مدد کیا کرتے۔ یہ لوگ اکثر وبیشتر گھر پر بھی تشریف لاتے تھے۔

آپ کے چوتھے صاحبزادے مظفر احمد سیال

جماعتی اور تبلیغی کاموں کیلئے آپ کو جماعت کی طرف سے گاڑی ملی ہوئی تھی۔
مگر وہ گاڑی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی کے گیراج میں کھڑی ہوتی۔
جب جماعتی کاموں کیلئے جانا ہوتا تو گاڑی استعمال کرتے۔ لیکن خود ہر صبح پیدل دفتر
جاتے اور پیدل ہی واپس آتے تھے۔ حالانکہ آپ کی کوٹھی سے دفتر خاصے فاصلہ پر تھا۔
اس گاڑی کے ڈرائیور مکرم چوہدری کرم دین صاحب تھے جو بڑے مخلص، دیانت دار
شخص تھے اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اِسی طرح چوہدری محمد بخش صاحب اور
محترم غلام قادر صاحب بھی آپکے رفیق کار تھے جو بڑے مخلص اور محنتی تھے۔ اللہ تعالیٰ
سب کو ہی جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُن کی اولادوں کو جماعت کا
بہترین خادم بنائے۔ آمین

پاکستان بننے کے بعد جھنگ، فیصل آباد اور شیخوپورہ کے ضلع میں تبلیغی کام کیا اور
اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں بھی جماعت کو بہت ترقی ہوئی۔ الحمدللہ

مظفر بھائی نے یہ بھی بیان کیا کہ قادیان میں حضرت ابا جان نے مجھے قرآن
کریم خود پڑھایا۔ اِسی طرح زمیندارہ کا بھی شوق تھا اور اُس وقت کے "موسٹ ماڈرن"
قسم کے زمیندار تھے۔ مظفر بھائی نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابا جان قادیان میں
الیکشن جیت کر واپس آئے تو سب اہل قادیان اسٹیشن پر آپکے استقبال کیلئے گئے ہوئے
تھے تو میں بھی اُن میں شامل تھا۔ ابا جان نے اسٹیشن پہ کھلی کار میں کھڑے ہو کر تقریر
کی۔ جس میں الیکشن کی کامیابی پہ اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ کامیابی
صرف و صرف جماعت کی وجہ سے ہے۔ میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ میں
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کے حکم سے ہی اِس الیکشن کیلئے کھڑا
ہوا تھا اور کامیاب بھی ہوا ہوں۔ خلاصہ یہی تھا اُس تقریر کا کہ میرا وجود کوئی اہمیت
نہیں رکھتا۔ جو کچھ بھی ہے وہ جماعت احمدیہ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی برکات ہیں۔

میری بہن محترمہ سلمیٰ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں

کہ مجھے حضرت ابا جان مرحوم کی زیادہ باتیں تو یاد نہیں کیونکہ حضرت ابا جان
زیادہ تر صبح سویرے دفتر چلے جایا کرتے تھے اور دِن ڈھلے گھر آتے اور شام سے ذرا پہلے
آپکو ملنے والے مہمان آ جایا کرتے تھے اور پھر دیر تک حضرت ابا جان باہر ہی تشریف
فرما رہتے تھے۔ آپکی طبیعت کی سادگی کا ایک واقعہ جو مجھے یاد ہے وہ بیان کئے دیتی ہوں۔
ایک دفعہ لاہور سے ربوہ بذریعہ کار جا رہے تھے میں اور چھوٹی بہن عزیزی بشریٰ سیال
اور امتہ السلام بھی ساتھ تھیں ہمیں راستے میں بھوک لگ گئی ہم سب نے شور مچایا کہ
بھوک لگی ہے اس پر ابا جان نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کیلئے پھل لے کر آتا ہوں
چنانچہ ابا جان ایک چادر سی اُٹھا کر لے گئے اور محترم احمد خان صاحب جو ڈرائیور تھے اُن
کے ہاتھ ہم کو پھل بھجوایا ہم بہت خوش ہوئے کہ ڈھیر سارا پھل آگیا ہے۔ اب مزے
سے کھائیں گے۔ لیکن جب ہم نے اُس کو کھول کر دیکھا تو اُس چادر میں گاجریں اور
مولیاں تھیں۔ ہم سب بیک زبان بولیں یہ ابا جان کا پھل ہے؟

بیان عزیزم حمید نصر اللہ خان صاحب

(امیر جماعت احمدیہ ضلع لاہور)

عزیزم حمید نصر اللہ صاحب نے اپنا قیمتی وقت اِس نیک مقصد کے لئے عنایت فرمایا اور چند ایک نایاب روایات بیان کیں جو خاکسار اپنے الفاظ میں قارئین کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔

عزیزم حمید نصر اللہ نے بتایا کہ مجھ سے "بابا جی" یعنی قابل قدر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے بیان فرمایا کہ جب چوہدری فتح محمد سیال (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) لنڈن تشریف لے کر گئے تو آپ نے ایک پمفلٹ بعنوان "وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام" چھپوایا اور اُس کو تقسیم کر دیا۔ جب محترم خواجہ کمال الدین صاحب کو اس پمفلٹ کا پتہ چلا تو انہوں نے چوہدری صاحب سے کہا کہ تم نے یہ پمفلٹ کیوں شائع کیا یہ تو تم نے غضب کر دیا ہے۔ عیسائیوں کے ملک میں آکر جہاں پر اُنکی حکومت بھی ہے وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا کس قدر فتنہ کا باعث ہوگا۔ کیونکہ عیسائیت کی بنیاد ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر چلے جانے پر ہے۔ یہ تو گویا تم نے عیسائیت کی جڑ پر ہی تبر رکھ دیا ہے۔ جو کہ بہت بُرے اور سنگین نتائج کی حامل بات ہو سکتی ہے۔ اُن کی تمام گفتگو سننے کے بعد چوہدری صاحب نے اُن کو جواب دیا کہ اگر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ہی ثابت نہیں کرنا "تو پھر میرا لنڈن آنے کا مطلب ہی کیا ہے"

اس واقعہ کے بعد حضرت چوہدری صاحب کو محترم خواجہ کمال الدین صاحب نے تقاریر کرنے سے سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ اگر تقاریر کریں تو حضرت مسیح موعودؑ کو مسیح موعودؑ کے طور پر پیش نہ کریں گے۔

دوسرا واقعہ جو عزیزم حمید نصر اللہ صاحب نے بیان فرمایا وہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ اِس واقعہ کا میں خود راوی ہوں۔ حضرت ابا جان نے خود مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ میں ہائیڈ پارک لنڈن میں جا کر روزانہ تبلیغ کرتا تھا۔ ہائیڈپارک لنڈن کا طریق کار یہ ہے کہ وہاں پر جو شخص بھی چاہے اپنی ایک میز رکھ لیتا ہے اور اُس میز پر کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور لوگ خود بخود ارد گرد آکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور تقریر سنتے ہیں۔ یہاں پر تقریر کرنے والوں پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جس کا جو دل چاہے کہے اور اپنا نکتہ نظر بیان کرے۔

لہٰذا حضرت ابا جان تقریر کر رہے تھے کہ ایک پادری صاحب جو انڈیا میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے پر مامور رہ کر لنڈن واپس گئے تھے کہنے لگے کہ میں آپ کی تقریر کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں میز سے اُتر گیا اور اُن کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ پادری صاحب میز پر کھڑے ہو گئے اور یوں گویا ہوئے کہ یہ شخص جو یہ بیان کر رہا ہے کہ انڈیا میں ایک شخص حضرت مرزا غلام احمدؑ آئے ہیں اور اُن کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ اُن کو الہام ہوتے ہیں اور کشف میں نظارے نظر آتے ہیں وہ مسیح موعودؑ اور امام مہدی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ گرم ملک کے رہنے والے ہیں اور گرمی کی وجہ سے بارشیں بھی بہت ہوتی ہیں۔ مچھر بھی بہت ہوتے ہیں اور سرکنڈوں کی چھپر کھٹ بنا کر پانی کے اوپر رکھ کر اُس پر سوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو نیند بھی اچھی طرح نہیں آتی اور نہ ہی اِنکی صحت اچھی ہوتی ہے۔ خراب صحت کی وجہ سے پھر اِنکو عجیب عجیب قسم کے خواب

آتے ہیں جس کو یہ پھر الہام اور کشف کا نام دیتے ہیں۔ (غالباً یہ پادری صاحب بنگال میں رہ کر گئے ہونگے) جب پادری صاحب اپنا بیان دے چکے اور میز سے اُتر گئے تو میں پھر میز پر چڑھ گیا تو میں نے لوگوں کو کہا کہ جیسے اِن پادری صاحب نے بیان کیا کہ ہم انڈیا کے لوگ اِن اِن نامساعد حالات اور خراب ترین موسم میں رہتے ہیں اور ہماری صحتیں نہایت خراب اور ناگفتہ بہ ہیں تو میں محترم پادری صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ یہاں میز پر میرے سامنے آکر کھڑے ہو جائیں اور میں ایک مکا مار کر ان کے بتیس کے بتیس دانت نہ نکال دوں تو میں جھوٹا اور یہ سچے ہیں میرے اِس بیان کے بعد تمام حاضرین نے اُن سے کہا کہ آپ میز پر کھڑے ہو جائیں مگر نہ مانے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے پکڑ پکڑ کر میز پر چڑھانے کی کوشش کی مگر پادری صاحب بالکل بھی نہ مانے یوں جاء الحق و زھق الباطل کا نظارہ لوگوں نے دیکھا۔ عزیزم حمید نصر اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابا جان سے پوچھا کہ ابا جان اگر وہ پادری میز پر چڑھ جاتا تو آپ کیا کرتے۔ ابا جان نے بڑے جلال سے فرمایا "میاں" میں اُس کے بتیس کے بتیس دانت نکال دیتا سبحان اللہ کتنا اعتماد تھا احمدیت کی سچائی پر اور کتنا اعتماد تھا اپنے مولیٰ کی ذات پر۔
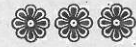
ایک اور اچھوتا واقعہ میرے پیارے حمید نصر اللہ صاحب نے بیان کیا کہ ۱۹۵۳ء کا زمانہ تھا۔ حضرت ابا جان کی گاڑی کہیں کام پر گئی ہوئی تھی اور آپ کو ضروری جماعتی کام سے لاہور شہر کی طرف جانا تھا۔ اُن دنوں آپکی رہائش ماڈل ٹاؤن میں تھی اور ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کی بسیں ماڈل ٹاؤن سے لاہور جایا کرتی تھیں۔ لہٰذا ابا جان بس میں سوار ہو گئے کچھ ہی فاصلہ طے ہوا تھا کہ ایک جلوس سامنے سے آگیا۔ اُن دنوں احمدیت کے خلاف پنجاب میں ایک آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ لہٰذا اُس جلوس والوں نے بس کھڑی کروالی اور کہا کہ بس میں جو بھی مرزائی ہے وہ اُٹھ کر باہر آجائے۔ ہم نے اُس کو قتل کر دینا ہے۔ لہٰذا حضرت ابا جان بس میں ایک دم اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور یوں اُس ہجوم سے گویا ہوئے کہ آپ لوگوں کی زندگیاں صرف و صرف دنیا کیلئے ہیں۔ آپ لوگ صبح اُٹھتے ہیں اور مُنہ پر چند چھینٹے پانی کے مارے اور بغیر اللہ تعالیٰ کا نام لئے چل پڑے۔ سارا دن دنیا کے غلط سلط دھندوں میں مگن رہے اور شام کو اپنے آرام دہ گھروں میں بستروں میں خدا تعالیٰ کو یاد کئے بغیر دبک کر سو رہے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے کیا کرتے ہو۔ مگر میری زندگی صرف و صرف اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے میں گذری ہے اور گذر رہی ہے۔ اگر تم مجھے مارنا چاہتے ہو تو مار دیکھو؟ میں اِس زمانہ کا سرمد ہوں جیسے صوفی سرمد کو لوگوں نے بے گناہ قتل کر دیا تھا اور اسی وجہ سے مغلیہ خاندان کی بادشاہی کا دور ختم ہو گیا اور مسلمان سو سال تک کافروں کی غلامی میں آگئے۔ آج تم بھی مجھے قتل کر دو گے تو تم پھر سو سال تک غلامی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اگر تم پھر سے غلامی میں رہنا چاہتے ہو تو آؤ مجھے قتل کردو۔ آپکا یہ پر شوکت بیان سن کر وہ بپھرا ہوا ہجوم چھٹ گیا اور آپ کیلئے اللہ تعالیٰ نے امن کی راہیں کھول دیں۔

نوٹ : چونکہ ابا جان نے حضرت سرمد رحمۃ اللہ کا ذکر کیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سرمد رحمۃ اللہ کا مختصر ذکر کر دیا جائے۔

حضرت سرمد رحمۃ اللہ کی شہادت کا پس منظر

(ولادت ۱۰۰۲ ہجری' شہادت ۱۰۷۰ ہجری)

از دوست محمد شاھد ربوہ

آپ آرمینیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے۔ جوانی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ اپنے تخلص سرمدؔ کے نام سے مشہور ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے۔ یہاں جذب و جنون طاری ہوُا اور عُریاں پھرنے لگے۔ سرمدؔ کی مشہور رُباعی ہے۔

هر کس که سر حقیقتش باور شد
اوپهن تر از سپهر پنهان درشد
ملا گوید که برفلک شد احمد
سرمدؔ گوید به احمد درشد

ترجمہ

ہر شخص جو حقیقت کے راز کو سمجھتا ہے
اُس میں فلک کی وسعتیں آ جاتی ہیں
مُلا کہتا ہے کہ رسول کریم آسمان پر گئے
سرمدؔ کہتا ہے کہ نہیں آسمان رسول کریم پر عیاں ہوا

"تذکرۃ الخیال" میں ہے کہ اِس رُباعی پر آپ کو کافر قرار دیا گیا کہ معراج جسمانی سے منکر ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے قرار داد جرم میں اُس وقت اضافہ ہوُا جب علماء نے آپ سے کلمۂ طیبہ پڑھنے کیلئے کہا مگر سرمدؔ نے "لا الہ" سے زیادہ نہ پڑھا اور کہا کہ ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں۔ مرتبۂ اثبات تک نہیں پہنچا جب پہنچوں گا تو الا اللہ بھی کہوں گا۔ علمائے ظواہر نے فتویٰ دیا کہ فقط لا الہ کہنا کفر ہے۔ اگر سرمدؔ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ سرمدؔ رحمۃ اللہ علیہ نے جو محبت الٰہی میں فانی تھے اپنے مسلک سے منحرف ہونے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ دوسرے روز مسجد جامع کے سامنے مقتل میں لے جائے گئے جلاد سامنے آیا تو ذیل کا شعر پڑھ کر اپنی گردن رکھ دی۔

شورے شود از خواب عدم دیده کشودیم
دیدیم که باقی است شب فتنه غنودیم

(رودِ کوثر صفحہ ۳۹۰'۳۹۱ و قاموس المشاہیر جلد اوّل صفحہ ۲۸۷'۲۸۸)

اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضرت امام مہدی پر یقین محکم

عزیزم حمید نصر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں ۱۹۱۳ء میں جب حضرت ابا جان مرحوم! لنڈن تشریف لے جارہے تھے تو سمندر میں طوفان آگیا اور جہاز کے ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو جہاز کے کپتان نے کہا کہ آپ سب لوگ لائف بیلٹ باندھ لیں۔ ایک ہندو بھی ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا وہ یہ سُن کر بہت زیادہ گھبرا گیا۔ میں نے اُس ہندو کو کہا کہ تم بالکل بھی پریشان نہ ہو یہ جہاز نہیں ٹوٹے گا کیونکہ میں مسیح وقت کا پیغام لنڈن لے کر جا رہا ہوں۔ اُس ہندو نے کہا کہ اگر یہ جہاز نہیں ڈوبے گا تو میں لنڈن پہنچ کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا طوفان تھم گیا اور جہاز بخیرو عافیت لنڈن پہنچ گیا۔ لنڈن پہنچ کر وہ صاحب خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان ہوگئے۔ الحمدللہ مگر تین دن کے بعد وہ جہاز دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہوا اور کھلے سمندر میں پہنچنے سے پہلے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

عزیزم حمید نصر اللہ کا ہی ایک اور بیان کردہ واقعہ ہے۔ یہ ۱۹۴۴ء کی بات ہے کہ ان کو ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا اور بخار کئی دِن چلتا رہا جس کی وجہ سے کمزوری بھی حد سے بڑھ گئی۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک آگئی کہ بے ہوشی کی کیفیت ہوگئی اور یہ کیفیت بھی کئی دن تک جاری رہی۔ غنودگی دور ہونے میں نہ آتی تھی یہاں تک کہ برف کی سل پر لٹا دیا گیا ہمارے بہنوئی حضرت چوہدری عبداللہ خان صاحب اُن دنوں ٹاٹا نگر میں تھے اُن کو تار بھی دے دیا گیا کہ بچے کی حالت نازک ہے۔ اِسی حالت میں حضرت ابا جان اپنی بیٹی آپا آمنہ مرحومہ کے پاس تشریف لائے کچھ درختوں کے پتے آپکے پاس تھے وہ انکو دے کر فرمایا کہ آمنہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں ہے

جس کا علاج نہ ہو۔

لہٰذا میں ہر ممکنہ درختوں کے پتے لایا ہوں۔ ان کو پانی میں اُبال کر ایک ایک چمچہ حمید کو دیتی جاؤ۔ چنانچہ آپ کے حکم کے تحت یوں ہی کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و رحم کے ساتھ اُسی دن بخار اُترنا شروع ہو گیا اور بے ہوشی و غنودگی کی کیفیت جاتی رہی۔ الحمد اللہ علیٰ ذلک

تاثرات

عزیزم ادریس نصر اللہ خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاکسار اعلفاً بیان کرتا ہے کہ :-

1 - حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم نے میرے استفار پر کہ کیا ان کے ساتھ کبھی کوئی واقعہ خارق عادت معجزانہ رنگ میں ہوا۔ درجہ ذیل دو واقعات مجھے خود سنائے۔ ایک آدھ لفظ اِدھر اُدھر ہو گیا ہو گا لیکن مفہوم 100 فیصد وہی ہے جو انہوں نے فرمایا۔

اول : "کالج سے چھٹیوں کے دنوں میں میں (فتح محمد سیال) قادیان گیا تا کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت کا کچھ وقت پا سکوں۔ اِن دنوں میں ایک شام عشاء کی نماز کے بعد سیدنا حضور نے سب لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا آپ میں سے کون ابھی میرا تحریر کردہ اشتہار لے کر بٹالہ جا کر اُسے چھپوا کر صبح تک واپس لا سکتا ہے۔ اس پر میں نے اور مکرم مفتی فضل الرحمن صاحب نے ہاتھ کھڑے کئے جس پر حضور نے فرمایا بہتر ہے۔ دونوں چلے جاویں۔ آپ ٹھہریں میں آپکو کاغذ لا دیتا ہوں۔ اس پر حضور اندر تشریف لے گئے تھوڑی ہی دیر میں ہاتھ میں کاغذ لے کر باہر بیت میں دوبارہ تشریف لے آئے۔ کاغذ ہمیں دیئے اور فرمایا پریس والوں کے ساتھ ہمارا انتظام ہے۔ اسکو کاغذ دے دینا وہ چھاپ کر آپ کو دے دے گا۔ یہ مجھے (یعنی حضور کو) صبح تک ضروری چاہئیں۔

ہم دونوں وہیں سے بٹالہ کی طرف سرپٹ ہو گئے۔ پریس کا دروازہ کھٹکھٹایا

دروازہ کھلنے پر اُنہیں بتایا کہ یہ کاغذ سیدنا حضور نے بھجوائے ہیں اور صبح اُنکو قادیان میں چاہئیں۔ اس پر اُن صاحب نے کاغذ لے لئے اور چارپائی پر وہیں بچھی تھی اسکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تم دونوں میری چارپائی پر لیٹ جاؤ میں کام شروع کرتا ہوں جب ختم ہو گا تو تمہیں جگا دوں گا۔ ہم دونوں وہیں لیٹے اور سو گئے۔ رات کے کسی حصہ میں اُنہوں نے ہمیں جگا کر وہ چھپے ہوئے اشتہار بنڈل کی صورت میں Roll کر کے دے دیئے اور اس پر حفاظت کی غرض سے کپڑا بھی لپیٹ دیا کیونکہ اب باہر بارش ہو رہی تھی ہم دونوں پھر بھاگنا شروع ہوئے اور قادیان داخل ہوئے تو اذان ہو رہی تھی۔ سارا راستہ بارش اور کچا راستہ۔ جب ہم بیت المبارک کی سیڑھیوں پر پہنچے تو میں نے صاف کرنے کی غرض سے پاؤں زور سے زمین پر مارے اور حیران ہوا کہ بارش اور مٹی اور تقریباً 11/12 میل رات کے اندھیرے میں سفر کے باوجود نہ صرف میرے کپڑے اور جوتے صاف تھے اور اس پر کوئی خاص مٹی یا کیچڑ نہ تھا بلکہ گیلے بھی نہ تھے۔ صبح کی نماز پر حضور تشریف لائے تو ہمیں دیکھ کر کہا تم ابھی یہیں ہو ہم نے کہا ہم تو کام کروا لائے۔ اس پر حضور خوش ہوئے اور بعد نماز اندر سے ہمارے لئے اُبلے ہوئے انڈے اور دودھ لائے جو ہم نے کھائے۔"

دوسرا واقعہ جو مجھے سنایا وہ یہ تھا کہ "میں جب قادیان سے انگلستان روانہ ہوا تو میرا کرایہ از بمبئی تا لنڈن چاندی کے روپوں کی صورت میں ایک پوٹلی کی صورت میں میرے پاس تھا جو میں نے ٹرین کی اوپر والی سیٹ پر رکھ دیا اور خود نچلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بمبئی کی گاڑی کافی تیز رفتار تھی اور تیز رفتاری میں اچھلتی ہوئی چلتی تھی۔ مجھے پتہ نہ چلا اور وہ گٹھڑی اچھلتی ہوئی سیٹ سے گری اور دروازہ کی کھلی

کھڑکی میں سے باہر گر گئی۔ رگڑنے کی ضرب سے کھل گئی اور روپے معلوم ہوتا تھا کہ بکھر گئے۔ پچھلے ڈبہ والے نے روپے دیکھے اور زنجیر کھینچ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے ڈبہ کے دروازہ سے گارڈ نے (جو انگریز تھا) پوچھا آپ میں سے کسی کی کوئی گٹھڑی گری ہے اس پر مجھے اپنی گٹھڑی کا خیال آیا میں نے اُٹھ کر دیکھا تو گٹھڑی وہاں نہ تھی اس پر میں نے کہا کہ ہاں میری گٹھڑی معلوم ہوتی ہے گری ہے۔ اُس کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ اس میں روپے تھے۔ جس پر اس نے پوچھا کہ اتنے روپے لے کر تم کہاں جارہے ہوں تو مین نے اسے بتایا کہ میں انگلستان جا رہاں ہوں اور یہ رقم میرے ٹکٹ جہاز وغیرہ کی ہے۔ اس پر ان کی تسلی ہوگئی اور اس نے وہ گٹھڑی روپوں کی مجھے دے دی۔"

مندرجہ بالا دونوں واقعات میں میں نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی برکات کی ان کے رفقاء میں ودیعت کے ضمن میں سنائے۔ جس میں میری خالہ محترمہ امتہ الشافی بیگم صاحب بنت حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال بھی شامل ہیں۔ خاکسار حضرت چوہدری فتح صاحب مرحوم کا نواسہ ہے۔ میری والدہ چوہدری صاحب مرحوم کی بڑی بیٹی آمنہ بیگم مرحومہ تھیں۔ میرے والد محترم چوہدری عبد اللہ خان صاحب مرحوم امیر جماعت کراچی تھے اور دادا حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم پہلے ناظر اعلیٰ اور اس سے قبل قانونی مشیر صدر انجمن و سیکرٹری بہشتی مقبرہ تھے۔ خاکسار کو بھی جماعت کی خدمت کا موقعہ ملا جس میں سے چیدہ چیدہ درجہ ذیل ہیں۔

1 - سیکرٹری امور عامہ جماعت احمدیہ لاہور از سال **1966**ء تا **1998**ء

اس میں سے ایک عرصہ **3** سال کا جو **1974**ء سے قبل ہے اس میں خاکسار کو بطور سیکرٹری امور خارجہ کام کرنے کا موقعہ ملا اور سیکرٹری امور عامہ مکرم چوہدری فتح

محمد صاحب [illegible] بھلر مرحوم (جو نائب امیر بھی تھے) ہوئے۔

2 - 1984ء میں جب مکرم برادم حمید نصر اللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سیدنا حضور کے ساتھ لنڈن کے سفر میں ہمرکاب ہوئے خاکسار **10/15** دن قائمقام امیر کے طور پر کام کرتا رہا۔

3 - 1966ء سے **1982**ء تک خاکسار مجلس شوریٰ کی **Standing Commit-tee** برائے شوریٰ کا صدر رہا۔ نیز **1966**ء سے **1998**ء تک کی تمام مجالس شوریٰ ربوہ کا ممبر رہا۔

4 - 1998ء تک تقریباً **10/12** سال قضاء کے پانچ رکنی بورڈ کے ممبر کے طور پر کام کرتا رہا۔ اسکی اصل تاریخوں کے متعلق آپ قضاء بورڈ سے پوچھ سکتے ہیں۔

5 - دین فقہ کمیٹی کا ممبر تھا۔ جس کا ذکر فقہ احمدیہ حنفیہ کے اولین اوراق میں موجود ہے۔

6 - افتاء کمیٹی کا بھی ممبر تھا۔ **5/6** سال کیلئے۔ اصل سالوں کا پتہ دفتر افتاء سے معلوم ہوگا۔

7 - مختلف کمیٹی یا بہشتی مقبرہ میں بھی کام کرنے کی توفیق ملی۔

8 - 1942ء سے آج تک جتنے جلسہ جماعت احمدیہ کے ہوئے ان میں شامل ہونے کی توفیق ملی اور سیدنا حضور کے لنڈن آنے کے بعد انگلستان کے تمام جلسہ سالانہ میں شامل ہوا۔

عزیزم ادریس نصر اللہ کے صاحبزادے عزیزم داؤد نصر اللہ کی محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حال ہی میں سیدہ عصمت جہاں بنت محترم میر محمود احمد صاحب سے منگنی ہوئی ہے۔ عزیزی عصمت جہاں کی والدہ محترمہ عزیزی سیدہ نصرت جہاں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحب کی پوتی ہیں اور دوسری طرف سے حضرت ڈاکٹر میر

محمد اسماعیل صاحب کی نواسی ہیں یعنی دونوں طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے خاندانِ مبارکہ سے تعلق ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ یہ نیا تعلق ہر لحاظ سے باعث خوشی بنائے اور بے انتہا برکت کا حامل ہو۔ آمین یہ ایک اعزاز ہے جو حضرت چوہدری فتح محمد سیال مرحوم کے خاندان کے حصہ میں آیا۔

میری چھوٹی بہن بشریٰ سیال صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جب سانگرہ ضلع قصور میں حضرت ابا جان کو قادیان کی زمین کے بدلے میں زمین ملی اور پھر کام شروع کروانے کا مرحلہ آیا تو حضرت ابا جان نے حضرت میاں شریف احمد صاحب سے درخواست کی کہ زمین کے بابرکت ہونے کیلئے میری خواہش یہ ہے کہ آپ میری زمین پہ تشریف لے چلیں اور زمین پہ گسی کے ساتھ پہلا ٹپہ آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے لگائیں اس سفر میں میں یعنی (بشریٰ سیال) بھی ہمراہ تھی اور ہم سب لوگ سانگرہ گئے اور حضرت میاں شریف احمد صاحب نے گسی کے ساتھ ٹپہ لگایا۔

کون کہتا ہے کہ آپ بھول جاتے تھے

عزیزم عبدالحی سیال کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابا جان جوڑا گئے تو میرے لئے میرے ابا چوہدری محمد ظفر اللہ صاحب نے مبلغ **40** روپے بھجوائے۔ حضرت ابا جان جب ربوہ تشریف لائے تو مجھے انہوں نے مبلغ **40** روپے اپنی جیب سے نکال کر دیئے کہ یہ لو تمہارے ابا نے تمہارے لئے بھجوائے ہیں۔ کچھ دن بعد پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور **40** روپے میرے ہاتھ پر رکھ دیئے اور کہا کہ یہ تمہارے ابا نے دیئے تھے۔ اس طرح کم و بیش چار پانچ دفعہ کیا اور ہر دفعہ میں عرض کرتا کہ ابا جان آپ مجھے رقم دے چکے ہیں تو پھر واپس اپنی جیب میں رکھ لیتے۔ یہ بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ آپ کو یہ بات تو بھول جاتی رہی کہ میں نے رقم واپس کر دی ہے لیکن یہ نہ بھولتے کہ مجھے کسی نے کوئی رقم دی ہے اور میں نے وہ رقم دینی ہے یعنی دینا تو نہ بھولتے مگر لینا بھول جاتے تھے۔

کچھ ذکر خیر اپنے بھائی جان عبد اللہ خان صاحب کا

گذشتہ صفحات میں خاکسار ذکر کر چکی ہے کہ حضرت ابا جان مرحوم کے جہاں بھی رشتہ داریوں کا سلسلہ قائم ہوا وہ سب خاندان اچھی اور نیک شہرت کے مالک تھے۔ اُن میں خدا تعالیٰ نے حسب و نسب اور ذاتی وجاہت بھی رکھی تھی' چاہے بیٹیوں کے رشتے ہوئے یا بیٹوں کے سب بچوں کے سسرالی خاندان جماعت کے ساتھ پُر خلوص تعلق رکھنے والے تھے۔ اِس وقت میں سب کا تذکرہ نہیں کر سکتی لیکن ایک دو کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کرتی ہوں جن کو خدا تعالیٰ نے نہایت اہم مقام عطا فرمایا ہوا ہے۔ اُن میں سے ایک ہمارے محترم و پیارے بھائی جان عبداللہ خان صاحب ابن چوہدری نصراللہ

خان صاحب آف ڈسکہ سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی کی ذات گرامی ہے۔ بہت ہی پیاری بہت بھلی سی اور دل پذیر ہستی تھی آپ کی۔ جماعت احمدیہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ گہرا لگاؤ تھا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کا اوڑھنا بچھونا صرف و صرف احمدیت ہی تھا تو غلط نہ ہوگا۔ بڑی منظم طبیعت کے مالک تھے اور باوقار بھی۔ پیار و محبت و شفقت سے گوندھے ہوئے وجود تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے محبت کا سلوک کرتے تھے۔ اسلامی شریعت کے فدائی اور پابند تھے اور فطرتاً طبیعت میں خشکی بالکل نہ تھی۔ بلکہ بڑی پُرمزاح طبیعت کے مالک اور بہت ہی غریب پرور تھے۔ روزگار کی تلاش میں نکلے ہوئے غریب لوگوں کو اپنے گھر میں رکھ لیتے اُن کے اخراجات بھی خود برداشت کرتے اور پھر اُن کیلئے روزگار کا بندوبست بھی کر کے اُن کو اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا کرتے۔ بھائی حبیب اللہ سیال بیان کیا کرتے ہیں کہ بھائی جان مرحوم اکثر یہ فرمایا کرتے کہ میں اِن لوگوں کو اپنے پاس اِس لئے بھی رکھ لیتا ہوں کہ ایک تو روزگار میں مدد کر سکوں گا اور دوسرا نماز باجماعت تو پڑھ لیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے سب بچوں سے والہانہ لگاؤ تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عشق کی حد تک پیار تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔ بڑے پیار اور احترام کا تعلق تھا۔ جماعت احمدیہ کے وقار کیلئے اپنی عزیز ترین ہستیوں کے ساتھ بھی لاتعلقی کا اظہار کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ تمام زندگی جماعت احمدیہ کی خدمت کیلئے عملاً وقف رکھی۔ جماعت احمدیہ کراچی کو فعال بنانے میں آپ کی بھرپور اور بے لوث کوششوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ حکمت عملی سے کام کروانے کی بے پناہ صلاحیت تھی۔ اپنے والد صاحب مرحوم حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم جو اولین صحابہ میں تھے اور اپنے بڑے بھائی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے خلوص کا عکس تھے۔

آج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپکے بچے ماشا اللہ جماعت احمدیہ کے مخلص خدمت گار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو مزید دینی خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور دینی و دنیاوی ترقیات سے وافر حصہ پائیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے بھائی جان کی روح کو اپنی محبت کے پانی سے سیراب فرمائے۔ آمین

آپ کے اوصاف حمیدہ کے متعلق جو کتاب "عبداللہ" نامی تحریر ہوئی ہے اُس میں آپ کی زندگی کا کچھ عکس ملتا ہے۔ میں تو آج بھی وہ کتاب پڑھتی ہوں تو نگاہوں کے سامنے وہ پیار بھری شخصیت اُبھر کر آجاتی ہے اور دل دُکھ سے بھر کر آنسوؤں کی شکل میں بہہ پڑتا ہے۔ میں نے خود ذاتی طور پر بھی اپنے بھائی جان سے باپ جیسی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شفقت پائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بے پناہ پیار سے نوازے۔

آمین اللھم آمین

آپ کے اوصاف حمیدہ لکھنے لگوں تو یہ الگ باب ہو جائے گا۔ میری شادی جب ہونے والی تھی تو ایک دِن مجھے اپنے پاس بیٹھا کر نہایت پیار سے فرمایا کہ عنقریب تمہاری شادی ہونے والی ہے۔ لیکن میری بات یاد رکھنا کہ خوشی سے جب چاہو آؤ۔ گھر کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں۔ لیکن اگر ایک بار ناراض ہو کر آگئی تو پھر واپس نہیں جانے دوں گا۔ چاہے تم کتنا کہو یا تمہارا میاں منت سماجت کرے۔ اتنے پیار سے سمجھایا کہ کبھی ساری زندگی بھول کر بھی ناراض ہو کر آنے کا خیال ہی نہیں آیا۔

❀❀❀

محترم ملک سلطان محمد خان صاحب آف کوٹ فتح خان

ابن سلطان سرخرو خان صاحب آف پنڈی گھیپ
حضرت ابا جان کے دوسرے داماد

واقعہ بیعت

یہ اہم واقعہ مجھ سے عزیزم سلطان رشید خان ابن محترم ملک سلطان محمد خان صاحب مرحوم نے بیان کیا ہے۔ جن کو میں اپنے الفاظ میں تحریر کر رہی ہوں۔ عزیزم سلطان رشید نے بیان کیا کہ ۱۹۱۹ء میں اُن کے ابا جان نے میٹرک کر کے گارڈن کالج راولپنڈی میں داخلہ لیا تھا یہ کالج مشنری کالج تھا۔ محترم بھائی جان ملک صاحب نے بتایا کہ ہم چند ایک مسلمان نوجوانوں نے فیصلہ کیا کہ ہم کم از کم ایک نماز باجماعت پڑھا کریں گے۔ چنانچہ ہم سات لڑکوں نے مغرب کی نماز باجماعت پڑھنی شروع کی۔ کالج کے لان میں ہم نماز پڑھا کرتے تھے جب تین چار دن گزر گئے تو ہمارے ایک پروفیسر اسرائیل لطیف (جو کہ عیسائیت کے پرجوش مبلغ تھے) آئے اور ہم سب لڑکوں سے کہا کہ لائن میں کھڑے ہو جاؤ لڑکے کھڑے ہو گئے۔ تو پروفیسر صاحب نے پہلے لڑکے سے پوچھا کہ تم احمدی ہو۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ پھر دوسرے اور تیسرے سے یہی سوال کیا میں سب سے آخیر میں کھڑا تھا میں نے اِس اثنا میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کہوں گا کہ میں احمدی ہوں۔ خیر جب مجھ سے بھی یہی سوال کیا تو میں نے کہا کہ جی میں احمدی ہوں۔ تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ کل صبح دفتر میں آکر مجھ سے ملو۔

اگلے دن میں دفتر گیا تو انہوں نے مجھ سے عقائد کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا کہ میں عقائد تو اتنے نہیں جانتا۔ تب پروفیسر صاحب نے کہا کہ اچھا میں تم کو سمجھاؤں گا۔

چنانچہ اُس نے مجھے ایک پمفلٹ دیا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت آنحضرت ﷺ پر بیان کی گئی تھی اور یہ پمفلٹ چودہ نکات پر مشتمل تھا۔ ہم سب لڑکوں کو کچھ بھی علم نہ تھا۔ ہم نے اُس پمفلٹ کی 32 کاپیاں تحریر کیں اور مسلمانوں کے مختلف علماء کرام سجادہ نشیں پیر خانے اور جماعت احمدیہ قادیان کو بھی بھجوائیں۔ 30 جگہوں سے تو کوئی جواب نہ آیا لیکن صرف دو جگہوں سے جواب آیا۔ اس میں سے ایک قادیان دارالامان تھا اور دوسرا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا تھا۔ مولوی صاحب نے تو یہ تحریر فرمایا کہ تم لوگوں کے والدین انتہائی بے وقوف ہیں جنہوں نے آپ نوجوانوں کو مشنری کالج میں داخلہ دِلوایا ہے۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ تم سب اپنا بوریا بستر سمیٹ کر فوراً اِس کالج سے واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ لیکن قادیان سے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے نہایت مدلل جواب موصول ہوئے اور ساتھ چودہ مزید سوال انہوں نے لکھ کر بھجوائے اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ ہمارے اِن سوالوں کے جواب یہ لوگ نہیں دے سکتے نہ ہی دیں گے۔ خیر جب پروفیسر صاحب کو وہ جوابات اور سوالنامہ دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے احمدیوں سے سوال نہیں کئے تھے۔ میں نے تو مسلمانوں سے سوال کئے ہیں۔ محترم بھائی جان ملک سلطان محمد صاحب نے فرمایا کہ میرے دِل پر اِس بات کا بڑا گہرا اثر ہوا اور میں نے سلسلہ عالیہ کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مطالعہ کرتے کرتے ۱۹۲۴ء آگیا اور میں اوکاڑہ اپنے پھوپھی زاد بھائی سردار سر محمد نواز خان صاحب کی زمینوں کے کام کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں پر کام لمبا ہو گیا تو میں نے الفضل جاری کروایا۔ پہلے دن جب پوسٹ مین الفضل لے کر آیا تو اُن کیساتھ ایک سفید ریش بزرگ بھی تشریف لائے پوسٹ مین تو چلا گیا اور وہ بزرگ تشریف فرما رہے۔ میں نے خیال کیا اپنے کسی کام کیلئے آئے ہوں گے۔ اُس وقت میرے پاس جو چالیس پچاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی

اپنا اپنا مدعا بیان کر کے واپس چلے گئے۔ مگر وہ بزرگ بیٹھے رہے۔ آخیر میں نے خود ہی اُن سے پوچھا کہ آپ کسی کام سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں کسی کام سے تو نہیں آیا بلکہ میں چونکہ خود احمدی ہوں اسلئے اپنے احمدی بھائی کو ملنے آیا ہوں۔ اِس پر میں نے کہا کہ میں تو احمدی نہیں ہوں تب انہوں نے کہا کہ میں نے پوسٹ مین کے پاس الفضل اخبار دیکھا تو میں یہ سمجھا کہ جس شخص نے اخبار منگوایا ہے وہ احمدی ہی ہو گا۔ پھر وہ بزرگ گویا ہوئے کہ کیا ابھی آپکو کوئی شک و شبہ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں "کوئی شک و شبہ نہیں" تو انہوں نے پھر دریافت کیا کہ پھر آپ بیعت کیوں نہیں کر تے۔ میں نے جواباً کہا کہ بس ایسے ہی۔ تب انہوں نے پھر "مجھ سے کہا کہ کیا آپ کو یہ یقین ہے کہ آپ کل تک زندہ رہیں گے۔" ان کے اتنا کہنے میں ایسا اثر تھا کہ میں فوراً اُٹھ کر اندر کمرے میں چلا گیا اور بیعت کا خط لکھا' لفافے میں ڈال کر ایڈریس لکھا اور باہر آکر اُن بزرگ کی خدمت میں دیا کہ میرا بیعت کا خط ہے اور آپ خود اپنے ہاتھ سے لیٹر بکس میں ڈال دیں۔ اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احمدیت کی عظیم نعمت سے نواز دیا۔ پھر محترم بھائی جان کا ہی یہ بیان مجھے عزیزم سلطان رشید نے بیان کیا کہ ابا جان بتایا کرتے تھے کہ جب میں نے بیعت کر لی تو میں نے اپنے ابا جان کی خدمت میں خط لکھا کہ میں نے بیعت کر لی ہے۔ تب اُن کا جواب آیا کہ میں بھی کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہوں تمہارے پاس اور کوئی کتابیں آئیں تو مجھے بھجوا دینا۔ لیکن اِس معاملہ میں میں تمہارے ساتھ کوئی بحث کرنا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ہمارا باپ بیٹے کا تعلق ہے۔ باذوق و نکتہ دان طبیعتیں تو اِس جواب کو سمجھ گئیں ہوں گیں۔ لیکن بعض چھوٹی عمر کے بچے شاید نہ سمجھ پائیں کہ محترم سلطان سرخرو خان صاحب کی اِس سے کیا مراد ہے۔ تو عرض کئے دیتی ہوں اِس سے مطلب یہ ہے کہ بحث سے باپ بیٹے میں جو احترام کا تعلق ہے وہ مجروح نہ ہو۔

خیر پھر کچھ عرصہ بعد مکرم محترم جناب سلطان سرخرو خان صاحب بھی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اِس اثنا میں محترم اسماعیل صاحب جو پیغامی تھے اور مولوی محمد علی صاحب انکو ملنے آیا کرتے تھے اور ہمارے ابا جان (چوہدری فتح محمد سیال) بھی جناب سلطان سرخرو خان صاحب سے ملاقات کے لئے کوٹ فتح خان آتے تھے۔ پھر جب اُن کو اپنے بیٹے ملک سلطان محمد خان صاحب کی شادی کا مرحلہ پیش آیا تو انہوں نے جناب چوہدری عبدالعزیز صاحب سے ذکر کیا کہ آپ قادیان جائیں اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی خدمت میں میرے بیٹے کے رشتہ کیلئے عرض کریں اور میری طرف سے عرض کریں کہ اگر چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی کوئی صاحبزادی ہو تو وہاں رشتہ کا پیغام دے دیں اور اگر چوہدری صاحب کے گھر میں رشتہ نہ ہو تو پھر جہاں پر حضرت میاں صاحب مناسب خیال فرمائیں رشتہ کروا دیں★ اور یوں یہ دو نیک خاندان آپس میں منسلک ہوئے۔ الحمدللہ علی ذلک

محترم بھائی جان کا یہ بھی بیان ہے کہ ۱۹۲۴ء میں جب میں نے بیعت کی تو اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) لنڈن تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں ۱۹۲۴ء کے جلسہ سالانہ پر حاضر ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے شرف باریابی بھی حاصل ہوا۔ آپکی نیک فطرت کا ایک اور ثبوت آپ کا جماعت کے ساتھ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ والہانہ محبت کا تعلق تھا۔ عزیزم سلطان رشید نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر ربوہ گئے ہوئے تھے اُن دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب تحریر فرمائی تھی (مذہب کے نام پر خون)۔ ایک جلد حضور نے ابا جان کو بھی عنایت فرمائی اُن دنوں آپ ابھی مقام خلافت پر متمکن نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت عام طور پر آپکو بعض لوگ پیار سے میاں طاری کہہ دیا

★ چنانچہ یہ رشتہ میری ہمشیرہ محترمہ عائشہ صدیقہ سے طے پایا۔

کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے رات کو سونے سے پہلے ابا جان سے کہا کہ جو کتاب آپکو میاں طاری نے دی ہے وہ اگر آپ نے نہیں پڑھنی تو میں پڑھ لوں۔ میں نے بس اتنا کہا تو آپ کو بہت غصہ آگیا اور مجھے کہا کہ میری اولاد ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کا نام ”اس قدر بے ادبی“ سے لے۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے عزیزم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا کہ میں نے حضور کی خدمت اقدس میں جب یہ واقعہ تحریر کیا تو حضور اقدس کا جو جواب تھا وہ اور بھی پیار و خاکساری میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا!

”کہ کیسے عجیب لوگ تھے جو پھولوں کے ساتھ تو پیار کرتے ہی تھے
مگر کانٹوں کے ساتھ بھی پیار کیا کرتے تھے۔“

آپکا خاندانی حسب و نسب دنیاوی لحاظ سے بھی ممتاز تھا یعنی سردار سر محمد نواز صاحب جو پاکستان کے وزیر دفاع کے عہدہ پر رہے۔ آپکے پھوپھی زاد تھے اور دوسرے ملک امیر محمد خان سابق گورنر آف پنجاب بھی آپکی دوسری پھوپھی کے صاحبزادے تھے۔

عزیزم سلطان رشید نے ایک واقعہ اور بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھے میرے ابا جان نے کسی دوائی لانے کیلئے گولبازار بھیجا تو میں دوائی لیکر جب سڑک پر آیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ دائرہ بنا کر کھڑے باتیں کر رہے ہیں اور باتیں بڑے زور و شور، جوش وجذبہ سے ہو رہی تھیں۔ میں بھی جا کر کھڑا ہو گیا باتیں دعوت الی اللہ کی مساعی کے متعلق تھیں اور جناب واحد حسین صاحب گیانی محورِ مرکز تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب باتیں ذرا کم ہوئیں تو اپنے ارد گرد ماحول پر سب کی نظر پڑی تو زیادہ تر تو جماعت احمدیہ کے بزرگ افراد ہی تھے۔ جو آپس میں ایک دوسرے کے شناسا تھے۔ لیکن میں تو ابھی نوجوان تھا اور ربوہ میں ناآشنا بھی تھا تو تب جناب واحد حسین صاحب گیانی نے مجھ سے

پوچھا کہ آپ کون صاحب ہیں۔ میں چونکہ ربوہ میں تھا۔ فوراً خیال بڑے ابا جان کی طرف گیا اور میں نے عرض کیا کہ میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا نواسہ ہوں۔ میرے اس کہنے پر جناب واحد حسین صاحب گیانی جلدی سے آگے بڑھے اور بڑے تپاک اور پیار سے مجھے گلے لگایا۔ میں جب گھر آیا تو ابا جان مرحوم (ملک سلطان محمد خان صاحب) نے دیر کی وجہ پوچھی تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اِس طرح گفتگو سننے میں محو ہو گیا اور پھر تعارف کا ذکر کیا تو میرے ابا جان مرحوم نے ایک فقرہ فرمایا جو آج بھی دل پر اثر کئے ہوئے ہے اور وہ فقرہ یہ تھا کہ

”پہلے اپنے آپکو اُس مقام پر تو لے آؤ کہ تم ابا جان کے
ساتھ اپنی نسبت کا اظہار کر سکو۔“

حضرت ابا جان مرحوم کے تمام نسبتی رشتوں کا ذکر تفصیل سے تو ممکن نہیں ہے۔ اس لئے خاکسار نے صرف ایک دو غیر معمولی اہمیت رکھنے والے رشتوں کا ذکر کیا۔ ویسے تو ماشاء اللہ آپ کے سب نسبتی رشتہ دار خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت کے ساتھ گہرا لگاؤ رکھنے والے مخلص خاندان تھے۔ اپنی اپنی جگہ سب ہی کسی نہ کسی رنگ میں اہم تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ سب کی نسلوں کو اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین

خدمت دین میں حصہ لینے والی حضرت ابا جان چوہدری فتح محمد سیال کی اولاد

1 آپ کی اولاد میں سب سے بڑی بیٹی محترمہ آپا آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری عبداللہ خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی تھیں۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پڑنواسی اور محترم صاحبزادہ میاں مظفر احمد ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رضاعی بہن تھیں۔

آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی درس القرآن کی پہلی طالبات میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ آپ ایک ذہین طالبہ تھیں اور خدا کے فضل سے مولوی فاضل کیا۔ کراچی کی مستورات میں بھی درس قرآن دیتی رہیں۔ قرآن پاک ناظرہ اور باترجمہ بہت عمدہ پڑھایا کرتی تھیں۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بے حد عقیدت اور جماعت کیلئے بڑی غیرت رکھتی تھیں۔ اس معاملہ میں خواہ کوئی کتنا ہی قریبی رشتہ دار ملوث ہوتا اس کی پرواہ نہ کرتیں۔ آپ کی پیار کرنے والی شخصیت سے اپنے اور پرائے سب فیض یاب ہوئے۔ بالخصوص اپنے ان سب بہن بھائیوں سے بہت پیار رکھتیں اور خیال کرتیں۔ جن کی مائیں وفات پاچکی تھیں اور ہمیں آپ کی شفقت و محبت میں ماں کا روپ نظر آتا ہے۔

اولاد

i بڑے بیٹے محمد نصر اللہ خان امیر جماعت احمدیہ مسقط

ii حمید نصر اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور جن کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو بچپن سے دین کا شغف تھا آپ بہترین منتظم اور بہترین مقرر ہیں۔

ادریس نصر اللہ صاحب سیکرٹری امور عامہ وقضاء کے عہدہ پہ فائز رہے۔ اسی طرح ایک قابل اور نامور وکیل ہونے کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کے قانونی کاموں میں بھی مدد دیتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہر حکم کو بجالانے کے لئے ہردم مستعد رہتے ہیں اور سلسلہ کی خدمت کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔

آپ کی دوسری صاحبزادی محترمہ عائشہ صدیقہ بیگم کرنل سلطان محمد خان صاحب آف کوٹ فتح خان تھیں۔ آپ بھی خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت کے ساتھ انتہائی اخلاص اور محبت کا جذبہ رکھنے والی تھیں گو آپ کی زندگی کوٹ فتح خان کی روایات کے تحت گزری جہاں عورتیں باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔ لیکن آپ نے اپنی اولاد کی دیندارنہ انداز میں پرورش کی

آپ کی اولاد

1۔ عزیزم سلطان رشید خان صاحب ضلع اٹک کے امیر جماعت رہے اس کے علاوہ جماعتی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں نہایت حلیم طبع مخلص علم دوست شخصیت ہیں آپ کی لائبریری میں حتی الامکان جماعت کی ہر کتاب موجود ہوتی ہے۔

2۔ عزیزم سلطان ہارون خان صاحب نہایت مخلص احمدی اور آپ بہترین شاہ سوار ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ کے دور خلافت میں کئی بار ربوہ گھڑسواری میں شامل ہو کر خلیفہ وقت کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرتے رہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور نادر اعزاز سے نوازا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صاحبزادی طوبیٰ صاحبہ آپ کے بڑے بیٹے عزیزم سلطان محمد خان کے عقد میں آئیں اور یوں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے خلیفہ وقت کے ساتھ روحانی رشتہ کے علاوہ مبارک جسمانی تعلق بھی پیدا فرمادیا۔ ذلک فضل اللہ یوبتہ من یشاء

عزیزم سلطان محمد خان میں بہت سی خوبیوں کے علاوہ ایک خوبی خوبصورت گھڑ سواری بھی ہے اور نہایت بچپن کی عمر میں جو کہ شاید گیارہ بارہ برس کی بھی ربوہ میں گھوڑوں کی دوڑ میں شامل ہوئے اور خلیفۃ المسیح الثالث کی خوشنودی کا انعام حاصل کیا اللہ تعالیٰ ایمان واخلاص میں برکت عطا فرمائے۔

iii سلطان مامون خان صاحب۔ آپ سلسلہ سے وفا کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی شادی محترم بھائی ناصر محمد سیال اور صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود کی بیٹی یاسمین سے ہوئی۔

iv عزیزی راشدہ بیگم اشرف سیال انتہائی مخلص اور جماعت سے تعلق رکھنے والی شاعرانہ ذوق رکھتی ہیں۔

v عزیزی نعیمہ بیگم احمد محمود صاحب جو قاضی فیملی کے چشم و چراغ ہیں جماعت سے عقیدت رکھتی ہیں اور جماعتی کاموں میں حصہ لیتی ہیں۔

ساری اولاد کو خدا تعالیٰ ہمیشہ دین کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

3 محترم چوہدری صالح محمد سیال صاحب آپ کی شادی محترمہ صفیہ بیگم سے ہوئی۔ جو حضرت مولوی شیر علی صاحب کی نواسی ہیں۔ آپ نے ابا جان کے حکم کے تحت ساری زندگی سندھ کی زمینوں کی دیکھ بھال میں گذار دی مقامی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔

اولاد

i عزیزہ ڈاکٹر شاہدہ سیال بیگم چوہدری اشفاق احمد صاحب دونوں جماعتی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔

ii ڈاکٹر حامد سیال بھی مخلص احمدی نوجوان ہیں۔ صلہ رحمی اور غریب پروری ان کی طبیعت میں رچی بسی ہے۔

4 محترم ناصر محمد سیال صاحب واقف زندگی فضل عمر ریسرچ میں کام کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے داماد بنے صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ سے شادی ہوئی۔ حضور کے ارشاد پر امریکہ جا کر M.Sc کی۔ آپ کا جسمانی تعلق حضرت خلیفۃ المسیح اول سے بھی ہے۔

اولاد

i عزیزم ظاہر احمد مصطفیٰ سیال جب بھی حضور امریکہ تشریف لاتے ہیں تو آپ حفاظتی دستہ کے افسر اعلیٰ ہونے کی سعادت پاتے ہیں۔ آپ کی اہلیہ تزین احمد صاحبہ واشنگٹن کی صدر لجنہ ہیں۔

ii عزیزہ یاسمین بیگم سلطان مامون خان ابن کرنل ملک سلطان احمد آف کوٹ فتح خان

iii عزیزہ سعدیہ بیگم منیر احمد خان ابن محترم بشیر رفیق صاحب سابق امام بیت لندن

iv عزیزہ صوفیہ بیگم میاں عبدالصمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب ہیں۔ صاحبزادہ میاں عبد الصمد واقف زندگی ہیں۔ سیکرٹری مجلس کارپرداز کے اہم عہدہ پر کام کرتے ہیں۔ ان سب بچوں کو یہ سعادت خصوصی طور پر حاصل ہے کہ چاروں خلفاء سے جسمانی تعلق بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو خدمت دین کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

5 محترمہ منیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری مقبول احمد صاحب : آپ نے عرصہ دراز تک صدر لجنہ اماء اللہ ضلع شیخوپورہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ خواتین کی تربیت کیلئے دور دراز دیہاتوں کے دورے بڑی ہمت اور بشاشت سے کئے۔ خاندان مسیح پاک کے ساتھ بے پناہ عقیدت و محبت رکھتیں۔ صحت بوجہ شوگر کمزور ہوتی چلی گئی۔ آپ موصیہ تھیں۔ حال ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون

6 محترم میجر منصور احمد سیال آپ کی شادی خالدہ بنت خورشید احمد صاحب باجوہ سابق امیر جماعت ڈھاکہ سے ہوئی۔ ان کو خدا تعالیٰ نے قادیان کے پہلے حفاظتی دستہ میں خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے انڈیا جاکر اسیران راہ مولا کیلئے خوردونوش پہنچانے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ صاحبزادہ میاں رفیع احمد صاحب کے رضاعی بھائی ہیں اور خاکسار کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ کہ محترمہ صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کے ساتھ رضاعت کا رشتہ ہے۔ الحمدللہ

7 محترم مظفر احمد سیال فیصل ٹاؤن لاہور میں جماعتی خدمات سر انجام دیتے ہیں۔ خاموش طبع درویش طبیعت سلسلہ کے ساتھ اخلاص کا تعلق ہے۔ دینی غیرت بہت رکھتے ہیں۔ آپ کی شادی طیبہ خانم بنت سید کرم شاہ صاحب امیر جماعت احمدیہ گوجرہ ضلع فیصل آباد سے ہوئی

اولاد: عزیزم نصیر احمد سیال نائب ناظم شعبہ خدمت خلق فیصل ٹاؤن جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں تین چار شرپسندوں نے گھر آکر حملہ کیا اور آپ کو راہ خدا میں مار کھانے کی سعادت ملی۔

عزیزی نیلم سیال بھی جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں اور اپنے حلقہ میں اجلاس، تربیتی کلاسز اور ہر طرح کی ذمہ داری بڑی خوش اسلوبی سے نبھا رہی ہیں

8 عزیزہ امتہ الحی بیگم عبدالرشید احمد صاحب ان کو بھی خدا تعالیٰ نے دین کی خدمت کی توفیق بخشی۔ انہوں نے شادی کے بعد کوہاٹ جاتے ہی سب سے پہلے لجنہ قائم کی اور جتنا عرصہ وہاں پر قیام پذیر رہیں لجنہ کے کاموں کو آگے بڑھاتی رہیں۔

پھر لیبیا پوسٹنگ ہوگئی تو وہاں پر بھی لجنہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کی اور

۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۴ء وہاں پر کام کیا۔ پھر ۱۹۸۷ء سے تا حال محلہ دار الصدر ربوہ میں لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں مصروف ہیں اور خدمت دین کی سعادت پارہی ہیں۔ آپ کے شوہر محترم عبدالرشید احمد صاحب لیبیا میں امیر جماعت رہے اور ربوہ میں اصلاح کمیٹی کے ممبر ہیں۔

اولاد:۔

عزیزِم طارق رشید: ان کی شادی عزیزی مشبرا بنت صاحبزادہ میاں رفیع احمد صاحب سے ہوئی ہے۔ عزیزم طارق رشید نیک طبع اور مخلص احمدی ہیں۔

عزیزم خالد رشید: شارجہ میں خدام الاحمدیہ کے زعیم ہیں اور دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

9۔ محترم بشریٰ سیال صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالمنان صاحب

سب سے پہلے جنرل سیکرٹری کے عہدہ سے کام شروع کیا۔
پھر نائبہ صدر محلہ دارالصدر شمالی رہیں۔ اس وقت صدر حلقہ
دارالصدور غربی اور نگران اصلاحی کمیٹی صدر بلاک کی
حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ الحمد للہ۔ دعوت الی
اللہ کے کام کو انتہائی محنت سے کرتی ہیں جس کے نتیجہ میں سو
خواتین سلسلہ میں داخل ہو چکی ہیں۔

اولاد:۔

عزیزہ شاہدہ بیگم محمد اقبال صاحب باجوہ مربی سلسلہ
پتوکی میں وقف نو کے شعبہ کے ساتھ ساتھ بڑی عمر کی خواتین
اور بچیوں کو ترتیل القرآن پڑھانے کا کام بڑی محنت اور لگن
سے کر رہی ہیں۔ لجنہ کی فعال ممبر ہیں۔ نائبہ صدر تحصیل
چونیاں بھی ہیں۔

عزیزہ امتہ الباسط بینا بیگم شاہد احمد کاہلوں ابن لطیف احمد
شاہد کاہلوں حال ہی میں شادی ہو کر روس چلی گئیں۔ بیلا روس کی لجنہ
کی صدر منتخب ہو کر خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔
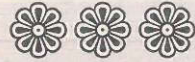
آپ کی وفات پر خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے جن الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا اسے پڑھ کر قارئین اس عاشق صادق کی سلسلہ سے بے پناہ محبت و عقیدت کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ خراج تحسین ایک انمول خزانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے دیگر رفقائے کار نے جس طرح اپنے درد بھرے جذبات کا نظم و نثر میں اظہار کیا وہ بھی تاریخ احمدیت کا ایک اہم باب ہے۔ اسے قارئین کے ازدیاد ایمان کیلئے پیش کرتے ہوئے اپنے لئے دُعا کی درخواست کرتی ہوں۔

گزشتہ صفحات میں حضرت ابا جان مرحوم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی زندگی کے حالات قارئین کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ ہر آغاز کا ایک انجام ہوتا ہے لہٰذا مورخہ ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء صبح ساڑھے نو بجے وہ بہادر مجاہد وہ فتح نصیب جرنیل حضرت امام مہدی کے تابعدار اور خلفاء کرام کے وفا شعار اپنے مولا حقیقی کی خدمت میں لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوگئے اور بہت سے دِلوں کو دُکھی اور حزین کر گئے۔ سہ پہر ساڑھے بارہ بجے دارالضیافت کے سامنے گھاس کے میدان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں صحابہ کرامؓ، خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد، صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ناظران و وکلا صاحبان، دفاتر کے کارکنان اور دیگر مقامی احباب ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں جنازہ بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔ حضرت میاں صاحب نے نہ صرف جنازے کو کندھا دیا بلکہ جنازے کے ہمراہ بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے اور وہاں قبر کے تیار ہونے پر دُعا کرائی اور یوں تدفین عمل میں آئی۔ [1]

آپکے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کتنے دُکھی ہوئے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے اپنے غم کا اظہار کن الفاظ میں کیا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے آپ کیلئے جو محسوس فرمایا اُن کے وہ جذبات نظم کی شکل میں ڈھل گئے۔ اِسی طرح جماعت احمدیہ میں آپکے رُفقاء کار، آپکے معزز ساتھیوں نے جس طرح آپکو خراج تحسین پیش کیا قارئین اگلے صفحات میں اس کی

1: یکم مارچ ۱۹۶۰ء الفضل

تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر میں ایک بات آپ سے یہاں عرض کرتی چلوں کہ میں ایک بیٹی ہونے کی ناطے یہ سوچا کرتی تھی کہ آپ نے ہم کو وہ پیار نہ دیا جس کے ہم حق دار تھے اور بساہ اوقات یہ احساس گلہ کی شکل بھی اختیار کر لیتا لیکن آپ کے حالات زندگی کو پڑھ کر اور تحریر کر کے آپ کی حیات طیبہ کے جو نقوش ابھرتے ہیں انہیں دیکھ کر دِل یہ پکار اُٹھا ہے کہ میرے جیسے ہزاروں بچے جماعت کے اس فدائی پہ قربان ہو جائیں تو کوئی بات نہیں کوئی اِتنا کام کر جائے تو اُس کی اولاد ہی نہیں بلکہ اُس کی آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے بھی یہ باعث تسکین ہو گی۔ آپکی اِن عظیم خدمتوں کے عوض میرے پاس خراج تحسین پیش کرنے کیلئے کچھ نہیں سوائے بے انتہا آنسوئں میں ڈوبی ہوئی دِلی دعاؤں کے۔

آپکے حالات کو درج کرتے ہوئے دِل کئی طرح کی کیفیات سے گذرتا رہا اور آخیر ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کے اس شعر نے تسلی دلائی

اُنکی چاہت مرا مدعا بن گیا' میرا پیار اُنکی خاطر دعا بن گیا
بایقین اُنکا ساتھی خدا بن گیا' وہ ہنائے گئے آسمان کیلئے

بہر حال اب میں حضرت ابا جان کی وفات پر خراج تحسین کے جن مضامین کا شروع میں نے ذکر کیا تھا قارئین کی نذر کرتی ہوں

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات

رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

چوہدری فتح محمد صاحب سیال فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت مسیح موعودؑ اُن سے بہت محبت کرتے تھے۔ رات کے وقت تار دینے کی ضرورت پڑتی تو ان کو ہی بٹالہ بھجوایا کرتے تھے۔ جب خواجہ صاحب کو انگلستان میں مشکلات پیش آئیں تو حضرت خلیفۂ اوّل نے ان کو انکی مدد کیلئے بھجوایا تھا۔ ڈاکٹر عبیداللہ صاحب امرتسری نے واپس آکر ان کی بڑی تعریف کی کہ بہت صالح آدمی ہیں۔

جب میں نے تشحیذ الاذہان جاری کیا تو جن لوگوں نے ابتدا میں میری مدد کی ان میں یہ بھی شامل تھے۔ ملکانہ تحریک ساری انہوں نے چلائی تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے داماد بھی تھے۔ پٹی اور قصور کے بڑے زمیندار خاندان میں سے تھے۔ بچپن سے میرے ساتھ کام کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ وفات کے وقت مجھے پتہ بھی نہ لگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اس کے فرشتے ان کو لینے کیلئے آگے آئیں اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں ہمیشہ ان پر اور ان کے خاندان پر نازل ہوتی رہیں۔ میری ایک بیٹی بھی ان کی بہو ہے۔ خدا اس کو بھی اپنے خاوند کی خدمت اور اپنے خسر کیلئے دعا کی توفیق دے۔ آمین

جوانی سے چوہدری صاحب نے سلسلہ کی خدمت کی۔ قادیان جہاں سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو دائمی طور پر وہیں لے جائے۔ اور جس طرح زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کا ساتھ دیا تھا۔ اب وفات کے بعد دائمی طور پر ان کا قرب نصیب ہو۔ آمین

* بحوالہ روزنامہ الفضل 2 مارچ 1960ء نمبر 49

اسلام کاایک بہادر مجاہد ہم سے جدا ہوگیا

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی المناک وفات

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی ربوہ

آج (مؤرخہ ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء) صبح ساڑھے نو بجے کے قریب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ کل شام مغرب کی نماز کے بعد انہیں اچانک دل کا دورہ ہؤا اور آج صبح کو اپنے مولا کو پیارے ہو گئے چوہدری صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق ابن رفیق تھے اور ان کے داماد چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم بھی گویا پیدائشی لحاظ سے رفیق تھے۔ اس طرح چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے گویا اوپر اور نیچے ہر دو جانب سے برکت کا ورثہ پایا تھا۔ چوہدری صاحب مرحوم کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ جماعت کی طرف سے پہلے مبلغ کے طور پر انگلستان میں تبلیغ اسلام کیلئے بھجوائے گئے اور نہ صرف ایک دفعہ بھجوائے گئے بلکہ انہیں متعدد مرتبہ تبلیغ کی غرض سے باہر جانے کا شرف حاصل ہوا۔ انہیں دراصل تبلیغ کا غیرمعمولی عشق تھا۔ اور انہیں خدا نے تبلیغ کا ملکہ بھی ایسا عطا کیا تھا کہ بہت جلد اپنی گفتگو سے دوسرے کا دل صداقت کے حق میں جیت لیتے تھے اور زمینداروں پر تو گویا ان کا جادو چلتا تھا۔ پھر ملکانہ کے علاقہ میں بھی وہ سالہا سال جماعت کی تبلیغی مہم کے نگران اور قائد رہے اور انہوں نے ایک بہت لمبے عرصہ تک مرکزی ناظر دعوۃ وتبلیغ اور ناظر اعلیٰ کے فرائض بھی بڑی کامیابی کے ساتھ ادا کئے اور مقامی تبلیغ کے تو وہ گویا ہیرو تھے جن کے ہاتھ پر بے شمار لوگوں نے

صداقت کو قبول کیا۔

چوہدری صاحب بڑے سادہ مزاج اور بہت بے تکلف طبیعت کے بزرگ تھے اور گو وہ کام کی تفصیلات کو بعض اوقات بھول جاتے تھے مگر اصولی امور میں وہ حقیقۃً غیرمعمولی ذہانت کے مالک تھے اور ان امور میں ان کی نظر بعض اوقات اتنی گہری جاتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی کہ ایسی سادہ طبیعت کا انسان اصولی امور میں اتنا ذہین اور اتنا دوررس ہے۔ چوہدری صاحب کو ملکی تقسیم کے ایام میں ہندو سیاست کا شکار بن کر قید بھی ہونا پڑا۔ مگر اس قید کا زمانہ بھی انہوں نے کمال صبر اور بشاشت سے برداشت کیا۔ بلکہ جیل خانہ میں بھی کئی لوگوں کو (جن میں بعض کافی مخالف تھے) اپنی مخلصانہ تبلیغ سے رام کرلیا۔

گو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں چوہدری صاحب بالکل نوعمر بلکہ طالبعلم تھے مگر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ انہیں ذاتی تعارف کا شرف حاصل تھا اور حضور ان کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی سفر میں مصاحبت کا سوال تھا تو ساتھ جانے والوں کی فہرست دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ نے خود کہہ کر چوہدری صاحب کا نام لکھایا بلکہ نام لکھنے والوں سے کہا کہ شائد آپ لوگوں نے فتح محمد کا نام اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ تو بہر حال پہنچ ہی جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ساتھ بھی چوہدری صاحب کا بچپن کا ساتھ تھا۔ چنانچہ رسالہ تشحیذ الاذہان کے اجراء میں اور پھر مجلس انصار اللہ کے قیام میں وہ شروع سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے۔ دراصل وہ حضور کے ذاتی دوستوں میں سے تھے اور حضور کے ساتھ بے حد عقیدت رکھتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کے ساتھ تو ان کا جسمانی رشتہ بھی تھا۔ یعنی زوجہ اول کے بطن

سے حضور کی نواسی (ہاجرہ بیگم مرحومہ) جو میری رضاعی بہن تھیں چوہدری صاحب کے عقد میں آئیں اور چوہدری صاحب کی زیادہ اولاد انہی کے بطن سے ہوئی اور بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی چوہدری صاحب کا رشتہ قائم ہو گیا۔ کیونکہ حضور کی چھوٹی صاحبزادی عزیزہ امتہ الجمیل سلمہا چوہدری صاحب کے فرزند عزیزم ناصر محمد سیال واقف زندگی کے ساتھ بیاہی گئی۔ چوہدری صاحب مرحوم ایک بڑے مجاہد اور نڈر اور بہادر مبلغ ہونے کے علاوہ تہجد گذار اور نوافل کے پابند اور دعاؤں میں بہت شغف رکھنے والے بزرگ تھے اور وہ صاحبِ کشف و رویاء بھی تھے۔ میں جن دوستوں اور بزرگوں کو عموماً دعا کیلئے لکھا کرتا تھا ان میں چوہدری صاحب مرحوم کا نام بھی شامل تھا۔ مجھے ایسے مخلص اور بے ریا اور وفادار بھائی کی وفات کا بڑا صدمہ ہے۔ مگر

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور جماعت کو ان کا بدل عطا فرمائے اور ان کی اولاد اور بیوی اور دیگر لواحقین کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین

خاکسار مرزا بشیر احمد

۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء بروز اتوار ربوہ

بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ یکم مارچ 1960ء نمبر 48

جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

از قلم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالیٰ ربوہ

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات کے متعلق میرا نوٹ الفضل میں چھپ چکا ہے۔ یہ نوٹ میں ایک اور غرض سے لکھ رہا ہوں۔ جو جماعتی ترقی سے تعلق رکھتی ہے۔ کل جب مجھے چوہدری صاحب مرحوم کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی تو مجھے بعض خیالات کے غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے نماز پڑھانی مشکل ہو گئی اور میں بڑی کوشش سے اور طبیعت پر زور دے کر مسنون دعائیں پڑھ سکا کیونکہ بار بار یہ خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحبت یافتہ لوگ گزرتے جاتے ہیں۔ مگر ان کی جگہ لینے نئے آدمی اس رفتار سے تیار نہیں ہو رہے جیسا کہ ہونے چاہئیں اور پھر جو نئے لوگ تیار ہو رہے ہیں وہ عموماً اس للّٰہیت اور اُس جذبہ خدمت کے مالک نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے لوگوں کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ بیشک بعض بہت قابل رشک نوجوان بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر کثرت و قلت کا فرق اتنا ظاہر و عیاں ہے کہ کوئی سمجھدار شخص اس فرق کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہر حال میرے دل و دماغ پر اس خیال نے اتنا غلبہ پایا کہ بعض اوقات میں نماز جنازہ میں مسنون دعاؤں کو بھول کر اس دعا میں لگ جاتا تھا کہ خدایا تیری ممیت والی

بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 3/ مارچ 1960ء

صفت جب زندوں کو مار رہی ہے تو اپنے فضل و کرم سے اپنی محی والی صفت کے ماتحت مرنے والوں کی جگہ لینے کیلئے ہم میں ساتھ ساتھ زندہ وجود بھی پیدا کرتا چلا جا تا کہ جماعت میں کسی قسم کا خلا یا کمزوری نہ آنے پائے اور اس کا قدم ہر آن ترقی کی طرف اٹھتا چلا جائے۔ جنازہ کے دوران میں بلکہ تجہیز و تدفین کے دوران میں بھی میرا قریباً سارا وقت اسی فکر اور اسی دعا میں گزرا۔ چنانچہ جو شعر اس نوٹ کے عنوان میں درج کیا گیا ہے وہ بھی اصولی طور پر اسی لطیف مضمون کا حامل ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جو لوگ اکٹھے بیٹھ کر شراب طہور پیا کرتے اور مجلس جمایا کرتے تھے وہ اب ایک ایک کر کے اٹھتے جاتے ہیں اور پُرانی مجلس سونی ہوتی جا رہی ہے۔ اب اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس مجلس میں بیٹھنے والوں کو کوئی ایسا آب حیات مل جائے جو اُن پر موت کا دروازہ بند کر دے اور اس طرح یہ پاکیزہ مجلس ہمیشہ گرم رہے۔

میں انہی خیالات میں سرگرداں تھا کہ میرے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز اُٹھی کہ اسلام نے یہ آب حیات بھی مہیا کیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

لا تحسبن الذین قُتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یُرزقون

"یعنی جو لوگ خدا کے راستہ میں زندگی گزارتے ہوئے فوت ہوں اور قربانی کی موت حاصل کریں ان کو ہرگز فوت شدہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (اور ہمیشہ زندہ رہیں گے) اور اُن کی زندگی کی علامت یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی خدا کی طرف سے اُن کو رزق مہیا کیا جاتا ہے۔ جو انسانی زندگی کے بقا اور نشوو نما کا موجب ہے۔"

اس لطیف آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء کی زندگی نہ صرف اپنی ذات میں

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 3/ مارچ 1960ء

کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ ہر شہید کی موت بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی کا باعث بن جاتی اور جماعت کی غیر معمولی ترقی کا موجب ہوتی ہے اور جاننا چاہیے کہ جیسا کہ قرآن و حدیث میں صریح اشارات پائے جاتے ہیں کہ شہید سے صرف وہی شخص مراد نہیں جو کسی دینی لڑائی میں مارا جائے بلکہ ہر وہ شخص بھی شہیدوں میں داخل ہے جو (۱) خدمت دین میں زندگی گزارتا ہوا فوت ہو۔ (۲) اور اس کا نمونہ بھی ایسا ہو کہ دوسروں کیلئے ترغیب و تحریص اور اقوام فی الدین کا موجب بن جائے۔

مجھے حافظ شیرازی کا یہ شعر بہت پسند ہے کہ

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

پس میں جماعت کے نوجوانوں کو بڑے درد دل کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مرنے والوں کی جگہ لینے کیلئے تیاری کریں اور اپنے دلوں میں ایسا عشق اور خدمت دین کا ایسا ولولہ پیدا کریں کہ نہ صرف جماعت میں کوئی خلا نہ پیدا ہو بلکہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کے طفیل جماعت کی آخرت اس کی اولیٰ سے بھی بہتر ہو۔ یقیناً اگر ہمارے نوجوان ہمت کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مقصد کا حصول ہرگز بعید نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کیساتھ خدا کا یہ وعدہ ہے جو حضور نے ان شاندار لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے............ کہ میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل کی

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 3/ مارچ 1960ء

روشنی سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر اک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا اور پھلے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔"

خدا کرے کہ ہم اور ہماری اولادیں اس عظیم الشان بشارت سے حصہ پائیں اور اسلام اور احمدیت کا جھنڈا دنیا میں بلند سے بلند ہوتا چلا جائے۔ یاد رکھو کہ ایسی زندگی چنداں شاندار نہیں سمجھی جاسکتی کہ انسان ایک بلبلے کی طرح اٹھے اور پھر بیٹھ جائے اور ساٹھ ستر سال کی عمر میں اس کی فعال زندگی کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے بلکہ اصل شان اِس میں ہے کہ انسان کی جسمانی موت کے بعد بھی اس کے آثار اس کی اولاد اور اس کے شاگردوں اور اس کے دوستوں اور اس کے عزیزوں اور اس کے علمی اور عملی کارناموں کے ذریعہ روشن جواہرات کی طرح جگمگاتے رہیں۔ قرآن نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثواباً و خیر املاً۔ پس

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

والسلام

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ ۲۹/ فروری ۱۹۶۰ء

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 3/ مارچ 1960ء

"اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار"

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی اچانک وفات کا صدمہ خواہ کتنا ہی بھاری ہے۔ بہر صورت وہ قدرت کے اٹل قانون کے ماتحت آہستہ آہستہ کم ہوتا جائے گا۔ کیونکہ ہر مومن یہ جانتا اور یقین رکھتا ہے کہ انسانی زندگی بہر حال محدود ہے اور ہر مومن یہ بھی جانتا ہے کہ ہمارے آسمانی آقا کو مصائب پر صبر کرنا پسند ہے لیکن جو چیز ہر آن بڑھتی جا رہی ہے اور بظاہر اسکے جلدی کم ہونے کی کوئی امید نہیں وہ یہ احساس ہے کہ مخلص اور جانثار اور دیانت دار اور خدمت دین کی دھن رکھنے والے جنونی ٹائپ کے کارکن کہاں سے آئیں گے جو اپنا سب کچھ خدا کے قدموں میں عشق رسول کے جذبہ میں مخمور ہو کر قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔ میں نے "جنونی ٹائپ" کے الفاظ دانستہ لکھے ہیں مگر ان سے نعوذ باللہ بیماری والا جنون مراد نہیں جس کے نتیجہ میں عقل پر پردہ پڑتا اور انسان دوسروں کے قتل وغارت کیلئے تیار ہو جاتا ہے بلکہ اس سے وہ جنون مراد ہے جس میں انسان اپنی مجبوریوں اور حد بندیوں اور طاقتوں کو گویا نظر انداز کرتے ہوئے اپنے نیک مقاصد کے حصول کی طرف دیوانہ وار بڑھتا چلا جاتا ہے اور کسی روک کو خیال میں نہیں لاتا۔ یہ وہی جنون ہے جس کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے کہ

کشتی اسلام بے لطف خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے مجنوں انسان کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی طاقت کا

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 9/ مارچ 1960ء

اندازہ کر کے کوئی کام نہیں کیا کرتا بلکہ جو خیال بھی اسے آجائے اس کی طرف ہر روک کو نظر انداز کرتے ہوئے اور ہر حد بندی کو توڑتے ہوئے بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کے سامنے صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے کہ میں نے یہ کام بہر حال کرنا ہے۔ اسے خرچ کی پروا نہیں ہوتی۔ اسے اپنی طاقت کی محدودیت کا احساس نہیں ہوتا اسے اپنے آرام و آسائش کا خیال نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک ہی لگن اور ایک ہی دھن ہوتی ہے کہ خواہ کچھ ہو میں نے بہر حال یہ کام کرنا ہے یہ وہی مقدس جنون ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں جو اوپر لکھا گیا ہے اشارہ کیا ہے اور یہی وہ "جنون" ہے جس کے مطابق دشمن لوگ اپنی ناسمجھی سے نبیوں اور رسولوں کو مجنون کا نام دیتے چلے آئے ہیں۔

ہمارے مرحوم بھائی چوہدری فتح محمد صاحب سیالؒ نے بھی اس جنون سے کافی حصہ پایا تھا۔ انہوں نے میرے پاس آکر کئی دفعہ دوستانہ رنگ میں دُکھ بھرے دل کے ساتھ گلہ کیا کہ انجمن مجھے میرے کام کیلئے ضروری روپیہ نہیں دیتی اور اپنی ضابطہ پرستی کے طریق کے مطابق کام میں عملاً روکیں ڈالتی ہے۔ ورنہ دنیا صداقت کی پیاسی ہے اور ساز تشنۂ مضراب ہے۔ ان کی ان دوستانہ شکایتوں کا میرے دل پر گہرا اثر ہوتا تھا مگر میں جانتا تھا کہ جہاں چوہدری صاحب اپنے تبلیغی جنون میں مجبور ہیں وہاں بے چاری انجمن بھی اپنے مالی حالات اور قواعد کی چار دیواری میں مقید و محصور ہے یہ کشمکش عرصہ سے چل رہی تھی اور آخر چوہدری صاحب کی المناک وفات سے

اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مجھے

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 9/ مارچ 1960ء

اب جماعت میں عموماً اور سلسلہ کے کارکنوں میں خصوصاً کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا (الشاذ کالمعدوم) جو تبلیغ کے میدان میں اس دھن اور اس جنون کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جو مرحوم چوہدری صاحب کو حاصل تھی اور گو میں خلاؤں کا زیادہ قائل نہیں (کیونکہ قدرت اپنے ازلی قانون کے ماتحت ہر خلا کو پُر کرتی رہتی ہے) مگر اس وقت بظاہر ضرور اس میدان میں ایک وقتی سا خلا نظر آتا ہے۔ کوئی عمر کی مجبوری کی وجہ سے کوئی اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے کوئی شوق اور جذبہ کی کمی کی وجہ سے اور کوئی اپنے طریق کار کی خامی کی وجہ سے اور کوئی ضابطہ پرستی کی شدت کی وجہ سے اِس مجنونانہ صلاحیت سے محروم ہے۔ جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے

اے جنون کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار

بیشک انسان اپنی مجبوریوں اور حد بندیوں سے کلی طور پر آزاد نہیں ہو سکتا مگر ان میں بالکل محصور اور قید ہو کر رہ جانا بھی ہرگز دانشمندی کا طریق نہیں اور صحیح طریق یہی ہے کہ انسان اپنی مجبوریوں کا غلام نہ بنے بلکہ اپنے کام کے حصول اور اپنے مقصد میں کامیابی کو اصل غرض و غایت قرار دے۔ دنیا بھر کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ قواعد کام میں سہولت اور بہتری پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ روکیں ڈالنے کیلئے۔

الغرض جب سے محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات ہوئی ہے میرا دل ہر لحظہ اور ہر آن اس فکر و غم کا شکار رہو رہا ہے کہ چوہدری صاحب کی موت کو تو ہم بالاخر رو رو کر بھلا دیں گے مگر اس خلا کو کس طرح پورا کیا جائے کہ ان کے بعد تبلیغ کے میدان میں اس وقت ملک کے اندر بظاہر اس دھن اور اس لگن کا کوئی آدمی

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 9/ مارچ 1960ء

اندازہ کر کے کوئی کام نہیں کیا کرتا بلکہ جو خیال بھی اسے آجائے اس کی طرف ہر روک کو نظر انداز کرتے ہوئے اور ہر حد بندی کو توڑتے ہوئے بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کے سامنے صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے کہ میں نے یہ کام بہر حال کرنا ہے۔ اسے خرچ کی پروا نہیں ہوتی۔ اسے اپنی طاقت کی محدودیت کا احساس نہیں ہوتا اسے اپنے آرام و آسائش کا خیال نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک ہی لگن اور ایک ہی دھن ہوتی ہے کہ خواہ کچھ ہو میں نے بہر حال یہ کام کرنا ہے یہ وہی مقدس جنون ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں جو اوپر لکھا گیا ہے اشارہ کیا ہے اور یہی وہ "جنون" ہے جس کے مطابق دشمن لوگ اپنی ناسمجھی سے نبیوں اور رسولوں کو مجنون کا نام دیتے چلے آئے ہیں۔

ہمارے مرحوم بھائی چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ نے بھی اس جنون سے کافی حصہ پایا تھا۔ انہوں نے میرے پاس آکر کئی دفعہ دوستانہ رنگ میں دُکھ بھرے دل کے ساتھ گلہ کیا کہ انجمن مجھے میرے کام کیلئے ضروری روپیہ نہیں دیتی اور اپنی ضابطہ پرستی کے طریق کے مطابق کام میں عملاً روکیں ڈالتی ہے۔ ورنہ دنیا صداقت کی پیاسی ہے اور سازِ تشنۂ مضراب ہے۔ ان کی ان دوستانہ شکایتوں کا میرے دل پر گہرا اثر ہوتا تھا مگر میں جانتا تھا کہ جہاں چوہدری صاحب اپنے تبلیغی جنون میں مجبور ہیں وہاں بے چاری انجمن بھی اپنے مالی حالات اور قواعد کی چار دیواری میں مقید و محصور ہے یہ کشمکش عرصہ سے چل رہی تھی اور آخر چوہدری صاحب کی المناک وفات سے

اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مجھے

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 9/ مارچ 1960ء

اب جماعت میں عموماً اور سلسلہ کے کارکنوں میں خصوصاً کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا (الشاذ کالمعدوم) جو تبلیغ کے میدان میں اس دھن اور اس جنون کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جو مرحوم چوہدری صاحب کو حاصل تھی اور گو میں خلاؤں کا زیادہ قائل نہیں (کیونکہ قدرت اپنے ازلی قانون کے ماتحت ہر خلا کو پُر کرتی رہتی ہے) مگر اس وقت بظاہر ضرور اس میدان میں ایک وقتی سا خلا نظر آتا ہے۔ کوئی عمر کی مجبوری کی وجہ سے کوئی اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے کوئی شوق اور جذبہ کی کمی کی وجہ سے اور کوئی اپنے طریق کار کی خامی کی وجہ سے اور کوئی ضابطہ پرستی کی شدت کی وجہ سے اِس مجنونانہ صلاحیت سے محروم ہے۔ جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے

اے جنون کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار

بیشک انسان اپنی مجبوریوں اور حد بندیوں سے کلی طور پر آزاد نہیں ہو سکتا مگر ان میں بالکل محصور اور قید ہو کر رہ جانا بھی ہر گز دانشمندی کا طریق نہیں اور صحیح طریق یہی ہے کہ انسان اپنی مجبوریوں کا غلام نہ بنے بلکہ اپنے کام کے حصول اور اپنے مقصد میں کامیابی کو اصل غرض و غایت قرار دے۔ دنیا بھر کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ قواعد کام میں سہولت اور بہتری پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ روکیں ڈالنے کیلئے۔

الغرض جب سے محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات ہوئی ہے میرا دل ہر لحظہ اور ہر آن اس فکر و غم کا شکار رہو رہا ہے کہ چوہدری صاحب کی موت کو تو ہم بالآخر رو رو کر بھلا دیں گے مگر اس خلا کو کس طرح پورا کیا جائے کہ ان کے بعد تبلیغ کے میدان میں اس وقت ملک کے اندر بظاہر اس دھن اور اس لگن کا کوئی آدمی

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 9/ مارچ 1960ء

نظر نہیں آتا جو خدا کے فضل سے چوہدری صاحب کو گویا "جنون" کی حد تک حاصل تھی و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔ پس میں جماعت کے نوجوانوں کی خدمت میں بڑے درد مند دل کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور اپنے اندر اشاعت اسلام کا وہ جذبہ پیدا کریں جسے دُنیا جنون قرار دیتی ہے مگر خدا کی نظر میں اس سے بڑھ کر کوئی فرزانگی نہیں۔ بالآخر حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ڈرا دینے والا شعر یاد رکھو کہ

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ

۶/مارچ ۱۹۶۰ء

٭ بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 9/ مارچ 1960ء
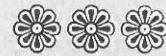
ایک مجاہد کی جُدائی پر

رقم فرمودہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحب مدظلہا العالی بنت سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

اِسی گزشتہ جلسہ سالانہ کے قریب ایک صبح آنکھ کھلتے کھلتے یہ مصرع میری زبان پر تھا

"غلامے از غلامانِ محمدؐ"

اس سے پہلے کوئی خواب دیکھا ہو تو وہ فراموش ہو چکا تھا۔ بظاہر اس میں کوئی قابل تشویش پہلو محسوس ہونا ضروری نہ تھا۔ تاہم میرے دل پر اچھا اثر نہ تھا۔ وہم آتے رہے۔ دُعا کی مگر خیال سالگا رہا۔

چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم کی اچانک وفات کی خبر پر اسی خواب والے مصرعہ پر چند اشعار اس صدمہ کی حالت میں آخر صورت پذیر ہوگئے جو درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے کسی کا بچہ وفات پا جاتا ہے تو دعا دی جاتی ہے کہ خدا نعم البدل دے۔ مگر میرے خیال میں ان بیش قیمت خدام دین کی وفات پر اس سے بھی بڑھ کر تڑپ کے ساتھ ہر احمدی کے دل سے یہ دعا نکلنی چاہیے کہ الٰہی ہم کو نعم البدل دے۔ ایک نہیں بلکہ ایک کے عوض ہزاروں۔ آمین

جواں مردے زِ مردان محمدؐ "غلامے از غلامانِ محمدؐ"

یکے از عاشقانِ روئے احمد یکے از جان نثارانِ محمدؐ

سنا ہے آج رخصت ہو گیا ہے نبھا کر عہد و پیمانِ محمدؐ

بسرعت سوئے جنت اڑ گیا ہے مجاہد طیر پرانِ محمدؐ

رہا کوشاں پئے فتح محمدؐ ہوا کی جان قربانِ محمدؐ

وہ چل دیتا جدھر کرتے اشارہ علمبردار ذی شانِ محمدؐ

اسی کوشش میں ساری عمر گزری پھلے پھولے گلستانِ محمدؐ

بشر تھا پھرتے پھرتے تھک گیا تھا پنہ لی زیرِ دامانِ محمدؐ

مبارک ہے یہ انجامِ مبارک

زہے قسمت محبانِ محمد
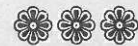
حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے

از عبد القادر صاحب

جہاں بھی پہنچا قدم نصرتوں نے چوم لئے

چراغ فتح محمد جلا دیا تو نے

مسیحِ وقت سے کسبِ ضیا کیا اور پھر

دلوں میں نورِ محبت بسا دیا تو نے

ترا کلام کلام امام کا مظہر

جہاں میں گھوم کے درس وفا دیا تو نے

ضیائے حُسن حقیقی سے فیضیاب ہوا

دُوئی کے پردوں کو جونہی اٹھا دیا تو نے

امیرِ قافلہ بن کر گیا/ تھا ملکانہ

وہاں پہونچ کے تہلکہ مچا دیا تو نے

تیرے پیام سے دیہات میں جلے دیپک

مشام جاں کو معطر بنا دیا تو نے

گذشتہ صفحات میں چند مقتدر ہستیوں کے دلی جذبات پیش کرنے کے بعد خاکسار اب آپ کے بعض رفقائے کار جو خود بھی جماعت کی عظیم خدمتوں میں مصروف رہے ہیں کے خیالات آپ تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہے ان بزرگوں میں سے مکرم و محترم حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم اور مکرم و محترم مولانا ابوالعطا صاحب مرحوم، مکرم و محترم مولوی احمد خان صاحب نسیم مرحوم مربی سلسلہ، مکرم و محترم شیخ محمد الدین صاحب مرحوم سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ اور مکرم و محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب اور آپ کے ڈرائیور احمد خان صاحب کے مضامین آئندہ صفحات میں آپ کی نظر سے گذریں گے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابا جان کی زندگی ہر احمدی کیلئے قابل رشک ہے۔

اب میں درمیان میں سے ہٹ کر آپ کو اُن تمام مضامین کی طرف لئے چلتی ہوں جو وجد آفرین بھی ہیں سبق آموز بھی۔

امیر المجاہدین حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

(از محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اصلاح و ارشاد کی اچانک وفات یقیناً ساری جماعت کیلئے حزن و ملال کا باعث ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے وفات پا جانے سے جماعت ایک مخلص اور وفادار خادم سلسلہ سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ نے بچپن سے قادیان کے ماحول میں تربیت پائی ایم۔اے پاس کیا تو آپکو ۱۹۱۳ء میں برائے تبلیغ انگلستان بھجوایا گیا جہاں آپ نے ۱۹۱۴ء میں خلافت ثانیہ سے دامن وابستہ کر کے لنڈن میں احمدیہ مشن کی بنیاد رکھی۔ اس وقت سے لے کر تادمِ وصال آپ تبلیغ حق میں مصروف رہے۔ ۱۹۲۲ء میں جب آریوں نے ملکانوں کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں شدھ کر کے آریہ بنانا شروع کیا تو ارتداد کی تیز و تند رَو کو روکنے کیلئے جو جماعت احمدیہ نے عظیم الشان کام کیا وہ مخالف و موافق سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس زمانے کے تمام مسلم اخبارات نے جماعت احمدیہ کے کارہائے نمایاں کی جذبات تشکر و امتنان کے ساتھ تعریف کی۔ احمدی مجاہدین جو سینکڑوں کی تعداد میں ارتداد زدہ علاقہ میں کام کرتے تھے۔ اُن سب کے امیر ہمارے مرحوم و مغفور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال تھے۔ امیر مجاہدین کا کیمپ آگرہ میں تھا جو مجاہدین ارتداد میں کام کرنے کیلئے جاتے وہ پہلے آگرہ پہنچتے پھر مرحوم و مغفور امیر المجاہدین سے ہدایت حاصل کر کے مختلف مقامات پر چلے جاتے۔ میں نے بھی اڑھائی سال تک کام کیا اور میں آپ کے ہمراہ آگرہ میں رہتا تھا۔ اور جہاں کہیں مناظرہ یا جلسہ

* بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 6/ مارچ 1960ء

ہوتا آپ کی ہدایت کے ماتحت میں وہاں چلا جاتا۔ اس تمام عرصہ میں مجھے یاد نہیں کہ کبھی آپ کی طرف سے مجھے شکایت کا موقعہ ملا ہو۔ نہایت فراخ دل وسیع الحوصلہ تھے اور اپنے رفقاء کار سے محبت کا سلوک کرتے تھے۔

۱۹۲۴ء میں جب آپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت حضور کی معیت میں لنڈن تشریف لے گئے تو میں حضور کے ارشاد کے ماتحت قادیان آگیا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں جب میں دمشق پہنچا تو میں نے وہاں سے آپ کو خط لکھا اور اس میں قیام آگرہ کا ذکر کرتے ہوئے مذکورہ بالا قسم کے خیالات کا اظہار کیا تو آپ نے جواباً لکھا کہ مجھے آپ کے خط سے بہت خوشی ہوئی ہے اور بعض پیغامیوں کا ذکر کیا کہ ان میں یہی خرابی تھی کہ وہ اپنے ماتحت کام کرنے والوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے تھے۔

طبیعت میں سادگی تھی۔ پیچ در پیچ طبیعت رکھنے والوں سے سخت متنفر تھے۔ صاف گو تھے۔ جو بات حق خیال کرتے وہ برملا کہہ دیتے۔ بلند عزائم رکھتے سلسلہ کے وقار کیلئے غیرت رکھتے تھے۔ افسوس ہے کہ اب ہم ایک مخلص رفیق کار سے محروم ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کی اولاد اور باقی رشتہ داروں کو صبر جمیل بخشے۔ **اللھم اغفرلہ وارحمہ واکرم نزلہ و ادخلہ الجنۃ۔** آمین

● **بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 6/ مارچ 1960ء**

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی زندگی کا ایک ورق

بیرونی ممالک میں جانے والے مبلغین کیلئے زرین نصائح

از مکرم مولانا ابو العطا صاحب فاضل

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے کی وفات ایک جماعتی صدمہ ہے۔ آپ ہمہ تن تبلیغ دین تھے۔ ساری زندگی آپ نے اسی راہ میں صرف کی ہے۔ اعلاء کلمہ اسلام کا خیال آپ کے جملہ تصورات پر غالب تھا اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ نے اس فرض کو ادا فرمایا کہ بھولے بھٹکے انسانوں کی رہنمائی کی جائے اور انہیں راہ حق پر گامزن کیا جائے۔ حضرت چوہدری صاحب کے شمائل وخصائل کے متعلق لکھا گیا ہے اور آئندہ بھی لکھا جائے گا۔

میں جب ۱۹۳۱ء میں تبلیغ اسلام کیلئے بلاد عربیہ کی طرف بھیجا گیا تو میں نے نوٹ بک پیش کرتے ہوئے چند بزرگوں سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی قیمتی نصائح تحریر فرما دیں۔ ایک محفوظ نوٹ بک میں استاذی المکرم حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت میر قاسم علی صاحب، ایڈیٹر فاروق چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی تحریرات اس وقت بھی میرے سامنے ہیں موقع کی مناسبت سے میں اس جگہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب مرحوم کی تحریر درج ذیل کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بیرونی ملکوں میں جانے والے نوجوان مبلغین کیلئے کس قسم کی متقیانہ زندگی اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس تحریر سے حضرت چوہدری صاحب کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ بہر حال آپ کی زریں نصیحت حسب ذیل الفاظ میں ہے۔

● **بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 5/ مارچ 1960ء**

الذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا میرا یہ تجربہ ہے کہ جب انسان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی مغفرت حاصل کرنے کیلئے اپنے وطن اور اہل عیال کو ترک کر کے اور دنیا کی تمام خوشیوں اور لذتوں سے علیحدہ ہو کر تبلیغ اسلام کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے راستہ پر گامزن ہوتا ہے اور دور دراز کے ممالک کا سفر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور اس پر علم و عرفان الٰہی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کا محض اپنے فضل و کرم سے اس طرح ظاہر طور پر حامی و ناصر ہوتا ہے کہ انسان کو حیرت ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کا طاقتور ہاتھ اس کی امداد کرتا ہؤا صاف طور پر نظر آتا ہے جس سے انسان کا رسمی ایمان کامل اطمینان اور مکمل یقین سے بدل جاتا ہے۔ اور یہ ایسا موقعہ ہوتا ہے کہ اگر انسان اس عظیم الشان کام کے آداب کو ملحوظ رکھے تو رضوان اللہ کا مرتبہ حاصل کرنا بہت ہی آسان ہے اور قریب ہو جاتا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے ایسا موقع ہاتھ آیا ہے اس سے پورا فائدہ روحانی اٹھانے کی کوشش کریں آپ میرے لئے دعا کریں کیونکہ میرے دل میں سخت حسرت ہے کہ اس قسم کا موقعہ اب شاید مجھے نہ ملے۔ اگر کسی اور رنگ میں اللہ تعالیٰ پھر اپنے افضال کی بارش برسائے تو اس کی رحمت سے یہ بات بعید نہیں ہے۔ ہم اس امید پر زندہ ہیں۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ایک نوجوان آدمی کیلئے یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے کہ اپنے اہل و عیال سے علیحدہ رہ کر اپنی عفت کو صحیح معنوں میں

قائم رکھ سکے یہ کافی نہیں ہے کہ انسان صرف ارتکاب زنا سے محفوظ رہے بلکہ اس کے دل کے خیالات، اس کی نظر، اس کے ہاتھ و پاؤں بلکہ تمام اعضاء اس قسم کے تاثرات سے محفوظ رہنے ضروری ہیں۔ ورنہ کامیابی ناممکن ہو جاتی ہے۔ میں چونکہ ایک ایسے ملک میں جارہا تھا جہاں رباحت کا دریا بہتا ہے اس لئے مجھے لوگوں نے اس قسم کے ابتلاء سے سخت ڈرایا۔ اس سے مجھے سخت فکر لاحق ہوئی تو مجھے القاءً بتلایا گیا کہ سورہ یوسف کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے گھبراہٹ کو دور فرما دیا اور مجھے اطمینان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قسم کے ابتلاء سے محفوظ رکھے گا بلکہ میں نے اپنے اندر اس قسم کی طاقت محسوس کی جس سے میرا تمام ڈر اور گھبراہٹ دور ہو گئی۔ دوسری دفعہ انگلستان میں جا کر میں نے شادی کی لیکن وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی اجازت سے اس احساس کے ماتحت تھی کہ میری پہلی بیوی کی صحت کمزور ہے اور مجھے ان کے ساتھ اکیلا رہنے سے ان کی زندگی ضائع ہو جانے کا خطرہ تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ اس عورت کی مدد سے کام میں سہولت پیدا ہو گی۔ واللہ کسی جسمانی جذبہ کے ماتحت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

(مؤرخہ ۲۳/ ربیع الاوّل ۱۹۲۵ء خاکسار فتح محمد سیال)

وہ بہت ہی وسیع القلب اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کی تکلیف سے انہیں سخت صدمہ ہوتا تھا مگر سلسلہ اور دین کیلئے مجسم غیرت تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت چوہدری صاحب کو اپنے خاص فضلوں سے نوازے اور ان کے پسماندگان پر بھی رحمت کی بارش برسائے۔ آمین ثم آمین
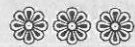
حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

(از محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب)

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کل وفات پاگئے۔ آج ان کے ہم سے رخصت ہوجانے پر ایک دن گذر بھی گیا اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ میری ان سے سب سے پہلی ملاقات ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی جبکہ وہ کالج میں تعلیم پا رہے تھے اور آخری ملاقات گذشتہ جلسہ سالانہ سے صرف دو روز قبل ہوئی تھی۔ جو بات مجھے ان کی آخری ملاقات میں بھی نمایاں نظر آئی وہ آپ کا تبلیغ کے سلسلے میں لامتناہی جوش تھا۔ اِسی طرح کا جوش وعزم ان میں ۱۹۰۸ء میں بھی موجود تھا۔ پھر اس قدر لمبے زمانہ میں جو نصف صدی سے زیادہ ہوتا ہے آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ آپ واقعی سلسلہ کے بہادر سپاہی اور جرنیل تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لنڈن کے سب سے پہلے مبلغ بنے۔ جبکہ آپ نے نہایت صبر واستقلال کے ساتھ تھوڑے سے خرچ میں گذارہ کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب کی کہ آپ نے بیت الفضل لنڈن کیلئے وہ مکان اور جگہ خریدی جس جگہ سبز گنبد والی بیت دور سے اپنی امتیازی اسلامی شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔

یہ جگہ آپ نے ۱۹۲۰ء میں خریدی تھی اور اس کی اطلاع آپ نے بذریعہ تار حضرت خلیفہ الثانی ایدہ اللہ بصرہ العزیز کو دی تھی جب کہ حضور ڈلہوزی میں مقیم تھے۔ حضور نے اس خبر کو سن کر غیر معمولی طور پر از حد خوشی کا اظہار فرمایا اور اس خوشی میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خدام کو ڈلہوزی کے ایک نہایت پُر فزا مقام

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 2/ مارچ 1960ء

ڈبانکنڈ میں دعوت چائے دی اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ حاضرین میں سے ہر ایک کوئی نہ کوئی شعر اس خوشخبری کے تعلق میں کہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی نظم ارشاد فرمائی جو شائع ہو چکی ہے ....

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی نظمیں بھی بہت پسند کی گئیں۔ ماتحت کام کرنے والے تو کام کرنے والی جماعتوں میں بہت ہوتے ہیں لیکن جرنیلوں کا ملنا مشکل ہوتا ہے اور فتح نصیب جرنیل تو اور بھی مشکل سے ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کو اسم با مسمیٰ بنایا تھا یہ الٰہی تصرف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام بھی فتح محمد رکھا گیا اور میدان ہائے کارزار میں بھی فتح مندی کا سہرا آپ کو نصیب ہوا۔

پیارے مرحوم بھائی! آپ کا جینا نہایت مبارک آپ کی زندگی نہایت مبارک اور آپ کی وفات نہایت مبارک ہے۔ گو ہماری آنکھیں آپ کی جدائی سے اشکبار ہیں۔ مگر ہمیں اپنے پیارے مولیٰ کے فیصلوں کے ساتھ اتفاق ہے۔ آپ نے اسلام کی خاطر اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعودؑ اور اپنے پیارے آقا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انتھک محنت کی۔ آپ کے جسم کا ذرہ ذرہ تھک چکا تھا۔ مولا کریم نے آپ کو اپنی آغوش میں بلا لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کو اپنے سب سے بڑے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے قرب میں جگہ دے۔ آمین

(خاکسار حشمت اللہ خان صاحب سلسلہ کا ادنیٰ خادم مؤرخہ ۲۹/ فروری ۱۹۶۰ء)

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 2/ مارچ 1960ء

آہ ! حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

(ازمحترم شیخ محمدالدین صاحب سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ)

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے سلسلہ کے ان ممتاز فدائی اور صاحبِ اخلاق خدام میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے والہانہ عشق تھا۔ مجھے چوہدری صاحب کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ سفر و حضر میں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے جو مختار نامہ ۱۹۳۰ء میں خاکسار کو تفویض کیا گیا تھا وہ مکرمی چوہدری صاحب کی طرف سے ہی تھا۔ چوہدری صاحب موصوف ظاہری لحاظ سے بہت بڑے زمیندار تھے۔ مشہور خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی زراعتی معلومات کافی وسیع تھیں۔

ثقافتی و علمی لحاظ سے وہ ایم اے تھے۔ سلسلہ میں ناظر اعلیٰ رہے تھے۔ لنڈن کے پہلے مبلغ اسلام تھے۔ مگر باوجود ان خصوصیات کے آپ انتہائی متواضع تھے۔ ان کے ساتھ جملہ کام کرنے والے کارکنان ان کی اس نمایاں خوبی کے معترف ہیں۔ یہ خوبی دراصل ان کو فطرتاً ملی تھی۔ یہ تواضع کی ہی برکت تھی کہ باوجود زمیندارہ ثروت اور علم و فضل کے نیز دنیاوی وجاہت کے انہوں نے اپنی قیمتی زندگی خدمت اسلام کیلئے وقف کی اور ان کو خدمت اسلام کیلئے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عظیم الشان مختلف تبلیغی مواقع بہم پہنچائے۔

میں اس امر کا عینی گواہ ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت مبارکہ اور سلسلہ کے ساتھ فدائیت نے ان پر ایک خاص روحانیت۔ غیرت اور ولولہ کا رنگ پیدا کر دیا تھا۔ آریوں کی طرف سے جن عزائم کے ساتھ ملکانہ میں شدھی کی تحریک چلائی گئی ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا ملکانہ اسلام سے ارتداد اختیار کر لے گا اور اس کے اثرات جلد دوسرے علاقوں میں بھی پھیل جائیں گے۔

اس موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کی روحانی بصیرت اور دور بین نگاہوں نے مکرم چوہدری صاحب کو امیر المجاہدین بنا کر اس علاقہ ملکانہ میں روانہ فرمایا۔ آپ نے اس علاقہ میں پہنچتے ہی دشمنانِ اسلام کا اس دلیری اور جرأت سے مقابلہ کیا کہ دشمن کے کیمپ میں کھلبلی اور گھبراہٹ کے آثار نمودار ہونے شروع ہوگئے۔ خاکسار قادیان سے جو دوسرا وفد برائے ملکانہ روانہ ہوا تھا اس میں بھیجا گیا تھا۔ مجھے چوہدری صاحب موصوف نے ملکانہ میں پہنچتے ہی فرمایا کہ تم سکرارہ متصل فتح پور سیکری میں چلے جاؤ۔ وہاں شدھی کی تاریخ مقرر کر دی گئی تھی آپ کی ہدایات کے مطابق وہاں کام کیا اور وہاں شدھی نہ صرف کلیتہً رُک گئی بلکہ وہاں سے مسلمان باشندوں نے محسوس کیا کہ ہمارے بھی دنیا میں کوئی ہمدرد ہیں یہ ایک عظیم الشان اسلامی محاذ تھا جس کا کامیاب جرنیل "فتح محمد سیال" تھا؟

"جاء الحق وزهق الباطل"

کا ایمان افروز منظر تھا۔ جس کی فتح کا سہرا اسم بامسمیٰ (فتح محمد) پر تھا۔ ملکانہ کا علاقہ آب و ہوا کے لحاظ سے کوئی اچھا نہیں ہے۔ چوہدری صاحب نے وہاں نہ تمازتِ آفتاب کا خیال کیا اور نہ ہی پیدل چلنے کی کوفت کو محسوس کیا ان کو وہاں صرف ایک ہی دھن تھی کہ اس علاقہ کے فرزندان توحید اور اسلام کے نام لیوا اگر آغوش اسلام سے نکل گئے تو اس کی کلیتہً ذمہ داری فرزندان احمدیت پر ہوگی۔ ....

دشمن محسوس کرتا تھا اور اس نے قلماً ولساناً اعتراف کیا کہ احمدیت کے مجاہدین نے ہمیں شکست دی اور شدھی کی تحریک کو ناکام کر دیا۔ دشمنان اسلام کا طلسم دھواں کی طرح

اُڑا کر رکھ دیا اور "ان الباطل کان زھوقا" کا منظر ہر آنکھ نے دیکھا۔ متعدد مسلم زعماء نے اس موقع پر احمدیوں کے اس جذبہ کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ صرف دینی غیرت اور مذہبی ولولہ ہی تھا جس کا اظہار احمدیوں کی طرف سے ہوا اس نے شدھی کی تحریک کو ناکام کر کے بتا دیا کہ اسلام اب بھی ایک زندہ طاقت ہے۔

چوہدری صاحب نے چونکہ اپنی زندگی زمانہ طالب علمی سے ہی خدمت اسلام کیلئے وقف کر دی تھی اور ان کی عملی زندگی شروع سے ہی سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھی اس لئے آپ سلسلہ کے جملہ خدام کو انتہائی عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے آپ کا سینہ صاف اور کشادہ تھا۔ وہ خدام سلسلہ کی زندگی کے اتار چڑھاؤ کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ اس لئے ان کے جذبات و احساسات کا خیال رکھا کرتے وہ سب کو یکساں ملتے وہ ظاہری تکلفات اور ٹیپ وٹاپ سے کلیتہً عاری تھے۔ اس وجہ سے آپ انتہائی محبوب اور مقبول تھے۔ ان سے مل کر ہر ایک کو خوشی حاصل ہوا کرتی تھی۔

چوہدری صاحب کی وفات سے دو دن پہلے میری ملاقات ہوئی اور ہم دونوں بیت المبارک میں ظہر کی نماز کے بعد مختلف امور پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ ان کو میں نے آخری وقت میں بھی تبلیغ کے جذبہ میں سرشار پایا۔

آہ! سلسلہ کا وفادار جرنیل متواضع بلند اخلاق کا حامل غیور فرزند ہم سے جدا ہو گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ کی وفات سے ایک خلاء واقع ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کو پُر کرے اور انہیں اپنے قربِ خاص سے نوازے۔

(شیخ محمد دین سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ)

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 11/ مارچ 1960ء

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

(ازمکرم مولوی احمد خان صاحب نسیم مربی سلسلہ احمدیہ ربوہ)

میں جب برما میں پانچ سال فریضہ تبلیغ ادا کر کے دسمبر ۱۹۳۹ء میں واپس قادیان آیا تو اغلباً جنوری ۱۹۴۰ء میں حضرت مولوی عبد المغنی خان صاحب اس وقت ناظر دعوۃ و تبلیغ تھے مجھے حضرت چوہدری صاحب موصوف کی زیر نگرانی مقامی تبلیغ میں کام کرنے کا ارشاد فرمایا اس وقت سے لے کر اب تک میری زندگی کے ایام عام طور پر حضرت چوہدری صاحب موصوف کے ساتھ مل کر کام کرنے میں گذرے ہیں۔ چند سال ایسے بھی ہیں کہ مقامی تبلیغ سے میرا تبادلہ کراچی اور ڈیرہ غازی خاں میں ہوا۔ مگر اس عرصہ میں بھی مکرم چوہدری صاحب کے ساتھ تعلق اور ان کی ہدایات اس طرح جاری رہیں جس طرح اس سے قبل یا اس سے بعد تھیں۔ ضلع گورداسپور کی دو تحصیلیں مقامی تبلیغ کے زیر انتظام تھیں (تحصیل بٹالہ و تحصیل گورداسپور) ان ہر دو تحصیلوں میں ۱۹۴۷ء تک کام جاری رہا۔ حضرت چوہدری صاحب محترم ۱۲/ ستمبر ۱۹۴۷ء تک کام کرتے رہے اور اس کے بعد ہندوستان گورنمنٹ نے آپ کو گرفتار کر لیا۔

ضلع گورداسپور کے زمینداروں کے ساتھ خواہ مسلمان ہوں یا سکھ چوہدری صاحب موصوف کے بہت گہرے مراسم تھے اور ہر مظلوم چوہدری صاحب موصوف کو اپنا ہمدرد و غمگسار سمجھتا تھا اور چوہدری صاحب کا مکان اور دفتر مظلوموں کی پناہ گاہ ہوتے تھے اور ہر مظلوم اور دکھیا آپ کے پاس آ کر تسکین و تسلی پاتا تھا۔ یہ نصیحت

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 19/ مارچ 1960ء

چوہدری صاحب اپنے کارکنان کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو خداتعالیٰ نے بذریعہ الہام یہ فرمایا تھا کہ لا تصعر لِخلق الله ولا تسئم من الناس. حضور تو آئے اور خداتعالیٰ کے پاس چلے گئے۔ ان الہامات کے مخاطب حضور کے بعد ہم لوگ ہیں اس لئے ہر آنے والے کو خوش خلقی اور فراخ دلی سے ملو اور ہر آنے والا تم سے مل کر خوش ہو اس کا دل تسلی پائے اگر آپکو کسی مہمان کی کسی تکلیف کا علم ہو جاتا تو آپ کو بہت دُکھ ہوتا اور مہمان کی دلجوئی خود فرماتے۔ اکثر دفعہ اپنی جیب خاص سے مہمانوں کی مہمان نوازی فرماتے۔

آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ کام جس وقت آجائے اگر اس وقت تم اس کام کے کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ گے تو وہ کام ہو جائے گا اگر تم نے اس وقت وہ کام نہ کیا تو اکثر وہ کام تم سے نہیں ہو سکے گا۔ تبلیغی کام جب کسی کارکن کو بتاتے کہ فلاں کام تم جاکر کر آؤ تو اس کی طرف سے عذر کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ ایسے وقت میں بعض دفعہ ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ اگر کوئی دوسرا کارکن پاس کھڑا ہوتا تو فرماتے جاؤ میاں تم یہ کام کر آؤ۔ تبلیغی کاموں میں صرف مبلغین پر انحصار نہیں فرماتے تھے بلکہ خود ہر وقت تیار رہتے تھے اور ہر مبلغ کے حلقے میں خود پہنچتے تھے اور موقعہ پر حالات دیکھ کر ہدایات دیتے تھے۔

ضلع گورداسپور میں تو احمدی زمینداروں کے ساتھ آپ کا پروگرام ہمیشہ طے رہتا تھا کہ ہر احمدی زمیندار سے دریافت فرماتے رہتے تھے کہ تمہاری کس کس گاؤں میں رشتہ داری ہے پھر ان کو فرماتے کہ تم میرے ساتھ میری موٹر میں بیٹھ جاؤ۔ اس کو اپنی موٹر میں بیٹھا کر اس کے رشتہ داروں کے پاس پہنچ جاتے پھر ان کو پیغام حق پہنچاتے۔ اس طور پر ایسی مؤثر تبلیغ ان کو ہو جاتی کہ بعض دفعہ ایک ملاقات میں اور

بعض دفعہ ایک سے زائد ملاقاتوں میں وہ لوگ احمدی ہو جاتے۔

پھر جن دیہات میں احمدیت میں شامل ہونے والے احباب اکثریت میں ہو جاتے وہاں یہ کوشش فرماتے کہ اس گاؤں میں ایک بھی دوست ایسا نہ رہ جائے جو جماعت میں شامل نہ ہو۔ اس کی مثال جماعت احمدیہ اٹھوال اور جماعت احمدیہ ستھیالی ہے اور بعض دوسرے گاؤں بھی ہیں۔ ایک دفعہ مجھے کلو سوہل بھجوایا گیا اور فرمایا کہ ایسے رنگ میں کام کرو کہ گاؤں کے سب لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے کلوسوہل میں کام کیا اور 122 افراد کی بیعت ایک دن میں ہوئی تو بہت ہی خوش ہوئے۔

مظلوم کی امداد ایسے رنگ میں فرماتے تھے کہ مظلوم کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہو۔ بعض دفعہ ہندو یا بعض سکھ اپنے گاؤں کے کمیوں یا غریب لوگوں پر ظلم کرتے تھے تو خود ان لوگوں کے پاس جاتے اور ان کو روکتے کہ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ آپ غریبوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اکثر دفعہ وہ ہندو یا سکھ زمیندار آپ کی بات مان لیتے تھے۔ لیکن اگر وہ باز نہ آتے تو آپ پورے زور سے غرباء کی امداد فرماتے اور بعض دفعہ دن رات ایک کر دیتے۔ اس امداد میں مذہب وغیرہ کی کوئی قید نہ ہوتی تھی۔ صرف مظلوم کی امداد آپ کی غرض ہوتی تھی خواہ وہ مظلوم کسی ہی مذہب کا کیوں نہ ہو۔

اپنے کارکنوں کا ہر طرح خیال رکھنا آپ کا ایک خاص وصف تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب سخت گرمی کا موسم ہوتا تو آپ فرماتے کہ تمام مبلغین کو لکھو کہ دس بجے سے چار بجے تک سفر نہ کریں۔ اگر کسی کے متعلق علم ہو گیا کہ اس نے ان اوقات میں سفر کیا ہے تو اس سے باز پرس ہوگی۔ اُس سے آپ کی غرض یہی تھی کہ سخت گرمی کے اوقات میں سفر کرنے سے مبلغ بیمار نہ ہو جائے۔ آپ کے اندر بدظنی کا مادہ بالکل نہیں تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ مجھے آکر دھوکہ دے جاتے ہیں جس طرح اگر کوئی

مجھ سے بات کرتا ہے میں اس پر یقین کر لیتا ہوں کہ یہ شخص ٹھیک ہی کہتا ہوگا۔ میرا خیال اس طرف جاتا ہی نہیں کہ یہ شخص غلط بیانی بھی کر سکتا ہے۔

حضرت چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت بہادر دل عطا فرمایا ہوا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے شروع میں ہی بعض جگہوں میں فسادات شروع ہوگئے تھے۔ آپ نے اپنے علاقے میں دورے کر کے تمام مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ حالات جلد جلد بدل رہے ہیں تم لوگ تیاری کر لو تا آخر وقت میں نقصان نہ اٹھائیں۔ خطرناک سے خطرناک مقامات میں جانے سے آپ دریغ نہ فرماتے تھے۔

ایک واقعہ آپ نے مجھ سے کئی دفعہ بیان کیا فرمایا کہ میں چوہدری والے کی طرف سے آرہا تھا تو پنج گرائیں میں ایک قافلہ مسلمانوں کا جو موضع کوہال کی طرف سے آرہا تھا اور اُس پر سکھوں نے حملہ کر دیا اس وقت ادھر سے میں عین موقعہ پر پہنچ گیا۔ میری کار دیکھ کر حملہ آور بھاگ گئے۔ قافلہ والے مسلمان میرے ارد گرد جمع ہوگئے۔ میں نے ان کو تسلی دی۔ ایک آدمی نے مجھے آکر کہا کہ ہماری ایک لڑکی کو کچھ سکھ تانگے میں بیٹھا کر ہم سے زبردستی چھین کر لے گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے سمت بتائی میں نے ڈرائیور کو کہا کہ موٹر کو ان کے پیچھے جلد دوڑاؤ۔ جب ہم گاؤں سے نکلے تو وہ تانگہ ہم نے دیکھ لیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں ہم نے ان کو جالیا۔ وہ لڑکی کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ لڑکی لا کر اس کے والدین کے سپرد کر دی اور خود اس قافلہ کے ساتھ بٹالہ تک گیا۔ اور ان کو کیمپ میں چھوڑ کر واپس آیا۔

بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 19/ مارچ 1960ء

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

(از مکرم مولوی احمد خان صاحب نسیم مربی سلسلہ احمدیہ ربوہ)

(قسط نمبر ۲)

۱۲/ ستمبر کو جناب چوہدری صاحب اور ۱۳/ ستمبر کو مکرم شاہ صاحب محترم گرفتار ہوئے اور آپ کے بعد ۲۹/ ستمبر کو میں اور مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی گرفتار ہوئے تھے۔ ہمیں پندرہ دن تک پولیس نے دھاری وال کی حوالات میں رکھا تھا۔

جب ہمیں پولیس گورداسپور جیل میں لے گئے تو دوسرے دن چوہدری صاحب ملے مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ چند دن ہوئے مجھے الہام ہوا ہے کہ **ولقد نصر کم اللہ ببدرٍ وانتم اذلہ** فرمانے لگے یہ الہام مبشر ہے۔ میں قادیان کی حفاظت کیلئے دُعا کر رہا تھا۔ بعد میں جب ہمیں علم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بصرہ العزیز نے قادیان میں درویشان کی تعداد ۳۱۳ مقرر فرمائی ہے تو بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا حضور کو میرے الہام کا تو علم نہیں تھا آپ نے جو ۳۱۳ آدمی قادیان میں رہائش کیلئے مقرر فرمائے ہیں اس میں کوئی الٰہی منشاء ہے۔

ایک دفعہ جیل میں محکمہ جیل کا سب سے بڑا افسر آیا وہ ہمارے پاس بھی آیا۔ اُس نے باتوں ہی باتوں میں چوہدری صاحب سے کہا کہ اگر آپ مجھے ایک درخواست لکھ کر دیں تو میں آپ کیلئے اے کلاس کی سفارش کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں حکومت کے سامنے کوئی درخواست کرنے کو تیار نہیں۔ کیا میں اپنی تاریخ خراب کر لوں۔ ہمارے ساتھیوں میں سے بعض نے کہا کہ کیا حرج تھا۔ اگر درخواست دے دی جاتی مگر چوہدری

بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 26/ مارچ 1960ء

صاحب نے فرمایا کہ جس حکومت کو خود خیال نہیں اس کے آگے درخواست کرنا میں تو اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں۔

جیل میں بھی آپ کو ہر آن یہ خیال رہتا تھا کہ ہم فارغ نہ بیٹھیں۔ بلکہ تبلیغ کا کوئی راستہ نکالنا چاہیے۔ چنانچہ انفرادی طور پر تبلیغ شروع کر دی گئی۔

تبلیغ کے متعلق جیل کے دو واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک آدمی کے متعلق ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ وہ چونکہ ہر موقعہ پر کوئی نہ کوئی شرارت ہمارے خلاف کھڑی کرتا رہتا ہے اس کو چھوڑ دو اس کو کوئی بھی منہ نہ لگائے۔

مکرم چوہدری صاحب نے ہم سب کو فرمایا کہ ایک کام تم سب اپنے ذمہ لے لو یا تم دعا کرو اور میں اس کو تبلیغ کرتا ہوں یا تم اس کو تبلیغ کرو میں اس کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اس طرح اس کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں اس پر اتمام حجت کر کے اس کو چھوڑو۔

عصر کی نماز کے بعد جیل میں کچھ وقت ٹہلنے کیلئے مل جاتا تھا۔ میں اور برادرم مکرم میجر شریف احمد صاحب باجوہ دونوں مل کر ٹہل رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ چوہدری صاحب محترم چند قیدیوں کے ایک ٹولہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں جیل کے اندر تیس چالیس افراد خارش کی وجہ سے بیمار تھے۔ ان کو ایک علیٰحدہ بیرک میں رکھا ہوا تھا ان کے ساتھ کسی کو ملنے کی اجازت نہ تھی۔ تا یہ متعدی بیماری اور قیدیوں میں نہ پھیل جائے۔

باجوہ صاحب نے جب چوہدری صاحب کو ان میں بیٹھا ہوا دیکھا تو فرمانے لگے چوہدری صاحب کیا غضب کر رہے ہیں کہ ان متعدی بیماری والوں کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو روکنا چاہیے۔

جب چوہدری صاحب وہاں سے اُٹھ کر واپس تشریف لائے تو ہم نے چوہدری

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 26/ مارچ 1960ء

صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ یہ لوگ خارش کی وجہ سے بیمار ہیں۔ آپ وہاں نہ جایا کریں۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ یہ لوگ بہت تکلیف میں ہیں۔ ان بیچاروں کو کوئی بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ ایسے وقت میں آدمی کا دل نرم ہوتا ہے۔ میں ان کے پاس گیا تھا تا میں اس سے فائدہ اٹھا کر ان کو تبلیغ کروں ممکن ہے کہ کسی کا دل احمدیت کی طرف مائل ہو جائے۔

اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد

سبحان اللہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس رفیق کو کس قدر تبلیغ کی اپنے دل میں لگن تھی اور کوئی موقع بھی تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ ہمیں مسکرا کر فرمانے لگے کہ میں تو اس نیت سے ان کے اندر جا کر بیٹھا تھا کہ ممکن ہے کوئی مسیح پاک پر ایمان لے آئے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری میں مبتلا کر دے گا۔ یہ ناممکن ہے۔ آپ لوگ بے فکر رہیں۔

جیل میں قیام کے دوران تقریباً پچاس اور ساٹھ کے درمیان دوست جماعت میں شامل ہوئے اور اس کام کے مکرم چوہدری صاحب موصوف روح رواں تھے۔ جب کسی کو تبلیغ شروع فرماتے تو ہم سب کو اکٹھا کر کے فرماتے کہ میں فلاں آدمی کو تبلیغ کرنے لگا ہوں۔ تم سب مل کر اس کیلئے دعا کرو۔ میں بھی دعا کر رہا ہوں۔

بٹالے کے ایک دوست جیل میں تھے۔ انہوں نے چوہدری صاحب سے ایک دفعہ پوچھا کہ آپ اس قدر مطمئن کس طرح ہیں۔ آپ پر اس قید اور مصیبت کا ذرا بھی اثر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی دفعہ بشارت دی ہے کہ تم خیر و عافیت جیل سے رہا ہو کر چلے جاؤ گے۔ کہ اب مجھے یہ دعا کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اب مزید اپنی رہائی کی دعا کروں۔

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 26/ مارچ 1960ء

اس نے کہا آپ میری رہائی کے لئے بھی دعا فرما دیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آپ کے لئے دعا کروں۔ اگر آپ احمدی ہو جائیں تو آپ کیلئے دعا کروں گا۔ اس دوست نے فرمایا کہ جس طرح آپ کو خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آپ رہا ہو جائیں گے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی کوئی ایسا اطمینان بخش نظارہ دکھادے تا میں بھی مطمئن ہو جاؤں۔ آپ نے یہ وعدہ فرمالیا کہ میں یہ دعا کروں گا۔ چنانچہ چند دن کے بعد ہی اس دوست نے بھی ایک واضح رویاء دیکھی۔ جس میں اس نے دیکھا کہ ہم پاکستان چلے گئے ہیں اور جیل کے دروازے کھل گئے ہیں اور ہم کو اپنے اپنے رشتہ دار لینے کیلئے آئے ہوئے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم ہو رہی ہیں وغیرہ۔ اس کے بعد وہ دوست بھی جماعت میں شامل ہوگئے۔ یہ دوست غلام محمد صاحب عرف گاماں پہلوان صاحب ابھی زندہ ہیں اور شیخوپورہ میں موجود ہیں۔

مکرم چوہدری صاحب عام طور پر باوضو رہتے تھے۔ جب قضائے حاجت وغیرہ کیلئے جاتے تو اس کے بعد وضو فرما لیتے۔ چاہے نماز کا وقت ہو یا نہ ہو۔●

ایک دفعہ جیل کے زمانے میں کسی نے ریشے کی بنی ہوئی تسبیح آپ کو دی تو آپ نے اس کو لے لیا اور فرمایا میں اس پر دُرود شریف پڑھا کروں گا۔ اس طریق سے میں زیادہ دفعہ درود شریف پڑھ لیتا ہوں۔ میری غرض تسبیح لینے سے یہ ہے کہ میں کثرت سے درود پڑھ سکوں ورنہ میں تسبیح کو ایسا پسند نہیں کرتا۔

اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو ہمیشہ ہمیں فرماتے کہ اس کو چائے وغیرہ بنا کر دو۔ ڈاکٹر سے خود ملتے یا ہمیں فرماتے کہ جا کر ڈاکٹر کو ملو۔ اس کو دوائی لے دو۔ اس کیلئے دودھ وغیرہ کا بندوبست کرا دو۔ چوہدری صاحب موصوف غذا زبان کے چسکے کے طور پر نہ کھاتے تھے اور نہ اچھی اچھی غذائیں کھانے کا شوق تھا۔ میں نے جیل کے زمانے

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 26/ مارچ 1960ء

میں ایک دفعہ دیکھا کہ روٹی پر سرسوں کا کڑوا تیل لگا کر کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کڑوا نہیں لگتا فرمانے لگے کہ میں ذیابیطس کی وجہ سے بیمار ہوں۔ اگر میں دہنیت والی کوئی شئ بھی استعمال نہ کروں تو میں بہت جلد کمزور ہو جاؤں گا۔ یہ بدمزا تو ہے مگر میں تو اس کو بیماری کیلئے ضروری سمجھتا ہوں۔ غذا تو پیٹ بھرنے اور زندگی کے دن گذارنے کیلئے کھائی جاتی ہے۔ زبان کے چسکے کیلئے نہیں اور جب تک جیل میں گھی اور دودھ وغیرہ کا انتظام نہ ہوا ہمیشہ ڈاکٹر سے مل کر سرسوں کا تیل لیتے اور روٹی پر مل کر استعمال فرماتے۔

باقی حالات کسی وقت پھر عرض خدمت کروں گا۔ انشاء اللہ

❀❀❀

● بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 26/ مارچ 1960ء
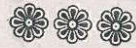
حرف آخر

خاکسار دلی عقیدت ومحبت سے حضرت ابا جان کی سیرت کے چند غیر مطبوعہ پہلو پیش کرنے کے بعد اب قارئین کو اس تاریخ ساز دور کی طرف لے جانا چاہتی ہے جو حضرت ابا جان کو حضرت مسیح موعود علیہ کے جلیل القدر رفیق کا اعزاز دے کر ہمارے خاندان کو سرفراز کر گیا اور انتہائی درد مند دل سے دعا کی درخواست کرتی ہے کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کو زندہ رکھنے اور قربانیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے جن کو حضرت ابا جان نے حرز جان بنائے رکھا

نوٹ:

اس کتاب کے حصہ اول و دوم میں ممکن ہے قارئین کو تکرار نظر آئے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے حصہ میں خاکسار نے آپ کی سیرت کو اپنے خاندان کے افراد کی روایات سے مزین کیا ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ مقالہ کے رنگ میں جماعتی لٹریچر پر مبنی ہے۔تکرار کے خوف سے مقالہ میں سے آپ کی زندگی سے ابتدائی حصہ کو حذف کرنا پڑا یعنی آپ کے خاندانی پس منظر، قبول احمدیت کے واقعات چونکہ ابتدائی صفحات میں درج ہو چکے ہیں۔ اسی لئے حصہ دوم 1908ء کے واقعات سے شروع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج سے بہرہ مند فرمائے۔

امین الھم امین۔

حصہ دوئم

وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ط

وَهُوا الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ☆ (سورۃ جمعہ آیت 4)

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَ الاعادِیْ

(کلام پاک حضرت مسیح موعودؑ)

بیان مقالہ نگار

خاکسار نے اپنے مقالہ بعنوان ''سیرت حاجی الحرمین حضرت چوہدری فتح محمدؓ صاحب سیال ایم اے (اللہ تعالٰی آپ سے راضی ہو) کی دونوں کاپیوں کو اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ میرے نزدیک اب اس میں املاء وغیرہ کی کوئی غلطی باقی نہیں۔

خاکسار

صفدر نذیر جاویدؔ

15.10.80

تصدیق نگران صاحب مقالہ

خاکسار تصدیق کرتا ہے کہ مقالہ نگار عزیزم چوہدری صفدر نذیر جاوید صاحب نے یہ مقالہ بعنوان "سیرت حضرت چوہدری فتح محمد سیال" خاکسار کی نگرانی میں خود لکھا ہے۔

اِسے لکھنے کے دوران انہوں نے خاکسار سے باقاعدہ رابطہ قائم رکھا اور خاکسار الفاظ، عنوانات اور ابواب اور اُنکی ترتیب اور مواد کے بارے میں ان کو حتی المقدور مشورے دیتا رہا ہے۔

خاکسار نے اِسے مختلف مراحل پر چار مرتبہ پڑھا ہے۔ اب خاکسار کے نزدیک اِس میں اِملاء کی کوئی فاش غلطی باقی نہیں۔

خاکسار

شیخ نصیر الدین احمد

(نگران)

14.10.1980

پیش لفظ

حضرت چوہدری فتح محمدؓ صاحب سیال جماعت احمدیہ کی وہ مایہ ناز ہستی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیاوی لحاظ سے خوب نوازہ اور انہوں نے بھی اسکی راہ میں جانی نفسانی جذباتی اور مالی قربانی میں خوب حصہ لیا۔

آپ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحب جائیداد تھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ آپ نے ایسی دنیاوی ملازمتوں کو جن میں ترقی اور اعلیٰ عہدوں کے حصول کے بھرپور امکانات تھے کو لات مار دی اور مہدیؑ اور اس کے خلفاء کے آستانہ پر سر رکھ دیا۔ جماعت کے کاموں میں بھی ان کو اعلیٰ عہدے نصیب ہوئے لیکن آپ نے نہ ان کو ذخیرہ اندوزی کا ذریعہ بنایا اور نہ ہی ان کی وجہ سے آپ میں کسی قسم کا غرور پیدا ہوا اور نہ نخوت پیدا ہوئی۔

آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرونی ممالک میں بھی بے شمار روحوں کی روحانی پیاس بجھانے اور انکو حضرت مہدیؑ کے آستانے پر لانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی اور دیار حبیب حضرت محمد ﷺ کے روضہ کی زیارت اور حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

آپ کے ذریعہ لنڈن جیسے عظیم الشان مشن کی بنیاد پڑی اور ہر جماعت کی طرف سے سیاسی میدان میں حکومت کی خدمت کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ لیکن ان تمام باتوں نے آپ کے لباس اور طرزِ زندگی کی سادگی میں فرق نہ آنے دیا۔ آپ عمر بھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور خلیفۃ المسیح الثانی کے دست راست رہے ہندوؤں کی شدھی کی تحریک کے قلع قمع کرنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے

طفیل اس میدان کارزار میں قیادت نصیب ہوئی اور اس میدان میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قربانی اور ایثار کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا کہ اپنے اور غیر سب عش عش کر اُٹھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیاوی اطمینان کے علاوہ ایک کثیر نیک اولاد سے بھی نوازا۔ الغرض آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ترقیات عطا فرمائیں۔ لیکن انکی وجہ سے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ آپ کے مشفقانہ عاجزانہ انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔

عاجز اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت سمجھتا ہے کہ مجھے ایسی عظیم ہستی کے اس مقالہ کے ذریعے مختصر حالات زندگی کو یکجا طور پر اکٹھا کر کے ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ابتداً خاکسار بہت متفکر ہوا کہ آپ کی زندگی کے حالات کو کہاں کہاں سے حاصل کرے اور اس عنوان کو کس طرح اور کن حصوں میں تقسیم کرے لیکن جب خاکسار نے اس کے لئے سلسلہ کی بعض کتب اخبارات اور جرائد کا مطالعہ شروع کیا تو خاکسار کے سامنے اتنا مواد تھا کہ اب اس بات کی فکر ہوئی کہ اس اہم کام کا آغاز کہاں سے کرے اور اتنے وسیع مواد کو تیس 30 چالیس 40 ہزار الفاظ میں کس طرح سمیٹے۔

اسی طرح عاجز نے چوہدری صاحب موصوف کے اعزاء اقرباء کی تلاش شروع کی اور پھر ان کو خطوط لکھے ان میں سے ایک ہستی حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کی بھی ہے۔ ان کو خط لکھتے ہی یہ خیال آیا کہ حضرت چوہدری صاحب اس قدر پیرانہ سالی میں بھی اس قدر مصروفیات کی وجہ سے شاید جواب بھی نہ دے سکیں۔ لیکن ان کے پر شفقت اور حوصلہ افزائی سے بھرپور جواب سے خاکسار کا نہ صرف حوصلہ بڑھا بلکہ اس کی وجہ سے مجھ میں بشاشت اور

انبساط کی روح بیدار ہوگئی۔

جن احباب نے میری کسی نہ کسی رنگ میں استعانت و راہنمائی کی ان کی فہرست تو لمبی ہے خاکسار چند ایک کا خاص طور پر ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

ان میں سے اوّل الذکر استاذی المکرّم شیخ نصیرالدین صاحب احمد ہیں جنہوں نے بڑی محنت سے میرے مسوّدے کو پڑھا اور پھر اصل کاپی کو پڑھا اور بہت سی مفید ہدایات سے نوازا۔ جن پر خاکسار چل کر یہ مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اسی طرح برادر اصغر شوکت نذیر صاحب شاہد کا بڑا تعاون حاصل رہا اور ان تمام بزرگوں کا میں شکر گذار ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

قارئین کرام! آئندہ صفحات میں اس عاجز نے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیاؔل کے حالات زندگی کو بقدرِ استطاعت جمع کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے باوجود میری کم علمی اور کم ہمتی کے مجھے محض اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق بخشی کہ میں مسیح موعودؑ کے ایک جانثار اور نہایت ہی محبوب ساتھی کی سیرت کو تالیف کروں۔

خدائے غفور و رحیم سے عاجزانہ دعا ہے کہ باوجود سینکڑوں کوتاہیوں کے اس حقیر سعی کو قبول فرمائے۔

خاکسار
چوہدری صفدر نذیر جاوید
آف گولیکی ضلع گجرات
پاکستان
12.10.80

طفیل اس میدان کارزار میں قیادت نصیب ہوئی اور اس میدان میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قربانی اور ایثار کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا کہ اپنے اور غیر سب عش عش کر اُٹھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیاوی اطمینان کے علاوہ ایک کثیر نیک اولاد سے بھی نوازا۔ الغرض آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ترقیات عطا فرمائیں۔ لیکن انکی وجہ سے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ آپ کے مشفقانہ عاجزانہ انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔

عاجز اپنے آپ کو بڑاہی خوش قسمت سمجھتا ہے کہ مجھے ایسی عظیم ہستی کے اس مقالہ کے ذریعے مختصر حالات زندگی کو یکجا طور پر اکٹھا کر کے ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ابتداً خاکسار بہت متفکر ہوا کہ آپ کی زندگی کے حالات کو کہاں کہاں سے حاصل کرے اور اس عنوان کو کس طرح اور کن حصوں میں تقسیم کرے لیکن جب خاکسار نے اس کے لئے سلسلہ کی بعض کتب اخبارات اور جرائد کا مطالعہ شروع کیا تو خاکسار کے سامنے اتنا مواد تھا کہ اب اس بات کی فکر ہوئی کہ اس اہم کام کا آغاز کہاں سے کرے اور اتنے وسیع مواد کو تیس 30 چالیس 40 ہزار الفاظ میں کس طرح سمیٹے۔

اسی طرح عاجز نے چوہدری صاحب موصوف کے اعزاء اقرباء کی تلاش شروع کی اور پھر ان کو خطوط لکھے ان میں سے ایک ہستی حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کی بھی ہے۔ ان کو خط لکھتے ہی یہ خیال آیا کہ حضرت چوہدری صاحب اس قدر پیرانہ سالی میں بھی اس قدر مصروفیات کی وجہ سے شاید جواب بھی نہ دے سکیں۔ لیکن ان کے پر شفقت اور حوصلہ افزائی سے بھرپور جواب سے خاکسار کا نہ صرف حوصلہ بڑھا بلکہ اس کی وجہ سے مجھ میں بشاشت اور

انبساط کی روح بیدار ہوگئی۔

جن احباب نے میری کسی نہ کسی رنگ میں استعانت و راہنمائی کی ان کی فہرست تو لمبی ہے خاکسار چند ایک کا خاص طور پر ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

ان میں سے اوّل الذکر استاذی المکرّم شیخ نصیرالدین صاحب احمد ہیں جنہوں نے بڑی محنت سے میرے مسوّدے کو پڑھا اور پھر اصل کاپی کو پڑھا اور بہت سی مفید ہدایات سے نوازا۔ جن پر خاکسار چل کر یہ مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اسی طرح برادر اصغر شوکت نذیر صاحب شاہد کا بڑا تعاون حاصل رہا اور ان تمام بزرگوں کا میں شکر گذار ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

قارئین کرام! آئندہ صفحات میں اس عاجز نے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ کے حالات زندگی کو بقدرِ استطاعت جمع کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے باوجود میری کم علمی اور کم ہمتی کے مجھے محض اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق بخشی کہ میں مسیح موعودؑ کے ایک جانثار اور نہایت ہی محبوب ساتھی کی سیرت کو تالیف کروں۔

خدائے غفور و رحیم سے عاجزانہ دعا ہے کہ باوجود سینکڑوں کوتاہیوں کے اس حقیر سعی کو قبول فرمائے۔

خاکسار
چوہدری صفدر نذیر جاوید
آف گولیکی ضلع گجرات
پاکستان
12.10.80

باب نمبر 1

خاندانی حالات
و
ابتدائی زندگی

چوہدری صاحب کے والد چوہدری نظام الدین صاحب کے مختصر حالات زندگی

پیدائش

آپ کے والد صاحب حضرت چوہدری نظام الدین صاحب اپنی پیدائش کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

" میری پیدائش غدر سے کچھ پہلے ہوئی "

(الفضل ۲/ مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۱)

آبائی وطن

آپ کا آبائی وطن جوڑا کلاں تھا جو تحصیل قصور ضلع لاہور میں واقع ہے۔

چوہدری نظام الدین صاحب اپنے گاؤں کے بہت بڑے زمیندار تھے اور چوہدری صاحب (فتح محمدؓ صاحب) کے دادا ذیلدار تھے۔

(الفضل ۴/ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۷)

قبول احمدیت

حضرت چوہدری نظام الدین صاحب احمدیت قبول کرنے سے پہلے اہل سنت و الجماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم شخصیت کا علم سب سے پہلے ۱۸۸۴ء میں آپ کی کتاب براہین احمدیہ سے ہوا جو سید عبدالوحید صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر کے ذریعے انہیں ملی۔

(الفضل ۱۵/ اپریل ۱۹۴۲ء)

سیرت

چوہدری نظام الدین صاحب

چوہدری صاحب کی والدہ نے ۱۹۴۰ء میں وفات پائی جبکہ آپ کے والد محترم حضرت چوہدری نظام الدین صاحب ۱۹۴۲ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے آپ کی وفات پر ان کی سیرت سے متعلق بہت کچھ شائع ہوا اس میں سے صرف چند اقتباسات تحریر کئے جاتے ہیں۔ جن سے چوہدری صاحب کے والد مرحوم کی اہم شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے عقیدت

آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے بیعت سے پہلے ہی گہری عقیدت تھی جیسا کہ عرفانی صاحب رقمطراز ہیں۔

وہ بیعت سے قبل بھی اس قدر غیور تھے کہ حضرت اقدسؑ کے خلاف کچھ سن نہ سکتے تھے اور حضرت اقدسؑ کے اشتہارات اور تصنیفات کو سنتے اور تصدیق کرتے چونکہ اپنے علاقہ میں وہ ایک باا ثر اور دلیر معزز رئیس تھے اسلئے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ ان کے سامنے سلسلہ کی مخالفت کرے اس عہد جوانی میں باوجود زمیندار ہونے کے میں نے ان کو منہیات شرعیہ سے ہمیشہ مجتنب پایا۔ ان کی طبیعت میں خشونت تھی شاید یہ لفظ ثقیل ہو مگر میں نے ایسے انکی طبیعت کے لحاظ سے لکھا ہے لیکن جیسے حضرت عمرؓ کا غصہ حالت اسلام میں صحیح مقام حاصل کر چکا تھا اسی طرح چوہدری صاحب کی خشونت غیرت دینی کے رنگ میں رنگین ہوگئی وہ بہت صاف دل اور صاف گو تھے۔

دلیری اور جرأت قابل تقلید تھی۔ حق کہنے میں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان ایام میں باوجود اس کے کہ ابھی انہوں نے بیعت نہیں کی تھی آپ حضرت اقدسؑ کی تحریک چندہ میں حصہ لیتے تھے اور اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت اور تبلیغ میں سرگرمی کا اظہار کرتے تھے۔

(الفضل ۱۵/اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴)

بیعت

حضرت چوہدری نظام الدین صاحب نے بیعت ۱۸۹۹ء میں کی۔

(الفضل یکم اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴)

سلسلہ سے عقیدت

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں

"چوہدری فتح محمدؓ صاحب کی شادی کی تجویز جب مفتی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کی صاحبزادی ہاجرہ مرحومہ سے ہوئی تو چوہدری صاحب مرحوم قادیان آئے ان کا معمول تھا کہ وہ قادیان آتے تو مجھے ضرور ملنے کیلئے آتے اور تمام ضروری باتیں اپنے معاملات کی کرتے وہ اسطرح پر عہد اخوت و مودت کا ایک قابلِ تقلید نمونہ پیش کرتے تھے۔ غرض وہ میرے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کر کے کہنے لگے میں نے احمدی ہو کر اپنا ارادہ ختم کر دیا ہے۔ اب جو منشاء یہاں کا ہوتا ہے وہی میرا ہوتا ہے اس معاملہ میں میری رائے کا دخل ہی نہیں اور میں خوش ہوں کہ فتح محمدؓ کیلئے جو میں نے ارادہ کیا تھا خدا اسے پورا کر رہا ہے۔ اور سلسلہ کیلئے ان کے دل میں ہر قسم کی قربانی کا جذبہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے اہل بیعت کے ساتھ انہیں والہانہ محبت تھی۔

(الفضل ۱۵/اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴)

جوش تبلیغ

چوہدری صاحب موصوف کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ کھرپڑ۔لدھیکے نیویں۔ لدھیکے اوچے۔ لکھنے کے۔ علی پور وغیرہ ضلع لاہور کی جماعتیں آپ کے ذریعے قائم ہوئیں۔

(الفضل ۵/اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴)

وفات

حضرت چوہدری نظام الدین صاحب نے ۲۹/ مارچ ۱۹۴۲ء بعمر ۸۵ سال وفات پائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون
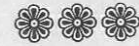
چوہدری فتح محمد صاحب کے ابتدائی ایام

پیدائش

حضرت چوہدری فتح محمدؓ صاحب سیالؓ ۱۸۸۷ء میں جوڑا کلاں میں پیدا ہوئے۔

(الفضل ۸/مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۱)

بچپن

چوہدری صاحب فرماتے ہیں:-

مرزا سلطان بیگ صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۸۹۶ء میں قصور میں ہوئی۔ میری عمر اس وقت ۸ سال کی تھی اور مرزا صاحب مجھ سے سات آٹھ سال بڑے تھے۔ اور ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے۔ اسی لئے مجھ سے چھوٹے بھائیوں کی طرح محبت کرتے تھے وہ میری ہر قسم کی مدد کرتے اور میری حفاظت بھی کرتے تھے کھیل اور سیر و تفریح کے وقت بھی مجھے ساتھ لے جاتے۔

(الفضل ۱۵/ جون ۱۹۵۸ء صفحہ ۵)

دیار حبیب کی زیارت اور بیعت

۱۸۹۹ء میں آپ اپنے والد صاحب کی معیت میں قادیان تشریف لائے اور حضرت اقدسؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(الفضل ۲/مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۱)

قادیان کے ابتدائی حالات

نیز آپ فرماتے ہیں۔

میں پہلی دفعہ ۱۸۹۹ء میں قادیان آیا۔ اس وقت صرف بعض ہندوؤں کے اور حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے مکانات پختہ تھے۔ اس وقت قادیان کی آبادی تقریباً دو ہزار ہوگی ڈاکخانہ کا یہ حال تھا کہ ایک ہندو ڈاک وصول کرتا اور روانہ کیا کرتا تھا۔ ہم میں سے کسی کا خط آتا تو ہم خود جا کر ڈاکخانہ کے منشی سے خط لایا کرتے تھے۔

جب میں قادیان آیا تو وہ ایک خوشی کا موقع تھا۔ یعنی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کے عقیقہ کی تقریب تھی۔ اس وقت مہمانوں کی تعداد اس قدر قلیل تھی کہ ہم سب نے حضرت مسیح موعودؑ کی معیت میں گول کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ کے کمرے کچے اور معمولی حالت میں تھے۔ اس کا ایک حصہ ہوسٹل ہوا کرتا تھا اور اسی میں آٹھویں جماعت کی پڑھائی ہوا کرتی تھی۔ اِن دنوں غالباً معروف احمدیوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد نہ تھی۔ اِس وقت نہ کوئی تار گھر تھا اور نہ بجلی تھی۔ نہ ریل تھی اور نہ آج سی رونق تھی ------------------------------

------------------------------ مہمان خانہ میں اکثر مہمان مٹی کے پیالوں میں پانی پیتے اور وہی سالن کیلئے استعمال ہوتے تھے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں جوڑا میں حاصل کی۔

دوسری بار قادیان میں

۱۹۰۰ء میں جب آپ پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے آپ کے والد ماجد نے آپکو تعلیم کیلئے قادیان بھیج دیا۔ اس کے بعد آپ نے دسویں جماعت تک وہیں تعلیم پائی۔

قادیان میں تعلیم کا مقصد

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے حضرت چوہدری نظام الدین صاحب نے اپنے بیٹے (فتح محمدؓ) کو قادیان کے مدرسہ میں داخل کرنے کا مقصد اِن الفاظ میں بیان فرمایا:-

"میں نے تو فتح محمدؓ کو اس واسطے داخل کیا ہے کہ ہم زمیندار لوگ ہیں بچے جوان ہو جاتے ہیں تو اپنے کاروبار میں لگانا ہم کو عزیز ہوتا ہے میں نے اس کو یہاں بھیج دیا ہے۔ کہ ہم تو اپنی زمینداری کے دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ فتح محمدؓ جوان ہے کوئی دین کا کام کرے ورنہ ہمارے پاس قصور میں کیا سکول نہیں۔"

(الفضل ۱۵/اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴)

مندرجہ بالا بیان سے آپ کے والد صاحب کی مخلصانہ نیت عیاں ہے انہوں نے اپنے طور پر چوہدری صاحب کو بچپن میں وقف کر دیا تھا۔ آخر چوہدری صاحب نے ۱۹۰۷ء میں اپنی زندگی کو خدا کی راہ میں پیش کر دیا اور یوں آپ کے والد صاحب کی پرخلوص نیت بار آور ہوئی۔

حضرت مسیح موعود سے عقیدت

ا: ان کے بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں:-

"گو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں چوہدری صاحب بالکل نو عمر طالب علم تھے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ انہیں ذاتی تعارف کا شرف حاصل تھا۔ اور حضور ان کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی سفر میں مصاحبت کا سوال تھا تو ساتھ جانے والوں کی فہرست کو دیکھ کر خود چوہدری صاحب کا نام لکھوایا۔ بلکہ نام لکھنے والوں سے کہا کہ شاید آپ لوگوں نے فتح محمدؓ کا نام اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ تو بہر حال

پہنچ جائے گا۔"

(الفضل ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء)

۲: صوفی غلام محمدؐ صاحب رفیق فرماتے ہیں :-

"ایک مرتبہ جبکہ چوہدری صاحب تقریباً ۱۶ سال کے تھے حضور گورداسپور میں کسی کام کیلئے یکے پر سوار ہو کر گئے تو چوہدری صاحب اور عبدالرحمٰن صاحب دوڑتے ہوئے ساتھ گئے۔"

۳: چوہدری صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں :-

"جب میں گورنمنٹ کالج میں پڑھا کرتا تھا تو حضورؑ ازراہِ شفقت اپنی ہر نئی تصنیف شائع ہونے پر مجھے بذریعہ ڈاک مفت بھجوا دیتے۔ مجھے حضورؑ کی طرف سے ایسی متعدد کتب موصول ہوئیں جب میں کسی تعطیل کے دوران لاہور سے قادیان نہ پہنچتا تو حضورؑ دریافت فرماتے کہ فتح محمدؐ کیوں نہیں آیا۔ جب میں لاہور واپس جانے لگتا تو بسا اوقات مجھے رخصت کرنے کے لئے دروازے پر تشریف لاتے۔ اُس زمانے میں محض ایک ایف اے کا نوعمر طالب علم تھا۔"

(الفضل ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۵ء)

۴: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کے متعلق فرماتے ہیں :-

"حضرت مسیح موعودؑ ان سے بہت محبت کرتے تھے رات کے وقت تار دینے کی ضرورت پڑتی تو ان کو ہی بٹالہ بھجوایا کرتے تھے۔"

(الفضل ۲/ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۱)

آپ کے حق میں حضرت مسیح موعود کی دعائیں

ایک مرتبہ چوہدری صاحب نے "ذکر حبیب" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ :-

"۱۹۰۰ء کے اوائل میں میرے آبائی گاؤں موضع جوڑا ضلع لاہور میں سکھوں

اور مسلمانوں کی شدید لڑائی ہوئی جس میں کئی آدمی زخمی اور دو ایک ہلاک بھی ہو گئے۔ ہر چند کہ حضرت چوہدری نظام الدین صاحب لڑائی کے وقت گاؤں میں موجود نہیں تھے۔ پھر بھی مخالف پارٹی نے انہیں بھی اس مقدمہ میں ماخوذ کرا دیا اس پر حضرت نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باعزت بریت کیلئے حضورؑ سے دعا کی درخواست کی حضورؑ نے فرمایا دعا کوئی جنتر منتر نہیں ہے کہ آپ ہمارے پاس آئے اور ہم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور آپ بری ہو گئے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے آگے عرض کرنا ہے۔ قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ سب کچھ اس کے فضل اور احسان پر منحصر ہے۔ اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مصیبت سے نجات دیکر مقدمہ سے بری کر دے یا پھر ہمیں اطلاع دے دے کہ آپ کو بری کر دیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ اس بارے میں ایک لمبا عرصہ دعا کرنی پڑے اس لئے آپ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مان لیں یا تو آپ بذریعہ خط روزانہ یاد دلایا کریں یا پھر یہاں کوئی ایسا آدمی مقرر کر جائیں جو ہمیں ہر روز یاد دلایا کرے۔ تاکہ ہم اہتمام سے آپ کی بریت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے چلے جائیں۔

چنانچہ میرے والد چوہدری نظام الدین صاحب ایک صاحب کو یہاں تاکید کر گئے کہ وہ حضورؑ کو روزانہ دعا کیلئے یاد کراتے رہیں۔ اور خود واپس چلے گئے اور پھر مقدمے کی پیروی اور دیگر کاروبار میں مصروف ہو گئے۔

یہ لڑائی کا واقعہ مارچ ۱۹۰۰ء میں ہوا تھا۔ اسی سال مئی کے مہینے میں ہماری پیشی ہوئی اور دو تین دن حوالات میں رہنے کے بعد پہلے ضمانت پر رہا ہوئے اور حضور کی دعاؤں کے طفیل ایک فتح عظیم نصیب ہوئی اور کلیۃً رہا ہو گئے۔"

(الفضل ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۸)

وقف کی باقاعدہ تحریک

احمدیت کا پیغام اب تک محض اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب وغیرہ سے پہنچ رہا تھا۔ واعظین کا کوئی باقاعدہ انتظام اس غرض کیلئے موجود نہیں تھا۔ لیکن چونکہ سلسلہ کا کام بہت بڑھ چکا تھا اور ایک تنظیم سے ساتھ اندرون ملک اور بیرونی دینا کو حق پہنچانے کی ضرورت بشدت محسوس ہو رہی تھی۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ستمبر ۱۹۰۷ء میں جماعت کے سامنے وقفِ زندگی کی پر زور تحریک فرمائی۔

(ماخوذ بدر ۳/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

اس تحریک پر قادیان میں مقیم نوجوانوں کے علاوہ بعض اور دوستوں نے بھی زندگی وقف کرنے کی درخواستیں حضورؑ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضرت اقدسؑ کی ڈاک ان دنوں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد تھی اسلئے مفتی صاحب موصوف ہی کو ہدایت فرمائی کہ ایسے واقفین کی فہرست بنائیں چنانچہ انہوں نے اس غرض کیلئے ایک رجسٹر کھول دیا۔

(ماخوذ بدر ۳/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

چوہدری صاحب کا وقف زندگی

ابتدا جن اصحاب نے زندگی وقف کی ان میں سے دوسرے نمبر پر چوہدری صاحب کا نام ہے۔ ان کی درخواست پر حضورؑ نے تحریر فرمایا تھا "منظور"

چشمۂ معرفت میں آپ کا ذکر

حضرت مسیح موعودؑ "چشمۂ معرفت" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت کے معزز ارکان میں سے جس جس نے موقع پر پہنچ کر اس

قرآن شریف کی زیارت کی ہے ان کے نام یہ ہیں۔"

۱: مفتی محمدؐ صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان

۲: مولوی محمدؐ علی صاحب ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان

۳: مرزا محمود (میرا بڑا لڑکا) ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان

۴: سید امیر علی شاہ صاحب انسپکٹر جلال آباد

۵: حکیم ڈاکٹر نور محمدؐ صاحب لاہوری مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور

۶: شیخ عبدالرحیم نو مسلم سابق جگت سنگھ

۷: چوہدری فتح محمدؐ صاحب سیال طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۵۳ ایڈیشن اوّل صفحہ ۳۳۸)

نیز حضرت مسیح موعودؑ اہم امور کیلئے جن اصحاب کو کام پر بھیجتے ان میں چوہدری صاحب موصوف بھی شامل ہوتے اس کی مزید شہادت ذیل کی روایات سے بھی ملتی ہے۔ عبداللہ گیانی صاحب اپنی کتاب "گوروہر سہائے کا قرآن شریف" میں لکھتے ہیں۔

جن دنوں جماعت احمدیہ کا وفد گوروہر سہائے ضلع فیروز پور گیا تھا۔ آپ (چوہدری صاحب) گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پا رہے تھے آپ بھی اس وفد میں شامل ہو کر گوروہر سہائے گئے اس سلسلہ میں چوہدری صاحب موصوف نے جو حلفیہ شہادت دی وہ یہ ہے۔

جاری ہے صفحہ 177

"۱۹۰۸ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وفد گوروہر سہائے حضرت بابا نانک صاحب کے تبرکات دیکھنے کیلئے بھجا تھا۔ میں ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں طالب علم تھا اور بی-اے میں پڑھتا تھا۔ میں بھی اس وفد میں شامل ہو کر گوروہر سہائے گیا تھا وہاں ہم نے تبرکات دیگر کے علاوہ ایک کتاب بھی دیکھی تھی۔ جو حقیقت میں ایک حمائل شریف تھی۔ یعنی چھوٹی تقطیع کا قرآن شریف تھا جو کہ قلمی تھا اور نہایت خوبصورت تھا۔ یہ تبرکات ہمیں گوروبشن سنگھ صاحب کے گدی نشین گوروہر سہائے نے دکھائے تھے۔ میں نے اس حمائل شریف کو ہاتھ میں لے کر بھی دیکھا تھا اور کہیں کہیں سے اس کو پڑھا بھی تھا اور سوائے قرآن شریف کے کچھ اور نہ تھی۔

میں اللہ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ جو کتاب ہم نے گوروہر سہائے میں ۱۹۰۸ء میں دیکھی وہ (ایک حمائل شریف جو کہ) ایک قلمی قرآن مجید تھا۔" فتح محمدؐ سیال ۱۶/ جون ۱۹۴۶ء

(الفضل ۲۶/ ستمبر ۱۹۴۶ء)

خلافت کا قیام

۱۹۰۸ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے تو جنازہ اور تدفین کے وقت چوہدری صاحب قادیان میں موجود تھے۔

(ماخوذ اصحاب احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۱)

جب خلافت اولیٰ کا انتخاب ہوا تو چوہدری صاحب نے بھی بیعت کی اور اس عہد کو آپ نے خوب نبھایا۔

(ماخوذ اصحاب احمد جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۱۱)

حضرت اماں جان سے عقیدت

چوہدری صاحب فرماتے ہیں :-

"میں سب سے پہلے جون ۱۸۹۹ء میں قادیان آیا۔ میں بچہ تھا اور قصور ضلع

لاہور کے ڈسٹرکٹ بورڈ سکول میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت اماں جان مہمان نوازی میں خاص طور پر حصہ لیتیں۔ مہمان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ گول کمرہ میں کھانا کھاتے تھے ایک مرتبہ جب مہمان کھانا کھا چکے تو ایک شخص نے آواز دی کہ اگر کسی مہمان کو کوئی خاص ضرورت ہو یا اسکی کھانے کے متعلق کوئی خاص عادت ہو تو بتادے میں نے بے تکلفی سے کہا کہ مجھے لسّی کی عادت ہے تھوڑی دیر کے بعد دہی کی میٹھی لسّی لائی گئی اور میں نے پی اور بعض دوسرے دوستوں نے بھی لی۔

حضرت اماں جان تمام بچوں سے یکساں محبت اور احسان کا سلوک کرتیں خواہ آپ کی ان سے یا انکے والدین سے ذاتی طور پر واقفیت ہو یا نہ ہو۔ میں ایک دہقانی لڑکا تھا۔ اور حالات کے تحت مجھے اچھی طرح یقین ہے کہ حضرت اماں جان میرے والدین سے روشناس نہ تھیں تاہم کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ جب ہم دارالمسیحؑ کے پاس کہیں بیٹھے ہوتے تو اندر سے کوئی خادم کھانے کی چیز لے آتا تھا۔ یہ آپ کی طرف سے ایک تعلق اور خوشی کا اظہار تھا۔"

پہلا پان

چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اور ایک دوسرا طالب علم بیت مبارک کی دوسری منزل پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خادمہ پان لائی اور کہا اماں جان نے بھیجے ہیں ہم نے یہ پان کھائے وہ پہلا پان تھا جو میں نے کھایا۔

(الفضل ۲۸ر مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ تا ۸)

آنکھوں کی بیماری اور حضرت اماں جان کی ہمدردی

چوہدری صاحب فرماتے ہیں ۱۹۱۷ء کا واقع ہے کہ مجھے ککروں کی بیماری ہونے کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ ایک رات جب مجھے سخت تکلیف تھی اور میں ساری

رات سو نہ سکا۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو بلوایا گیا۔ حضرت میر صاحب تشریف لائے اور خود اپنے ہاتھ سے دوائی لگا کر تشریف لے گئے اور واپس گھر جا کر حضرت خلیفہ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) سے ذکر فرمایا کہ فتح محمد کی دائیں آنکھ تقریباً ضائع ہو چکی ہے۔ اور آنکھ کی پتلی سے لے کر آنکھ کے آخر تک زخم ہے۔ اور آنکھ کے اندر کی سفیدی نظر آتی ہے۔ اور دوسری آنکھ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اور حضرت اماں جان کے دلوں میں درد اور ترحم پیدا ہوا اور اسوقت میرے لیے دعا کی۔ رات کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے رؤیا میں دیکھا کہ میں حضور (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے سامنے بیٹھا ہوں اور میری دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں۔ یہ رویا حضرت صاحب نے حضرت اماں جان کو سنایا تو حضرت ممدوحہ اسی وقت خوش خوش اور ہشاش بشاش ہمارے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں تشریف لا کر مجھے مبارک باد دی کہ اللہ تعالیٰ جلدی صحت دے گا۔

حضرت اماں جان کو میری بیماری کا خاص خیال تھا۔ اور یہ دلی تعلق کا ثبوت ہے کہ علم ہوتے ہی سب سے پہلے یہی کام کیا۔ اور غریب خانہ پر تشریف لائیں ورنہ سہولت کے ساتھ دن کے وقت تشریف لاتیں۔

(الفضل ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ تا ۸)

چوہدری صاحب کے مکان میں حضرت اماں جان کی آمد

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔

"میں نے دارالانوار میں مکان بنایا تو حضرت اماں جان وہاں بھی تشریف لاتیں۔ حالانکہ میرا مکان کافی دور تھا۔ اور دارالانوار کا پہلا مکان تھا۔"

(الفضل ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ تا ۸)

لاہور کے ڈسٹرکٹ بورڈ سکول میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت اماں جان مہمان نوازی میں خاص طور پر حصہ لیتیں۔ مہمان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ گول کمرہ میں کھانا کھاتے تھے ایک مرتبہ جب مہمان کھانا کھا چکے تو ایک شخص نے آواز دی کہ اگر کسی مہمان کو کوئی خاص ضرورت ہو یا اسکی کھانے کے متعلق کوئی خاص عادت ہو تو بتا دے میں نے بے تکلفی سے کہا کہ مجھے لسّی کی عادت ہے تھوڑی دیر کے بعد دہی کی میٹھی لسّی لائی گئی اور میں نے پی اور بعض دوسرے دوستوں نے بھی لی۔

حضرت اماں جان تمام بچوں سے یکساں محبت اور احسان کا سلوک کرتیں خواہ آپ کی ان سے یا انکے والدین سے ذاتی طور پر واقفیت ہو یا نہ ہو۔ میں ایک دہقانی لڑکا تھا۔ اور حالات کے تحت مجھے اچھی طرح یقین ہے کہ حضرت اماں جان میرے والدین سے روشناس نہ تھیں تاہم کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ جب ہم دارالمسیحؑ کے پاس کہیں بیٹھے ہوتے تو اندر سے کوئی خادم کھانے کی چیز لے آتا تھا۔ یہ آپ کی طرف سے ایک تعلق اور خوشی کا اظہار تھا۔"

پہلا پان

چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اور ایک دوسرا طالب علم بیت مبارک کی دوسری منزل پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خادمہ پان لائی اور کہا اماں جان نے بھیجے ہیں ہم نے یہ پان کھائے وہ پہلا پان تھا جو میں نے کھایا۔

(الفضل ۲۸ر مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ تا ۸)

آنکھوں کی بیماری اور حضرت اماں جان کی ہمدردی

چوہدری صاحب فرماتے ہیں ۱۹۱۷ء کا واقع ہے کہ مجھے ککروں کی بیماری ہونے کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ ایک رات جب مجھے سخت تکلیف تھی اور میں ساری

رات سو نہ سکا۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو بلوایا گیا۔ حضرت میر صاحب تشریف لائے اور خود اپنے ہاتھ سے دوائی لگا کر تشریف لے گئے اور واپس گھر جا کر حضرت خلیفہ المسیح الثانی (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) سے ذکر فرمایا کہ فتح محمد کی دائیں آنکھ تقریباً ضائع ہو چکی ہے۔ اور آنکھ کی پتلی سے لے کر آنکھ کے آخر تک زخم ہے۔ اور آنکھ کے اندر کی سفیدی نظر آتی ہے۔ اور دوسری آنکھ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔اس پر حضرت خلیفة المسیح الثانی(اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اور حضرت اماں جان کے دلوں میں درد اور ترحم پیدا ہوا اور اسوقت میرے لیے دعا کی۔ رات کو حضرت خلیفة المسیح الثانی(اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے رؤیا میں دیکھا کہ میں حضور(اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے سامنے بیٹھا ہوں اور میری دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں۔ یہ رویا حضرت صاحب نے حضرت اماں جان کو سنایا تو حضرت ممدوحہ اسی وقت خوش خوش اور ہشاش بشاش ہمارے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں تشریف لا کر مجھے مبارک باد دی کہ اللہ تعالیٰ جلدی صحت دے گا۔

حضرت اماں جان کو میری بیماری کا خاص خیال تھا۔ اور یہ دلی تعلق کا ثبوت ہے کہ علم ہوتے ہی سب سے پہلے یہی کام کیا۔ اور غریب خانہ پر تشریف لائیں ورنہ سہولت کے ساتھ دن کے وقت تشریف لاتیں۔

(الفضل ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ تا ۸)

چوہدری صاحب کے مکان میں حضرت اماں جان کی آمد

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔

"میں نے دارالانوار میں مکان بنایا تو حضرت اماں جان وہاں بھی تشریف لاتیں۔ حالانکہ میرا مکان کافی دور تھا۔ اور دارالانوار کا پہلا مکان تھا۔"

(الفضل ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ تا ۸)

حضرت اماں جان کا تحفہ

چوہدری صاحب فرماتے ہیں :-

"میری بیوی ہاجرہ کو امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ اور سیدہ امتہ السلام صاحبہ کو ناظرہ قرآن شریف پڑھانے کی خدمت کا موقع ملا وہ دوسروں کو بھی پڑھاتیں۔ مگر ہم معاوضہ نہیں لیا کرتے تھے۔ لیکن اماں جان نے ان بچیوں کے قرآن ختم کرنے پر میری بیوی کو سونے کا ہار عنایت فرمایا اور ہم نے اس نوازش کو تبرک اور خاص امتیازی نشان کے طور پر قبول کر لیا۔"

(الفضل ۲۸ر مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ تا ۸)

چوہدری صاحب کی رؤیا

چوہدری صاحب فرماتے ہیں :-

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

کی وحی الٰہی میں آپ بھی شامل تھیں میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ حضرت اماں جان کی شان میں دوسرے دوستوں نے جن الہامات کا ذکر کیا ہے ان میں اس الہام کا ذکر نہیں۔

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن★

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اماں جان محبت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہی ہیں (برکت دینے کیلئے) میں (ان کے پاس) بے تکلف گویا حقیقی ماں کے پاس بیٹھا ہوں۔ جب خواب کی حالت دور ہو گئی تو میری توجہ حضرت مسیح موعودؑ کی کے اس الہام کی طرف ہوئی۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

★ یعنی آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے لباس سے برکت حاصل کی۔ ناقل

اور پھر اس کلام الٰہی یعنی "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" کی طرف پھر گئی۔ اس سے پہلے میرا ذہن کبھی اس طرف نہیں گیا تھا۔

(الفضل ۲۸ر مئی ۱۹۵۲ء)

۱۹۲۳ء میں جب شدھی کی تحریک زوروں پر تھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے "شدھی" کو روکنے کیلئے ایک وفد تیار کیا جس نے میدان کارزار میں جاکر کام کرنا تھا۔ اس وفد کے امیر چوہدری صاحب ہی تھے۔ اس وفد کو الوداع کہنے کیلئے حضرت اماں جان دور تک خود گئیں اور دعا کی۔

(ماخوذ الفضل مارچ ۱۹۲۳ء)

آپکی حضرت المصلح الموعود سے دوستی

چوہدری صاحب کی دوستی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بچپن سے ہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۰۰ء میں ایک مجلس قائم کی جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے "انجمن تشحیذ الاذہان" رکھا بعد ازاں اس مجلس کا ترجمان رسالہ ۱۹۰۶ء میں شائع ہونا شروع ہوگیا۔ اس کا نام بھی حضرت مسیح موعودؑ نے "تشحیذ الاذہان" ہی رکھا (یعنی ذہنوں کو تیز کرنے والا) تو اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا :-

"میں نے تشحیذ الاذہان جاری کیا تو جن لوگوں نے ابتداء میں میری مدد کی ان میں چوہدری صاحب بھی شامل تھے۔"

(الفضل ۲ر مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۱)

اس طرح تو گویا چوہدری صاحب بھی تشحیذ کے ایک اعزازی ممبر تھے۔

اسی طرح چوہدری صاحب نے حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے سفر بھی کئے۔ مثلاً ۱۹۲۴ء میں لنڈن آپ کے ساتھ گئے۔ اسی طرح ہوشیارپور، گورداسپور، سندھ اور قصور وغیرہ کی طرف سفر میں بھی آپ حضور کی معیت میں رہے۔

حضرت خلیفہ اوّل سے جسمانی تعلق

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں :-

"حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ساتھ تو ان کا جسمانی رشتہ بھی تھا یعنی خلیفہ اوّل کی زوجہ اوّل کے بطن سے حضور کی نواسی ہاجرہ بیگم مرحومہ (جو میری رضاعی بہن تھیں) چوہدری صاحب کے عقد میں آئیں۔ اور چوہدری صاحب کی زیادہ تر اولاد انہیں کے بطن سے ہوئی۔"

(الفضل ۲/مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۵)

گویا آپ کا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ساتھ روحانی تعلق تو تھا ہی اس عقد کے ذریعہ آپ کا ان سے جسمانی تعلق بھی پیدا ہو گیا۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے بھی چوہدری صاحب کا جسمانی تعلق پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ہاجرہ بیگم ان کی رضاعی بہن تھیں۔

چوہدری صاحب فرماتے ہیں :-

"میں علی گڑھ یونیورسٹی کا ایم-اے ہوں۔ بی-اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا تھا۔ ۱۹۱۰ء میں بی-اے کیا اور ۱۹۱۲ء میں ایم-اے پاس کیا۔"

(الفضل ۲۰/مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۰)

ایم-اے کی ڈگری کا حصول اور قادیان میں آمد

چوہدری صاحب سیال ۱۹۱۲ء میں ایم اے کی ڈگری علی گڑھ سے حاصل کر کے اپنا عہد وقف زندگی کے مطابق قادیان آچکے تھے۔

(الفضل ۲۵/دسمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۵)

ازدواجی زندگی

چوہدری صاحب نے سات شادیاں مختلف وجوہات کی بناء پر کیں۔ جس کی تفصیل حصہ اول میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن چند قابل ذکر حصے پیش خدمت ہیں۔

چوہدری صاحب اپنی دوسری بیوی ہاجرہ بیگم بنت مفتی فضل الرحمٰن جو حضرت خلیفۃ المسیح اول کی نواسی تھیں کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"میری بیوی ہاجرہ بیگم قرآن شریف کی عالم تھیں اور قرآن مجید کم از کم مجھ سے زیادہ جانتی تھیں۔ اس لئے ان کو حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور سیدہ امۃ السلام صاحبہ کو ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کی خدمت کا موقع ملا۔"

(الفضل ۲۸/مئی ۱۹۵۲ء)

آپ کی چوتھی شادی صادقہ بیگم صاحبہ بنت مرزا محمود بیگ صاحب سے ہوئی۔

حضرت المصلح الموعود کا خطبہ نکاح

چوہدری صاحب کا صادقہ بیگم سے نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خود پڑھایا۔ اور تعزیت بھی کی۔ اور چوہدری صاحب کی دل جوئی بھی کی۔ مرزا محمود بیگ صاحب کی لڑکی صادقہ بیگم صاحبہ کا نکاح چوہدری فتح محمدؐ صاحب سیالؔ سے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے پڑھا اس موقع پر حضور نے جو خطبہ نکاح پڑھا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

دنیا میں خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے ہیں کہ انسان کی ایک حالت ہمیشہ قائم نہیں رہتی کبھی وہ رنج سے گذرتا ہے اور کبھی خوشی سے مسرّت اندوز ہو رہا ہوتا ہے۔ ایک وقت میں خوشی کے سامان پیدا ہو رہے ہوتے ہیں اور دوسرے وقت میں رنج کے بسااوقات انسان مجبور ہوتا ہے کہ خوشی پر غالب آئے اور بسااوقات مجبور ہوتا ہے کہ اپنے رنج پر غالب آئے۔ یہ تمام سامان خداتعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت رکھے ہیں۔ کیونکہ وہ انسان کو ترقی کے راستہ کی طرف لے جاتا ہے اور خوشی و رنج ہمیشہ انسان کو کھڑا کر لیتے ہیں۔

خوشی کہتی ہے ٹھہر جا ذرا میرا مزہ چکھ لے اور رنج کہتا ہے ذرا ٹھہر کر میری لذّت چکھ لے۔ دونوں اپنی طرف کھینچنے والی چیزیں ہیں اسکے لئے اس نے یہ سامان مقرر کر رکھے ہیں کہ خوشی و رنج ساتھ ساتھ دیئے ہیں۔ جو کہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسے ملا دیئے ہیں کہ جب خوشی اپنی طرف پورے زور اور طاقت سے کھینچ رہی ہوتی ہے۔ تو رنج پیدا کر کے اسکی طاقت کو کمزور کر دیا جاتا ہے اور جب رنج اپنی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے تو خوشی کے ایسے سامان پیدا کر دیئے جاتے ہیں جو رنج کی طاقت کو توڑ دیتے ہیں تب وہ درمیانی رستہ جس کے ذریعے انسان خداتعالیٰ تک پہنچتا ہے آپ ہی آپ اس کے سامنے آجاتا ہے۔

میں اس وقت جس نکاح کا اعلان کرنے کیلئے کھڑا ہوا ہوں یہ بھی اس قسم کی حالت کا ایک نمونہ ہے ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک مہینہ بھی نہیں ہوا کہ اچانک چوہدری صاحب کی اہلیہ فوت ہو گئیں۔ ان کی اپنی ذاتی لیاقت اور نیکی کی وجہ سے اور خاندانی شرافت کے باعث (کیونکہ وہ حضرت خلیفہ اوّل کی نواسی تھیں) چوہدری صاحب کو ان کی وفات پر جائز طور پر صدمہ ہونا چاہیے تھا اور ہوا۔ ایسی حالت میں لوگ محسوس کرتے ہیں کہ اس رنج کی حالت کو لمبا ہونا چاہیے اور بسااوقات لوگ اعتراض کرنے لگ

جاتے ہیں کہ فلاں آدمی کیسا سنگدل ہے کہ بیوی کی وفات کے صدمہ کو اتنا جلد بھول گیا اور اس نے دوسرا نکاح کر لیا۔ خصوصاً عورتیں اس قسم کے اعتراض کیا کرتی ہیں کہ فلاں مرد نے اپنی بیوی کے مرنے کے بعد اتنی جلدی شادی کر لی مگر عورتیں اتنا اتنا عرصہ بیٹھی رہتی ہیں -------

اگر اس حقیقت پر غور کیا جائے جو میں نے بیان کی ہے اور ان ضرورتوں کو دیکھا جائے جو عورتوں کے ہی فائدہ کیے لئے ہوتی ہیں تو بسااوقات مرد اپنے نفس کو مجبور کر کے اور جذبات کو دبا کر دوسری شادی کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ اسکے احساسات اور جذبات چاہتے ہیں کہ ابھی غم کی حالت کا مزہ چکھے۔ لیکن مرنے والی کے فائدہ اور نفع کیلئے اسکے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس غم کے دائرے کو تنگ کر لے بسااوقات پہلی بیوی کی چھوٹی چھوٹی اولاد ہوتی ہے جس کی پرورش اور تربیت مرد بوجہ دوسرے کاموں کے جو گھر سے باہر اس نے کرنے ہوتے ہیں نہیں کر سکتا لیکن اگر مرد فوت ہو جائے تو عورت بچوں کی نگرانی اور تربیت کر سکتی ہے۔ چونکہ عورت کے فوت ہو جانے کی وجہ سے بچوں کی زندگی ضائع ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے مرد مجبور ہوتا ہے کہ مرحومہ بیوی کی اولاد کی خاطر شادی کرے۔ ایسی شادی بظاہر بے وقوفوں کیلئے قابل اعتراض ہوتی ہے مگر عقل مندوں کے نزدیک ضروری ہوتی ہے۔ اگر اس مرد کو اسکی اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ اتنی جلدی شادی کے لئے تیار نہ ہوتا۔ مگر ان بچوں کی تربیت کیلئے جن کی تربیت مرحومہ کا پہلا اور سب سے ضروری فرض تھا وہ اپنے نفس کو مجبور کر کے اس بات کے لئے تیار ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں ایسے انسان کو لائے جو گھر کو آباد رکھنے کی کوشش کرے۔

ہمارے ملک میں چونکہ حقیقت پر غور کرنے کی عادت نہیں ہے اور یہ سارا نتیجہ اس بات کا ہے کہ ان لوگوں میں حکومت نہیں رہی۔ اس لئے ایسی باتوں پر

اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور ممکن ہے بعض لوگ اس موقع پر بھی اعتراض کریں لیکن یہ شادی جس کا میں اعلان کرنے لگا ہوں چوہدری صاحب کے ارادہ اور خواہش سے نہیں ہو رہی بلکہ اسکا اصل محرک میں خود ہوں۔ ممکن ہے ان ایام میں ان کے ذہن میں دوسری شادی کی تجویز آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ مگر مجھے ان کی بیوی کی وفات کے دوسرے تیسرے دن ہی خیال آیا کہ چوہدری صاحب کا سب سے بڑا فرض اپنی مرحومہ بیوی کے متعلق بچوں کی پرورش ہے۔ جن میں سے ایک کی تو عمر اتنے ہی دن کی ہے جتنے دن مرحومہ کو فوت ہوئے گزرے ہیں۔ کیونکہ اسکی پیدائش کے بعد وہ فوت ہو گئیں۔ ایک اور بچہ دو سال کا ہے۔ باقی اس سے زیادہ عمر کے ہیں۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ چوہدری صاحب کو اپنے نفس کو مار کر جلد سے جلد شادی کر لینی چاہیے۔ اور میں اسی دن سے اس فکر میں تھا کہ کوئی موزوں صورت ہو تو اسکے متعلق تحریک کی جائے تاکہ بچوں کی تربیت اور پرورش ہو سکے اور گھر بھی آباد ہو۔ اب میری تحریک پر چوہدری صاحب نے نکاح پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ مجھے یہ خطبہ اس لئے بیان کرنیکی ضرورت محسوس ہوئی کہ عام طور پر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی جلدی شادی کیوں کی گئی۔ اس طرح وہ خاوند کی مرحومہ بیوی سے محبت اور تعلقات کے متعلق حرف گیری کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نفس پرست ہوتے ہیں اور انہیں مرنے والی بیوی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی مگر بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ مرد کو سچی قربانی اور حقیقی ایثار کر کے شادی کرنے پر امادہ ہونا پڑتا ہے وہ دل میں چاہتا ہے کہ وہ اپنے غم کی گھڑیوں کو لمبا کرے۔ مگر وہ اپنے نفس کو دبا کر اپنی مرنے والی کی خاطر اور اسکی خدمت کے لئے (کیونکہ بچوں کی پرورش اور تربیت اس کی خدمت ہوتی ہے) مجبور ہوتا ہے کہ اس بارے میں انتظام کرے۔ دنیا اس پر اعتراض کرتی ہے۔ مگر وہ خداتعالیٰ کے نزدیک سچی قربانی کر رہا ہوتا ہے۔

یہ نکاح مرزا محمود بیگ صاحب کی لڑکی صادقہ بیگم سے قرار پایا ہے۔ مرزا صاحب پٹی کے ایک مشہور خاندان اور پرانے احمدی ہیں۔ وہ خموش طبیعت کے آدمی ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ سے بڑا اخلاص رکھنے والے ہیں۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کی لڑکی صادقہ بیگم کا نکاح چوہدری فتح محمد صاحب سیال سے ایک ہزار روپے حق مہر پر قرار پایا ہے۔

(الفضل ۱۰/ جنوری ۱۹۲۸ء صفحہ ۹ فرمودہ ۲/ جنوری ۱۹۲۸ء)

صادقہ بیگم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔

❀❀❀

باب نمبر 2 (الف)

پہلے مبلغ احمدیت

ممالک بیرون میں تبلیغ کے میدان میں مرکز سے
جماعت احمدیہ کے پہلے باقاعدہ بھیجے گئے مبلغ

بطور مبلغ انگلستان کی طرف روانگی سے قبل

چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کی بیرون ملک تبلیغی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب خواجہ صاحب نے (جو کہ لنڈن میں پہلے سے موجود تھے) تبلیغی مہم کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں ایک مبلغ بھجوانے کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی اپیل پر چوہدری صاحب نے اس عظیم مہم کے لئے اپنا نام پیش فرمایا جسے حضور نے شرفِ قبولیت بخشا۔ اس تبلیغی مہم کے آغاز کی تفصیل اس باب میں درج کی جاتی ہے۔ اس بارے میں چوہدری صاحب اس آغاز کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں :-

"میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں حضور کے حکم کے مطابق اپنی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کی تھی۔ واقفین کے نام ایک رجسٹر میں درج تھے۔ جو حضرت مفتی محمدؓ صادق صاحب کی تحویل میں تھا۔ اب معلوم نہیں وہ رجسٹر کہاں ہے۔"

میں ۱۹۱۲ء میں ایم اے کر کے واپس قادیان آگیا اور اپنے وقف کے عہد کے مطابق مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیونکہ اس وقت وہ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے اور کرتا دھرتا بھی وہی تھے۔ میرے عرض کرنے پر مولوی صاحب مرحوم نے کہا

"عیسائی مشنریوں کی طرح ہم کوئی مشن قائم نہیں کرنا چاہتے"

میں نے عرض کیا کسی غیر ملک میں کام کی تجویز مدنظر نہیں ہے تو آپ مجھے کوئی خدمت

قادیان میں ہی دے دیں مثلاً ریویو آف ریلیجنز کے لئے آپ کو اسسٹنٹ ایڈیٹر کی ضرورت ہوگی۔ آپ کو جماعت کے انتظامی امور میں وقت دینا پڑتا ہے۔ اس طرح آپ کی مدد ہو جائے گی۔ مولوی صاحب نے فرمایا

"مجھے ضرورت نہیں آپ باہر جا کر کوئی سرکاری نوکری کرلیں"

اس وقت تک مجھے خلافت کے متعلق اختلاف کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے اس کوشش میں کہ قادیان میں رہ جاؤں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ صدر انجمن احمدیہ مجھ سے کوئی کام لینے کے لئے تیار نہیں ہے اور میں ابھی یہاں سے جانا پسند نہیں کرتا۔ میرے گذارہ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو میں قادیان میں ٹھہر جاؤں اور بوقت ضرورت سلسلہ کے لئے اپنی خدمات پیش کرسکوں۔

مدرّس:- اس زمانہ میں تعلیم کا انتظام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سپرد تھا۔ حضور نے مجھے چھٹی جماعت میں انگریزی ٹیچر کے طور پر مقرر فرمادیا۔ تنخواہ غالباً ۳۰ یا ۳۵ روپے تھی اور میں نے یہ کام شروع کر دیا۔

حضرت خلیفہ اوّل کی اپیل پر لبیک

اس تقرری کے چندماہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے ایک دن درس میں فرمایا کہ "ہمیں لنڈن مشن میں ایک مبلغ کی ضرورت ہے کوئی مناسب دوست جانے کے لئے تیار ہوں تو اپنا نام دیں اور پھر شکایت کے طور پر فرمایا کہ میں کئی ماہ سے مناسب آدمی کی تلاش میں ہوں چند آدمیوں کو کہا ہے انہوں نے انکار کر دیا ہے۔" اس زمانہ میں میری انکھوں میں آشوب تھا اور میں لمبے سفر پر جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے مولوی محمد دین صاحب کے مکان پر گیا اور ان کو کہا کہ آپ اپنا نام کیوں نہیں دیتے۔ جب کہ خلیفہ اوّل متعدد بار پبلک میں مطالبہ فرما چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ مولوی محمد علی

صاحب کی رائے میرے خلاف ہے وہ اور کوئی آدمی بھجوانا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں نے اگر کہا بھی تو مولوی محمد علی صاحب کوئی ایسی ترکیب کریں گے جس سے حضرت خلیفہ اوّل مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اوز لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ میں نے کہا یہ تو شیطانی خیال ہے آپ نے ان کو خوش کرنا ہے یا حضرت خلیفۃ المسیح کو۔ آپ نیک نیتی سے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اس کو منظور کرنا یا نہ کرنا ان کے اختیار میں ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر مل جائے گا۔ اس پر مولوی محمد دین صاحب نے کہا اگر ایسی بات ہے تو آپ اپنے آپ کو کیوں پیش نہیں کرتے۔ میں نے کہا میری آنکھوں میں تکلیف ہے اور بیمار ہوں مولوی محمد دین صاحب نے کہا یہ بھی شیطانی خیال ہے۔ آپ پیش کر دیں آپ صحت کے لحاظ سے کام کرنے کے قابل ہیں یا نہیں یہ فیصلہ کرنا حضرت صاحب کے اختیار میں ہے۔ مجھے یہ جواب معقول معلوم ہوا۔ تو میں نے کہا کہ بہت بہتر۔ آپ بھی لکھ دیں اور میں بھی لکھ دیتا ہوں۔ اسی وقت ہم دونوں نے لنڈن جانے کیلئے پیش کش کر دی۔ اور درس کے وقت مولوی محمد علی صاحب اور ہم دونوں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے قریب ہی بیٹھے تھے تو حضور نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ تو کہتے تھے کہ کوئی نوجوان جانے کے لئے تیار نہیں ہے میرے پاس تو ایک کی بجائے دو نوجوانوں کے خط آگئے ہیں اور پھر میرا اور مولوی محمد دین صاحب کا نام لیا۔

مولوی محمد علی صاحب نے مجھے کہا کہ "تم دونوں کل فلاں وقت پر میرے گھر پر آجاؤ۔" ہم مقررہ وقت پر دونوں حاضر ہو گئے تو اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے ایک لمبی تقریر فرمائی کہ میری رائے میں اگر انگلستان جائیں تو یکصد روپیہ ماہوار فی کس آپ کے اہل وعیال کو ملنا چاہیے یہ دو صد ماہوار ہوا۔ اور تین صد روپیہ لنڈن کی خوراک پر خرچ ہوگا۔ اور یہ بھی چھ صد ۶۰۰ ماہوار ہوا۔ یہ نو ہزار چھ سو روپیہ سالانہ ہوتا ہے

اور کم از کم دو ہزار روپیہ آنے کا خرچ بھی ہو گا۔اس طرح یہ خرچ گیارہ ہزار چھ سو (۱۱۶۰۰)روپیہ فی کس ہو جاتا ہے۔اس سارے وقت میں کسی مقررہ رقم کا مطالبہ ہماری طرف سے نہیں کیا گیا تھا۔کیونکہ واقف زندگی کے لیے یہ بات درست نہ تھی۔اور سفر خرچ اور لنڈن کے خوارک کے متعلق چونکہ مجھے معلوم نہیں تھا۔اس لیے میں خاموش رہا۔میں نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے مطالبہ نہیں کروں گا۔(اور نہ بعد میں میں نے کیا)۔اس پر ہم واپس آگئے۔

دوسرے دن نو بجے کے قریب میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ مولوی محمد علی نے کہا ہے کہ تم دونوں نے دس دس ہزار روپے کی پیشگی کا مطالبہ کیا ہے۔میرے پاس اتنی رقم کہاں ہے۔میں نے عرض کیا حضور ہمارا کوئی مطالبہ نہیں۔یہ تاویل مولوی محمد علی صاحب کی اپنی تھی اس پر حضور نے فرمایا۔

"یا تم جھوٹ بولتے ہو یا مولوی محمد علی جھوٹ بولتا ہے"

اس پر میں خاموش ہو گیا اور مولوی محمد دین صاحب کو جا کر واقعہ کی اطلاع دی۔اس پر مولوی صاحب مجھ پر سخت ناراض ہوئے کہ تمہاری ضد نے ہم دونوں کو ذلیل کیا ہے۔مولوی محمد علی صاحب امور کو الٹ پلٹ کرنا خوب جانتے تھے۔میں نے کہا کہ اس بات کا جواب اب باتوں سے یا دروغ و راست سے نہیں ہو سکتا۔اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ ہم لنڈن پہنچ جائیں۔کسی طرف سے مدد ہو یا نہ ہو۔اس کی پرواہ نہ کی جائے۔مولوی محمد دین صاحب نے کہا آپ جائیں میں ان حالات کے ماتحت نہیں جاسکتا۔میں وہاں سے اسی نیت اور ارادہ سے چلا آیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا کی۔اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تلاش میں نکلا۔حضور مجھے البیت مبارک کی چھتی ہوئی گلی میں البیت کی اندرونی سیڑھیوں کے پاس مل گئے۔میں

نے ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور انہوں نے فرمایا۔

کہ "انصار اللہ کا چندہ جو غیر ممالک میں تبلیغ کے لیے جمع ہے وہ میں تم کو دیتا ہوں۔لیکن میرا اس طرح خود دینا مناسب نہیں ہے۔تبرک اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ میں رقم ابھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کو بھجوا دیتا ہوں تم وہاں مطب میں جا کر انتظار کرو وہ اپنے ہاتھ سے رقم آپ کو ادا فرمائیں گے۔"چنانچہ میں خوش خوش جاکر حضور (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی خدمت میں حاضر ہوا اور روپے آنے کا انتظار بھی نہ کیا اور عرض کیا کہ میں لنڈن جا رہا ہوں۔حضور نے فرمایا کرائے کا کیا انتظام کیا میں ابھی عرض ہی کر رہا تھا۔کہ ایک خادم رقعہ اور رقم لے کر حاضر ہوا جو ایک رومال میں بندھی ہوئی تھی۔یہ پانچ سو اور کچھ روپے تھی۔خلیفۃ المسیح اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے یہ رقم بڑی خوشی سے مجھے دے دی اور مجلس میں چرچا ہو گیا کہ میں ۵۰۰ روپے لے کر لنڈن جا رہا ہوں۔

وہاں حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) بھی تشریف فرما تھے انہوں نے اپنی جیب سے ۱۰۵/ روپے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی خدمت میں میرے لیے پیش کر دیئے۔اس طرح یہ رقم تقریباً ۶۷۵ روپے کے قریب تھی۔اور بعض لوگوں نے ایک ایک یا دو دو روپے دیئے سوائے نور محمد ایجنٹ کے۔لیکن یہ رقم اتنی قلیل تھی کہ پورے سات صد روپیہ تک نہ پہنچی۔حضور (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے وہ تمام رقم اس وقت مجھے دے دی۔

(الفضل ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۶ء)

قرآن شریف کے درس کے وقت ہم جب پھر جمع ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے پھر مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا آپ تو کہتے تھے کہ فتح محمد دس ہزار روپیہ مانگتا ہے اب یہ چند صد روپیہ لے کر جا رہا ہے۔

مطلب صاف تھا کہ عملی رنگ میں آپ کی رپورٹ غلط ثابت ہو گئی ہے۔

حضور (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) اپنے اس قول کی طرف اشارہ فرمارہے تھے

"یا تم جھوٹ بولتے ہو یا محمد علی جھوٹ بولتا ہے۔"

اس کے بعد حضور (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے فرمایا۔

"تم بھی کچھ دے دو اور ثواب میں شامل ہو جاؤ۔"

انہوں نے اپنے خاص انداز میں مسکرا کر کہا کہ میں بھی صدر انجمن کی طرف سے کچھ دے دوں گا اور مجھے صبح دفتر آنے کو کہا میں حاضر ہوا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت میر ناصر نواب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے ۱۰۵ روپے دیئے ہیں انہوں نے مجھے باخذ رسید ۱۰۵ روپے دیئے۔ میرا خیال تھا کہ کم از کم ۵۰۰/ روپے کی رقم دیں گے تا کہ انصار اللہ کے عطیہ کے برابر ہو جائے۔ لیکن مولوی صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب جماعت سے چندہ کرتے ہیں اور صدر انجمن بھی جماعت سے چندہ کرتی ہے۔ اس لیے میں ۱۰۵/ روپے دوں گا۔ صوفیاء کی سنت کے مطابق میں نے یہ رقم قبول کر لی۔ میں نے کوئی نئے کپڑے نہیں بنوائے۔ ڈیڑھ صد روپیہ کی کتب خریدیں جن میں بخاری شریف اور صحیح مسلم شامل تھیں۔

قادیان سے لنڈن تک

میں تھرڈ کلاس میں سفر کر کے بمبئی پہنچ گیا۔ اور سیٹھ اسماعیل آدم کی مدد سے ایک اٹالین جہاز کی ڈیک پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جولائی ۱۹۱۳ء میں لنڈن پہنچ گیا۔

اس طرح میرا ایک طالب علمی کے زمانہ کا خواب پورا ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ "میں یورپ میں تبلیغ اسلام کروں گا۔"

(تقریر جلسہ سالانہ حوالہ الفضل ۲۶/ دسمبر ۱۹۲۱ء)

آپ نے لنڈن پہنچنے پر حضور (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں آپ نے لکھا۔

"ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخریت لنڈن پہنچ گئے ہیں میری طبیعت اچھی ہے اور آب وہوا موافق معلوم ہوتی ہے یہاں کے لوگوں کا جتنا مطالعہ کیا ہے۔ نفرت بڑھتی جاتی ہے۔ ان کی عورتیں بچے نوجوان بوڑھے سب شراب پیتے ہیں ہاں قوت نظم ہے ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے کام میں بہت کم دخل دیتے ہیں۔ اس لئے مشین کی طرح صحت کے ساتھ کام ہوتے جاتے ہیں۔

دوکنگ میں ایک باغ میں ایک اعلیٰ درجہ کا مکان اور البیت ہم کو مل گئی ہے۔ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بڑے استقلال کی ضرورت ہے۔ اور جب تک کہ صبر سے کام نہ لیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ ان لوگوں پر اثر کی امید بہت کم ہے یورپ کو عام طور پر مذہب سے لاپرواہی ہے اور سب سے زیادہ انگلستان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب تک خواجہ صاحب سے جتنا بھی کام لیا ہے۔ اس پر تعجب آتا ہے۔ رسالہ کی اشاعت البتہ روبہ ترقی ہے اور لوگوں نے لیکچروں پر بلانا شروع کر دیا ہے۔ فرانس میں جو کانفرس عیسائیوں کی ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اگر یہ لوگ مذہب کی نسبت سوچنے کا موقع پائیں تو عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کی طرف جھک جائیں۔ لیکن اسلام سے پرانی نفرت اور دنیوی مصروفیت ان لوگوں کو اس طرف آنے سے روکتی ہے۔ پادری لوگ جو روپیہ ان سے لیتے ہیں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے نام پر لیتے ہیں کہ تعلیم پھیلائیں گے عورتوں اور بچوں کے ہسپتال بنوائیں گے۔ اسلام کے ظلم سے عورتوں کو آزاد کرائیں گے۔ ایسی ایسی باتیں کر کے لوگوں سے روپیہ لیتے ہیں مذہب کے نام پر کم ہی کوئی روپیہ دیتا ہے۔"

(بدر ۱۴/ اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۴،۵)

آپ مزید تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایک دن خواجہ کمال الدین صاحب نے ہندوستان سے آئی ہوئی ڈاک میرے سامنے پڑھنی شروع کر دی ایک خط بڑے غور سے پڑھا۔ اور مجھے کہا کہ یہ خط مولوی محمد علی کا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"تم میاں صاحب (میاں محمود احمد صاحب) کے خاص آدمی ہو اور انہوں نے تم کو میری جاسوسی کے لیے بھجا ہے یہ کیا بات ہے۔"

میں نے عرض کیا یہ بات بالکل غلط ہے اور بالکل جھوٹا الزام ہے آپ بے فکر رہیں میں آپ کی مدد کے لیے اور تبلیغ اسلام کے لیے آیا ہوں ۔ مجھے میری درخواست پر حضرت میاں محمود احمد صاحب نے رقم دی ہے۔ اور اس کی وجہ بھی مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے متعدد بار مدد سے انکار تھا۔ اگر صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مجھے ایک ہزار روپیہ مل جاتا تو مجھے ایسی ضرورت پیش نہ آتی۔

ووکنگ میں

اس کے بعد جلد ہی ہم ووکنگ میں چلے گئے اور میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں مولوی محمد علی صاحب کے خط کے متعلق لکھ دیا۔ اس کا مجھے حضور کی طرف سے جواب آیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایسے خط کی تحریر کی نسبت قطعی طور پر انکار کرتے ہیں۔ میں نے وہ خط خواجہ صاحب کو دکھلایا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں بھی لکھ دیا کہ میں نے خط پڑھا تو نہیں جو خواجہ صاحب نے فرمایا تھا۔ میں نے وہ حضور کی خدمت میں لکھ دیا۔ اب یہ دونوں احباب آپس میں فیصلہ کر لیں۔

(ماہنہ خالد ۱۹۵۶ء)

اور اس الزام کی تردید جو مولوی محمد علی صاحب نے چوہدری فتح محمد صاحب پر لگایا تھا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے پوری جماعت کے سامنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمائی۔

آپ نے فرمایا۔

"تم میں سے بعض کہتے ہیں فتح محمد کو کمال الدین کی جاسوسی کے لیے بھجا گیا ہے۔ یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں حد سے مت بڑھو حد سے بڑھ جاؤ گے تو ہماری آیتوں کے کافر بن جاؤ گے۔"

(الفضل ۲۲ر اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اپنے مضمون "خواجہ کمال الدین کی خودکشی" میں تحریر کرتے ہیں۔

"خواجہ صاحب چوہدری صاحب کی ان کے طالب علمی کے زمانے میں بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کے لنڈن جانے سے خوش نہیں تھے۔ کیونکہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کے بھیجے ہوئے تھے۔ اس لئے بظاہر وہ انکار بھی نہیں کر سکتے تھے۔

بہر حال خواجہ صاحب چوہدری صاحب کو کوئی کریڈٹ نہیں دینا چاہتے تھے۔ جس سے چوہدری صاحب کا نام بلند ہوتا چوہدری صاحب چونکہ اس مقصد اور غرض کو لے کر نہیں گئے تھے۔ اس لئے انہیں کبھی اس کا وہم نہیں آسکتا تھا۔ دوسری طرف خواجہ صاحب چوہدری صاحب جیسے بے لاگ اور صاف گو آدمی سے خائف تھے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی وقت وہ اظہار حالات میں صفائی سے کام لیں۔ اس لیے ان کی کوشش ہمیشہ یہی رہی کہ کسی طرح سے ان کو الگ کریں۔ خواجہ صاحب اپنی اس تجویز اور منصوبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی مدبرانہ چالوں سے کوشش بہت کی کہ انہیں محض نکما اور بیمار ثابت کرتے رہیں اور بیمار رکھنے کے لئے ان سے ایسا کام لیا جاتا جو ان کی صحت پر اثر انداز ہوتا۔"

چنانچہ خواجہ صاحب اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

"چوہدری صاحب جون سے آئے ہیں کم وبیش بیمار رہے اب درد چشم تکلیف دہ

ہے پہلے ماہ تو ان کے ذریعہ کچھ اچھا کام ہوا لیکن چوہدری صاحب کی آنکھ پر اس کا برا اثر
ہوا۔ آنکھ کا معاملہ ہے۔ اس لیے میں نے انہیں کام سے روک دیا ہے اور دو ہفتہ آرام دیا
ہے۔ اب اس گذشتہ ہفتہ میں کچھ کام کیا ہے دو تین دن بعد پھر تکلیف شروع ہو گئی
۔اب ارادہ ہے کہ ایک ماہ تک چوہدری صاحب کو کام کی طرف نہ آنے دیا جاوے اللہ
تعالیٰ رحم کرے۔ کچھ میری شامت اعمال ہے یا امتحان ہے میرا خیال تھا کہ فتح محمد کے
آنے پر محنت مزدوری کم ہو گی۔ لیکن شاید ابھی وقت نہیں آیا کہ کمر سیدھی ہو۔"

(زیر مدینہ المسیح الفضل نومبر ۱۹۱۳ء)

حالانکہ خواجہ صاحب انہیں خود کام سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے وہ
چوہدری صاحب سے زیادہ تر لکھائی کا کام لیتے اور لیکچروں یا تبلیغ سے دور رکھتے۔ اس
طرح آپ کی آنکھوں پر اثر پڑتا۔ حالانکہ زبانی تبلیغ وہ عمدگی سے کر سکتے تھے۔

(ماخوذ از سلسلہ عالیہ احمدیہ از مرزا بشیر احمد صاحب)

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب "تحدیث نعمت" میں صفحہ ۹۵، ۹۶، ۹۷ پر
تحریر فرماتے ہیں۔

سفر سے واپس آنے پر معلوم ہوا کہ محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ووکنگ
پہنچ چکے ہیں میں ان سے ملا تو انہیں بہت ملول پایا ایک تو انہیں آشوب چشم کی تکلیف
تھی دوسرے کھانے کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا اور ماحول بھی موافق نہیں تھا۔ حقیقت یہ
تھی خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں یہ تو لکھ دیا کہ
وہ کام کرتے کرتے نڈھال ہو جاتے ہیں اور یہ ہو گا بھی درست لیکن ایسا لکھنے سے ان کی
غرض یہ نہیں تھی کہ حضور ان کے لئے کوئی مددگار بھیج دیں۔ اور مددگار چوہدری
صاحب جیسا مخلص خادم سلسلہ۔ انہیں اگر ضرورت تھی تو ایسے معاون کی تھی جو ان کا
مخلص خادم ہو۔ چنانچہ انہوں نے لاہور سے اپنے منشی صاحب شیخ نور احمد صاحب کو بلوا

لیا تھا۔ جو بہت نیک سیرت بزرگ تھے اور گو انگریزی کی مہارت نہیں رکھتے تھے لیکن
خواجہ صاحب کی ذاتی خدمت شوق سے ادا فرماتے تھے اور ان کے لئے بہت سہولت کا
موجب تھے۔ ضعف ہونے کی وجہ سے وہ دودھ اور ڈبل روٹی پر گزارہ کر لیتے تھے جو
لباس وہ اپنے ساتھ لائے تھے وہی انہیں کفایت کر رہا تھا چونکہ انہیں کہیں ملاقات
وغیرہ کے لئے جانا نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے انگریزی لباس کی انہیں ضرورت نہیں تھی
اور وہ یورپین لباس اور وضع قطع سے مانوس بھی نہیں تھے۔ چوہدری صاحب سے خواجہ
صاحب کو توقع تھی کہ وہ شیخ نور احمد صاحب کے نائب کے طور پر کام کریں گے اور
انہیں کی طرح بودوباش رکھیں گے یہ صورت چوہدری صاحب کو بہت ناگوار تھی لیکن
اس کی اصلاح کا بھی کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ خواجہ صاحب سے انگریزی لباس کیلئے
ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا آپ کو کہیں باہر تو جانا نہیں۔ اس لئے سوٹ وغیرہ کی کوئی
ضرورت نہیں کھانے کے متعلق توجہ دلائی تو فرمایا شیخ نور احمد صاحب باوجود پیرانہ
سالی اور ضعیف کے جس خوراک کو کافی سمجھتے ہیں وہ آپ کے لئے بھی کافی ہونی چاہیے
میں اپنے لاہور کے طالب علمی کے زمانے سے چوہدری فتح محمد صاحب کو اچھی طرح
جانتا ہوں اور ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کالج کے زمانے میں بھی وہ اچھی
غذا کھاتے تھے۔ کچن کے دو وقت کے کھانے کے علاوہ دودھ اور پھل وغیرہ باقاعدہ
استعمال کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں شوقینی نہیں تھی بہت سادہ مزاج تھے۔ لیکن
زمیندار طبقہ میں سے تھے اور ہاتھ کھلا تھا سب سے بڑھ کر ان کے لئے یہ امر پریشانی کا
موجب تھا کہ خواجہ صاحب انہیں تبلیغی کام میں شامل نہیں کرتے تھے بلکہ احتیاط کرتے
تھے کہ انہیں اس میں کوئی دخل نہ ہو چوہدری صاحب کے نزدیک بغیر حضورؑ کی تعلیم کو
پیش کرنے کے اور کوئی ذریعہ تبلیغ اسلام کا نہیں تھا۔ ان حالات میں دونوں اصحاب کے
درمیان تعاون اور اتحاد عمل کی بہت کم گنجائش تھی۔ خواجہ صاحب نے ووکنگ میں مشن

تو قائم کیا لیکن اسکے کرتا دھرتا وہ خود ہی تھے چوہدری فتح محمد صاحب کی معروضات پر توجہ نہیں فرماتے تھے اور چوہدری فتح محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں یہ حالات گذارش کر کے حضور کی پریشانی کا موجب ہونے سے گھبراتے تھے۔

ان حالات میں میں نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ وہ دو تین ہفتے لنڈن میں میرے پاس گزاریں وہ رضامند ہو گئے اور خواجہ صاحب سے اجازت لے کر میرے پاس آگئے میں نے ان کے لئے کمرے اور کھانے کا انتظام کر دیا اور مناسب پارچات بنانے کا بھی۔ کھانا مسنز می کے ہاں بہت عمدہ ملتا تھا۔ پھل وغیرہ بھی میسر تھے مکان کے باغ میں عمدہ ناشپاتی اور سیب کے درخت بھی تھے۔ اگست ستمبر کا موسم پھل کا تھا اور یہاں ان کی طبیعت بہت شگفتہ رہی۔ کچھ لنڈن آجانے سے شہر اور سوسائٹی کا بھی اندازہ ہو گیا۔

چوہدری فتح محمد صاحب خود بیان فرماتے ہیں:-

"ووکنگ میں خواجہ صاحب مرحوم نے مجھے سختی سے منع کر دیا تھا کہ تبلیغ کے وقت یا عام گفتگو میں حضرت مسیح موعودؑ کا نام ہرگز نہ لینا۔"

(ماہانہ خالد نومبر ۱۹۵۶ء)

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں:-

"کیونکہ میں دو سال اور آٹھ ماہ جو ولایت میں رہا ہوں اس میں سے دس ماہ خواجہ صاحب کے ساتھ گذرے جن میں مجھے کام کرنے یا لیکچر دینے کا موقع بہت کم ملا یہ بالکل صحیح بات ہے کہ خواجہ صاحب مجھ سے جس طرح کا کام لینا چاہتے تھے وہ میں نہیں کر سکتا تھا اور جس قسم کا کام میں کر سکتا تھا وہ خواجہ صاحب مجھ سے کسی نامعلوم وجہ سے نہیں لینا چاہتے تھے یا لے نہیں سکتے تھے۔"

(ماخوذ الفضل ۲۵/ جولائی ۱۹۱۶ء صفحہ ۵)

یورپ میں خواجہ صاحب نے تبلیغ اسلام کیلئے ایک خاص پالسی اختیار کی ہوئی تھی جس سے ان کو کئی ایک مشکلات کا سامنا بھی تھا۔

یورپ کی طبیعت دہریت اور مادہ پرستی کی طرف مائل ہے اس لئے الہام و وحی کا ان لوگوں سے منوانا ذرا مشکل کام تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور پیشگوئیوں کا ذکر بھی خواجہ صاحب کو چھوڑنا پڑا۔

(الفضل ۴/ جولائی ۱۹۱۶ء صفحہ ۴)

مولوی صدرالدین صاحب کا لیکچر

چوہدری صاحب ایک دفعہ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:-

"چنانچہ ایک دفعہ مولوی صدرالدین صاحب لیکچر دینے بیٹھ گئے اور حاضرین سے کہا کہ اگر کوئی سوال ہو تو پوچھ لو ایک ڈاکٹر کی بیوی نے کھڑے ہو کر پوچھا

" کیا اسلام میں وحی و الہام جاری سمجھا جاتا ہے؟"

مولوی صاحب نے مثبت جواب دیا۔ اس کے بعد اس خاتون نے پھر پوچھا اگر یہ سچ ہے تو موجودہ زمانہ میں کسی مسلمان کی مثال دو جس سے مکالمہ الہیہ ہوا ہو۔ مولوی صاحب اس سوال پر کچھ خاموش سے رہ گئے۔ اس خاموشی کی وجہ غالباً خواجہ صاحب کا معاہدہ تھا۔ جس میں انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں سے اقرار کیا ہوا ہے کہ آپ یا آپ کے ماتحت لوگ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر بالکل نہیں کریں گے۔ یا یہ کہ حاضرین میں غیر احمدی بھی موجود تھے مولوی صاحب کا یہ سکتہ اس قدر لمبا ہو گیا کہ حاضرین نے بھی محسوس کیا۔ اس لئے لارڈ ہڈلے نے حاضرین میں سے اٹھ کر مولوی صاحب کے کان میں جا کر کچھ کہا لیکن مولوی صاحب خاموش رہے پھر تھوڑے تامل کے بعد کہا ہاں میرے ایک دوست ہیں جن پر الہام ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات ایسی بے دلی اور مصیبت زدہ لہجہ میں تھی کہ اس عورت کو پھر جرأت نہ ہوئی کہ اس دوست کے متعلق مزید

سوال کرے۔ میں سوچتا تھا کہ آخر یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے نام لینے کو اتنا معز کیوں سمجھتے ہیں۔

(الفضل ۲۷/جون ۱۹۱۶ء صفحہ ۷)

چوہدری صاحب فرماتے ہیں :-

"ایک دفعہ میری طرف سے تحریک پر کہ ووکنگ کے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کی دعوت کی جاوے۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ ہمیں نہ اس بات کی ضرورت ہے کہ کسی کے گھر جاویں اور نہ ہمیں یہ ضرورت ہے کہ کسی کو گھر پر بلائیں اور دعوت کریں۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنے یہ تھے کہ نہ میں کسی کے ملنے کو جاؤں اور نہ کوئی آئے۔"

(الفضل ۲۵/ جولائی ۱۹۱۶ء صفحہ ۵)

ووکنگ سے فوکسٹن اور واپسی

چوہدری صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں :-

اسی اختلاف کی وجہ سے میں فوکسٹن چلا گیا اور وہاں جا کر حضرت خلیفة المسیح اوّل کی خدمت میں لکھا کہ ان حالات کے تحت کیا کیا جاوے۔ حضور کا حکم ملا فوراً ووکنگ واپس چلے آؤ اور تبلیغ میں جب موقع آئے تو حضورؑ کا نام ضرور لیں۔ تبلیغ کے لئے میں نے آپ کو بھیجا ہے باقی امور میں آپ خواجہ صاحب کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ امیر ہیں۔ اس پر میں پھر ووکنگ واپس آ گیا۔ اور حضرت خلیفة المسیح اوّل کی ہدایت کے مطابق تبلیغ کرتا رہا۔

(ماہانہ خالد نومبر ۱۹۵۶ء)

جہاں تک ہو سکا میں نے ایسی باتوں میں خواجہ صاحب کی اطاعت کی اور کئی ماہ تک ووکنگ میں نکما پڑا رہنے کی وجہ دراصل یہی اطاعت تھی۔ یہ بات یہاں تک بڑھ گئی

کہ آخر سیدنا خلیفة المسیح اوّل نے مجھے لکھا کہ ہمیں تعجب ہے کہ تم کسی رنگ میں بھی مفید ثابت نہیں ہوئے اور کسی قسم کا کام نہیں کر سکے میں نے اپنے دل میں سوچا اگر میں لکھوں کہ اس کی وجہ خواجہ صاحب ہیں جو مجھ سے مناسب کام نہیں لیتے تو حضور کے لئے یہ ماننا ذرا مشکل ہو گا اور اس میں سوائے شکایت کے اور جھگڑے کے اور نتیجہ نہیں نکلے گا اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی کہ خواجہ صاحب کے علم اور اجازت کے بغیر کوئی کام شروع کر دوں اس لئے میں نے ووکنگ کی البیت میں لیکچروں کا سلسلہ جاری کرنے کی کئی مرتبہ تجویز کی لیکن خواجہ صاحب نے ہر بار ٹال دیا۔

(ماخوذ الفضل ۲۵/ جولائی ۱۹۱۶ء صفحہ ۵)

پوسٹر کی اشاعت اور خواجہ صاحب کی بے چینی

چوہدری صاحب مزید فرماتے ہیں :-

"میں نے خواجہ صاحب کے علم اور اجازت کے بغیر ایک پوسٹر چھپوا کر تمام ووکنگ میں تقسیم کر دیا ہے کہ آئندہ اتوار کی صبح کو ووکنگ میں اسلام کی خوبیوں پر لیکچر ہو گا اور ہر خاص و عام کو دعوت ہے کہ البیت میں وقت مقررہ پر آکر لیکچر سے مستفید ہوں اور بعض پوسٹر میں نے مقررہ جگہوں پر چسپاں بھی کر دیئے ہیں اور باقی خواجہ صاحب کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔

خواجہ صاحب ان پوسٹروں کو دیکھ کر بہت گھبرائے اور کہا انہیں مت شائع کرو میں نے سارا واقعہ بتایا کہ اس کی تشہیر ہو چکی ہے آئندہ کے لیے آپ بند کر دیں۔ لیکن یہ لیکچر ضرور ہو گا۔ اور اگر آپ کو بلوہ کا خطرہ ہے تو میں جو کوئی نقصان ہو گا بھر لوں گا۔ آپ گھر تشریف لے جائیں۔ خواجہ صاحب نے ایک وکیل سے مشورہ کیا اس نے اور بھی ڈرایا بہر حال اتوار آیا اور بیت میں تقریباً ۵۰ یا ۶۰ مرد عورتیں تھیں۔ ان میں ایک اسٹریلین نومسلم تھا۔ انہوں نے بڑے اطمینان سے ۴۵ منٹ تک میرے لیکچر کو سنا اور

بعد میں ایک پادری صاحب نے سوالات کیے اور ان کے جواب بھی دیئے گئے اور وہ لوگ حسب دستور بہت خوشی کے ساتھ میرا شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔

میں نے ساری روئیداد خواجہ صاحب کو سنائی تو خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور کمر درد جو ڈر سے اور لیکچر سے پہلے شروع ہو گیا تھا دور ہو گیا اور بے ساختہ کہنے لگے آئندہ اتوار میں خود لیکچر دوں گا ولایت میں یہ میرا پہلا لیکچر تھا۔ جو جنوری ۱۹۱۴ء میں ہوا۔

(الحکم ۲۱، ۲۸ / دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۲، ۱۱)

ووکنگ مسجد میں میرا پہلا لیکچر دراصل آخری لیکچر تھا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے پھر مجھے لیکچر کا موقع نہیں دیا۔

خلیفہ اوّل کی وفات کی خبر

چوہدری صاحب "برکات خلافت" میں فرماتے ہیں۔

"خلافت کا معاملہ بہت اہم ہے اور اس پر جماعت کی اور مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بہتری کا انحصار ہے۔ جب میں ووکنگ میں تھا تو مکرم خواجہ صاحب اور میں ایک ہی مکان میں رہتے تھے تو مجھے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے خط آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل فوت ہوگئے ہیں اور جماعت نے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفہ ثانی منتخب کر لیا ہے۔ میں نے وہ تار خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ میں بیعت کا خط لکھ رہا ہوں۔ آپ بھی لکھ دیں انہوں نے خط لکھنے سے انکار کر دیا اور کہا اگر ساری جماعت بلا اختلاف خلافت کے انتخاب میں شریک ہوجاتی تو انتخاب کا تار میرے نام آتا اور مولوی محمد علی کی طرف سے آتا۔ اس لیے میں بیعت میں شریک نہیں ہوتا اس کے بعد میں نے بیعت کا خط لکھ دیا اور دعاؤں میں مشغول ہو گیا۔"

(ماخوذ الفضل ۴ / ستمبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۳)

لیکن چوہدری فتح محمد صاحب کی طرف سے بیعت خلیفۃ المسیح الثانی سے متعلق خط آنے سے قبل ہی الفضل مورخہ ۶ / مئی ۱۹۱۴ء میں آپ کو خلافت سے وابستہ قرار دے دیا گیا۔ جس کا باعث آپ کا سابقہ رویہ تھا۔

(زیر مدینہ المسیح الفضل ۶ / مئی ۱۹۱۴ء)

ان حالات کے تحت یہ ناگزیر تھا کہ چوہدری صاحب خواجہ صاحب کے ساتھ نہ رہتے چنانچہ چوہدری صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم کے ماتحت لنڈن چلے گئے اور وہاں جا کر علیحدہ مشن احمدیہ قائم کیا۔

(ماخوذ ماہانہ خالد نومبر ۱۹۵۶ء)

اس پر خواجہ صاحب نے شور ڈالنا شروع کر دیا کہ (نعوذ باللہ) خلیفۃ المسیح الثانی نے خلیفہ اوّل کے حکم کو توڑا ہے اور چوہدری صاحب کو مجھ سے الگ کر کے قوم پر ایک اور بوجھ ڈال دیا ہے۔

(الحکم ۲۱ / مارچ ۱۹۱۵ء صفحہ ۳)

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے چوہدری صاحب کو خواجہ صاحب سے الگ کروایا ہے۔ اپنے ۱۸ / مئی ۱۹۱۵ء کے خط میں چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

خواجہ کمال الدین نے یہ جو شائع کیا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے مجھے ان سے اور ووکنگ سے علیحدہ کیا بالکل جھوٹ ہے بلکہ میرے ووکنگ سے چلے آنے اور علیحدہ مشن قائم کرنے کے صرف خواجہ صاحب ذمہ دار ہیں۔ اور میاں صاحب کا انہوں نے یونہی قوم کو دھوکہ دینے کے لیے ذکر کیا ہے۔

خواجہ صاحب کو میرا وجود انگلستان میں کسی زمانہ میں بھی پسند نہ تھا اور میں بھی ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اپریل ۱۹۱۴ء میں خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد آپ نے

مجھے واپس قادیان بھجوانے کا منصوبہ بنایا اور مجھے کہلا بھیجا کہ آپ کو جلد از جلد قادیان واپس چلے جانا چاہیے اور اپنے والد کو تار دے دو کہ واپسی کا خرچ شیخ رحمت اللہ صاحب کے پاس جمع کروا دیں۔ لیکن میں سر زمین انگلستان کو بغیر اجازت خلیفۃ المسیح الثانی کے چھوڑنا گناہ اور گستاخی سمجھتا تھا۔اس لئے میں نے صاف انکار کر دیا یہ پہلی کوشش علیحدگی کی تھی جو ناکام رہی۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ میں خواجہ صاحب کے ساتھ کام کروں اور اس کے عوض میں مجھے خواجہ صاحب ۶۰ روپے ماہوار دیں گے۔میں نے عرض کیا میں روپیہ وغیرہ کے بارے میں کوئی شرط نہیں کرتا۔آپ میری طرف سے ایک بات مان لیں میں آپ کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہوں اور وہ یہ کہ میں آپ سے شرط کرتا ہوں کہ ووکنگ میں حضرت مسیح موعودؑ کا نام نہیں لوں گا نہ لیکچروں میں نہ گفتگو میں اور نہ ہی ان مضمونوں میں حضورؑ کا ذکر کروں گا لیکن ووکنگ سے باہر پرائیویٹ طور پر میں خود لیکچروں کا انتظام مختلف سوسائیٹیوں کے ساتھ کروں گا۔اور ان لیکچروں کے ساتھ آپ کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہوگا۔اور نہ ہی آپ سے ان لیکچروں کے انتظام کے لئے کسی قسم کی مدد طلب کروں گا ایسے لیکچروں میں آپ مجھے حضورؑ کے نام کا ذکر کرنے میں اجازت دیں۔اور چونکہ ان لیکچروں میں آپ کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ہوگی لیکن انہوں نے میری درخواست نامنظور فرمائی اور کہا کہ اگر تم نے حضورؑ کا ذکر کرنا ہے تو تم اور میں ایک چھت کے نیچے مل کر کام نہیں کر سکتے اس کے بعد میں لندن چلا گیا۔

(الحکم ۲۱/ مارچ ۱۹۱۵ء صفحہ ۴)

علیحدگی کے بعد چوہدری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں خط لکھا جس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"حضرت مسیح موعودؑ کے نام کو چھپانے سے مجھے سخت نفرت تھی۔ اور واقعہ میں اس طریق تبلیغ میں مشکلات ہیں۔ خواجہ صاحب بھی مخالفت کریں گے اور دوسرے مسلمان بھی مخالفت کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے میں کام شروع کرتا ہوں۔ کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں لیکچر سوسائیٹیوں کے تحت ہو سکتے ہیں۔ جس کے لیے میں انشاءاللہ کوشش کروں گا اور زبانی تبلیغ لوگوں سے گفتگو کے ذریعے بھی ہو سکتی ہے اور آہستہ آہستہ واقفیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔"

(الفضل ۱۰/ جون ۱۹۱۴ء)

چوہدری صاحب نے لنڈن میں اپنا کام شروع کر دیا اور ہر ہفتہ رپورٹ حضور کی خدمت میں ارسال کرتے۔ آپ کی پہلی رپورٹ جو الفضل میں چھپی یہ تھی کہ

"چوہدری صاحب سیال بدستور اپنے فرض تبلیغ میں سرگرمی سے مشغول ہیں۔ فوکسٹن میں ان کے لیکچر خیر وخوبی انجام پذیر ہوئے۔ چند نئے متلاشیان حق سے تعلقات پیدا کر لئے ہیں یہ لوگ جماعت احمدیہ کا لٹریچر بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔"

(الفضل یکم جولائی ۱۹۱۵ء صفحہ ۶)

پھر اپنی دوسری رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے ایک اور خوشی دکھائی کہ حسن روحش جو ایک ثقہ آدمی ہے۔ اور کئی ایک کتابوں کا مصنف بھی ہے۔ اس ہفتہ احمدی ہوا حضرت مولوی شیر علی صاحب نے ۱۹۰۸ء میں ریویو اف ریلیجنز میں ایک مضمون "مسیح کی آمد ثانی" پر لکھا تھا۔ یہ حضرت اس مضمون کو پڑھنے کے بعد احمدی ہو گئے۔ میرے بات کرنے پر انہوں نے کہا کہ

"اگر میں عرب کے نبی کریم ﷺ پر ایمان لایا ہوں تو میرے لیے ضروری تھا کہ مسیح موعود اور ان کے وعدہ کردہ مسیح کو بھی مانوں۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ کے لئے

گئے سب وعدے احمدؑ کی ذات سے پورے ہو گئے ہیں۔"

(الفضل ۸؍جولائی ۱۹۱۵ء)

چوہدری صاحب نے ۲۰ جولائی ۱۹۱۵ء کی رپورٹ میں لکھا کہ

"پچھلے جمعہ کو ایک بین الاقوامی مجلس موسومہ "انٹرنیشنل سوسائیٹی" میں قرآن شریف پر میرا لیکچر تھا۔ جس میں بفضلہ تعالیٰ بہت کامیابی ہوئی۔ اس سوسائیٹی کا سکریٹری عربی زبان کا بڑا عالم تھا۔ اس نے اہتمام کیا کہ لیکچر مذکورہ چھپ جائے تیار ہونے پر اس لیکچر کی اشاعت مختلف اطراف میں کی جائے گی اور سوسائیٹی موصوفہ کے ماہوار رسالہ میں بھی چھاپا جائے گا۔"

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔ کل لنڈن میں ایک اور جگہ لیکچر ہے اس سوسائیٹی کا نام Higher Thought Circle (عالی خیال حلقہ احباب) ہے اسکا سب انتظام خواتین یورپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہی اس کی ممبر ہیں۔ مجوزہ لیکچر کا عنوان انہوں نے True Spirit of Islam (حقیقی روح اسلام) تجویز کیا ہے۔ اسلامی اصول کی فلاسفی کا فرانسیسی ترجمہ تیار ہو چکا ہے اور جلد احباب تک پہنچ جائے گا۔

(الفضل ۱۵؍اگست ۱۹۱۵ء)

چوہدری صاحب اپنی اگلی رپورٹ میں اپنے لیکچر کی کامیابی کا بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"میرا "عالی خیال سوسائٹی" میں لیکچر بفضل تعالیٰ بڑی کامیابی سے ہوا۔ لیکچر کے بعد قرآن شریف کے اوراق اور ٹریکٹ موضوعہ "Warning" (انتباہ) جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کا ذکر بھی ہے۔ حاضرین میں تقسیم کی گئیں۔ اور بعض احباب کے ایڈریسیز لیے گئے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

"اسلامی اصول کی فلاسفی" "پیشگوئیاں جن کا سب کو علم ہونا چاہیے" کا فرانسیسی ترجمہ اور ٹریکٹ From faith to certainty کا انگریزی ترجمہ زیر طبع ہیں۔

(الفضل ۲۲؍اگست ۱۹۱۵ء صفحہ ۸)

پھر اپنی ۲۶؍ستمبر کی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اس ہفتہ کی ایک خوشی کی خبر یہ ہے کہ مسٹر حسن روحش کو ایک مصری اخبار Truth (ٹروتھ) نامی کے ایڈیٹوریل سٹاف میں ملازمت مل گئی ہے۔ اس طرح مصر میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احمدیت کا ایک عمدہ موقع پیدا کر دیا ہے۔

مسٹر موصوف کہتے ہیں کہ مجھے ریویو آف ریلیجنز کے پرچے جتنے بھی آسانی سے مہیا ہو سکیں بھیجے دیں تاکہ ان کو پڑھ کر اسلام کے متعلق مضامین لکھے جائیں۔

(الفضل ۲۶؍ستمبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۷)

فریضہ تبلیغ ادا کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"پچھلے ہفتے ایک لیکچر "الہام" پر تھا۔ اس مضمون پر ہی پونے دو گھنٹے کے قریب بولتا رہا۔ اس میں حضرت محمد ﷺ کے حالات اور الہامات کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کا ذکر کیا بیس 20 کے قریب لوگ موجود تھے۔ ان میں سے پانچ نے علیحدہ گفتگو میں کہا کہ الہام کے بارے میں ان کے اکثر شبہات دور ہو گئے ہیں۔

۳؍اکتوبر بروز اتوار لنڈن میں ایک اور لیکچر ہے۔ ان لوگوں نے بھی "الہام" اور "ترقی ایمان" کے مضامین پسند کئے ہیں اس ہفتہ ایک اور خاتون احمدی ہوئی ہیں۔

نیز چوہدری صاحب رقم طراز ہیں۔

قاضی عبداللہ صاحب کے پہنچنے سے مجھے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ ۴؍اکتوبر کو جو لیکچر تھا بفضلہ تعالیٰ کامیابی سے ہوا۔ ان لوگوں نے پھر ۴؍اکتوبر کو "الہام" پر لیکچر دینے

کی دعوت دی ہے۔ ۱۱؍اکتوبر کو ایک اور لیکچر ہے۔ جس کا عنوان Early Muslim Missionary (ارلی مسلم مشنری) تجویز ہوا ہے“

(الفضل ۷؍نومبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۷)

قاضی عبداللہ صاحب رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں۔

”چوہدری صاحب کے تین مضمون اب تین ٹریکٹ ”الہام“۔ ”پیشگوئیاں جن کا سب کو علم ہونا چاہئے“ اور ”وارننگ“ شائع ہوئے ہیں

(الفضل ۲۴؍نومبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۰)

پھر تحریر فرماتے ہیں۔

اس ہفتہ سوتھ سی میں چوہدری صاحب کے دو لیکچر تھے۔ پہلا لیکچر ”انقلاب مذہبی“ پر تھا۔ آپ نے یہ تقریر ایک گھنٹہ تک فرمائی یہ تقریر بہت پُر اثر تھی اور سامعین کے قلوب میں اس اشتیاق نے جوش مارا کہ جس پاک انسان کے شاگردان رشید اس وقت سات سمندر پار آکر اسلام کا اصلی نورانی چہرہ اس خوبصورتی سے دکھلا رہے ہیں وہ خود کتنا برگزیدہ بندہ ہوگا۔

اس کے حالات بھی سننے چاہیں۔ سامعین نے متفقہ طور پر درخواست کی کہ پچھلے لیکچر میں آپ نے ”احمد نبی اللہ“ کا جو مختصر ذکر کیا تھا وہ اب ہمیں مفصل سنایا جائے۔ پریذیڈنٹ صاحب کے کہنے پر چوہدری صاحب آدھ گھنٹہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق تقریر فرماتے رہے۔ جس کو حاضرین نے بڑی توجہ سے سنا۔“

(الفضل ۱۱؍دسمبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۴)

ایک صاحب کشف انگریز کا قبول اسلام

قاضی عبداللہ صاحب رقم طراز ہیں

مبلغ احمدیت مولانا چوہدری فتح محمد صاحب سیال سوتھ سی واقع انگلستان میں ایک دفعہ لیکچر کے لیے گئے تو ایک شخص نے ملاقات کی اجازت مانگی۔ اجازت دیئے جانے پر اس شخص نے آتے ہی السلام علیکم کہا اور چوہدری صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔ مکرم چوہدری صاحب نے جواب دیا نہیں اس نووارد نے کہا میں آپ کو جانتا ہوں۔ کیا آپ غیب کی مدد پر ایمان رکھتے ہیں چوہدری صاحب نے جواب دیا میں خدا کی امداد پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس پر نووارد انگریز بولا مجھے رویا میں ایک ہندوستانی جو آپ کے علاوہ کوئی اور ہے نہیں یہ بتایا تھا کہ سوتھ سی میں ایک ہندوستانی مسلمان آئے گا جو تم کو اسلام سکھائیگا۔

اس ملاقات کے بعد چوہدری صاحب نے براہ راست بھی اور بتوسط ایک برٹش احمدی خاتون بھی ان صاحب کو اسلام سکھانے کا سلسلہ جاری رکھا آخرکار خدا کے دین اور اس زمانے کے رسول کی صداقت نے اس نوجوان انگریز کے قلب پر اپنا اثر کیا۔ چنانچہ اب وہ سلسلۂ عالیہ احمدیہ میں سیدنا محمود احمد کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیعت فارم خود اپنے ہاتھوں سے پُر کر کے بھیجا ہے۔“

(الفضل ۴؍جولائی ۱۹۱۶ء صفحہ ۲)

قاضی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں :-

”چوہدری صاحب نے انگلینڈ کے مقررہ لیکچروں کے علاوہ سکاٹ لینڈ کا بھی کامیاب دورہ کیا۔

(الفضل ۲؍فروری ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۰)

انگلستان سے واپسی

چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایک لمبا عرصہ سات سمندر پار رہنے کے بعد اور پیاسی روحوں کی کسی قدر پیاس بجھانے کے بعد دیار حبیب میں ۲۹/مارچ ۱۹۱۶ء کو جب واپس تشریف لائے اس کی مختصر روئیداد یہ ہے۔

چوہدری فتح محمد صاحب سیال لنڈن سے قادیان واپس ۲۹/مارچ ۱۹۱۶ء کو ساڑھے چار بجے تشریف لائے۔

پرجوش استقبال

جب حضرت خلیفہ برحق کو اطلاع ہوئی تو آپ استقبال کے لیے تشریف لے گئے اور جوں جوں احباب کو اطلاع ہوتی گئی وہ بھی ساتھ ملتے گئے۔ حضور سے موڑ پر لب سڑک جو کنواں ہے اس سے دو تین سو قدم آگے ملاقات ہوئی پھر ان کو ٹم ٹم پر سوار کرا کے مع احباب واپس تشریف لائے۔ جمعہ کے دن شام کے وقت حضور نے چودہ پندرہ احباب کے ساتھ چوہدری صاحب کے اعزاز میں دعوت دی ۳ اپریل بعد نماز مغرب مسجد اقصیٰ میں چوہدری صاحب نے سوا گھنٹہ اردو لیکچر دیا۔ چوہدری صاحب نے لنڈن میں جو کام کیا اس کا خلاصہ چوہدری صاحب ہی کی زبانی سنئے۔ آپ نے فرمایا کہ

"جب میں نے یہاں سے روانہ ہونے کا قصد کیا تو میری راہ میں بہت سی مشکلات ڈالی گئیں مگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میں اپنی دلی خواہش کو پورا کر سکا۔ سب سے بڑی روک جو بیان کی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ ایک نوجوان کے لیے انگلستان میں جانا بہت ابتلاؤں کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے بمبئی پہنچ کر میرے دل میں ڈالا گیا کہ سورۃ یوسف کا وظیفہ کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ میں بارہ بارہ بار ایک دن میں یہ سورۃ تلاوت کرتا۔ اس سے مجھے بہت ہی فائدہ ہوا۔ اس

پر تدبر کرنے کا خوب موقع ملا اور وظیفہ کی غرض بھی یہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ یوسفؑ کے قویٰ مجھ سے زیادہ مضبوط تھے وہ شادی شدہ بھی نہ تھے۔ ایک شہزادی ان کو اپنی طرف بلاتی ہے وہ ان کی ملکہ ہے محسنہ ہے۔ ان کو سزا بھی دلا سکتی ہے۔ مجبوراً اس کے پاس بھی ہر وقت رہنا پڑتا ہے باوجود اس کے یوسف علیہ السلام ہر طرح سے محفوظ رہے تو میں کہ شادی شدہ ہوں اور دو بیویاں رکھتا ہوں اور ان مشکلات میں بھی نہیں جو حضرت یوسفؑ کو تھیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ میں محفوظ نہ رہوں یہ بات میخ آہنی کی طرح میرے دل میں گڑ گئی اور میں خدا کے فضل کے ساتھ بڑی جرأت کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ مجھے جن باتوں سے ڈرایا جاتا تھا ایک بھی مجھے پیش نہ آئی اور کبھی خیال تک بھی نہ آیا نہ صرف خود گناہ سے بچا۔ بلکہ میں نے کئی روحوں کو احمدیت کی رہنمائی کی۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ بتاتے ہیں۔

مجھے وہاں پہلے پہلے خواجہ صاحب کے ساتھ کام کرنا پڑا اس مدت میں جو کچھ میرے ساتھ سلوک ہوا یا جو کچھ اوروں نے دیکھا۔ آپ مجھ سے توقع نہ رکھیں کہ میں اس بارہ میں آپ کے سامنے بیان کروں گا کیونکہ میں خواجہ صاحب یا مولوی صاحب کی نسبت کچھ نہیں کہنا چاہتا نہ اس کی ضرورت ہے۔ میں اپنے بارے میں ذکر کروں گا اور وہ بھی اس لیے کہ آپ لوگوں کو وہاں کے حالات کا پتہ چلے اور آپ یقین کریں کہ احمدیہ مشن وہاں کامیاب ہوا اور اس سے زیادہ ہ کامیاب ہو سکتا ہے اور یہ کہ احمدیت کی وہاں سخت ضرورت ہے اور اس کے لیے آپ کی مشفقانہ ہمت اور امداد کی ضرورت ہے۔ میں اپنی ذات کے متعلق ہر ایک تکلیف برداشت کر سکتا تھا۔ مگر ایک اصولی اختلاف جو طرز تبلیغ میں پیش آرہا تھا اس کا میرے پاس کوئی علاج نہ تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر ضرورت کے وقت کرنا بھی غیر احمدیوں کی طرف سے بوجہ حصول چندہ مانع سمجھتے تھے اور یہ خوف بھی تھا کہ اس پر ہنسی ہوگی اور میں اس کو سمجھتا تھا۔

دوسرے مجھے یہ شکایت تھی کہ کسی سے اختلاف ہے تو ہو مگر کم از کم میرے سامنے اسے گالیاں تو نہ دی جائیں۔ آخری بات بھی ایک حد تک قابل برداشت ہو سکتی تھی مگر یہی بات بہت مشکلات میں ڈالنے والی تھی۔ کیونکہ اس قدر بھی منظور نہ تھا کہ میں ووکنگ سے باہر اپنے طور پر اپنے ذاتی اثر رسوخ و کوشش سے کام لے کر کہیں اگر لیکچر دوں تو اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کروں پھر اس کے ساتھ ہی خلافت کا جھگڑا بھی پیش آگیا۔ میں کہتا تھا کہ قیام خلافت سے مطلقاً انکار احمدی جماعت کی ترقی میں سخت حارج ہے۔ کیونکہ بغیر ایک شخص کی ماتحتی کے نظام وحدت قائم نہیں رہ سکتا اور جب تک کوئی قوم نظام کے نیچے کام نہیں کرتی وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان میں ہندوؤں پر جو زوال آیا تھا اسکی وجہ بھی یہ تھی کہ وہ مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے اور کسی نظام وحدت کے نیچے نہ تھے راجپوتانہ کی ریت کے ذرے اور ہمالیہ پہاڑ کے ذرے ایک ہی جنس رکھتے ہیں مگر ایک متفرق ہیں اور آپس میں کسی خاص ذریعہ سے ایک حکم میں نہیں اور دوسرے بوجہ شدت تعلق مل کر ایسے مستحکم ہو گئے ہیں کہ ہوا کا طوفان انہیں اڑا نہیں سکتا۔ پھر وہ نہ خود اپنی حفاظت کرتے ہیں بلکہ دوسروں کے آرام کا موجب بھی ہیں کہ ان سے چشمے بہتے ہیں اور قسم قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر آپ تو خلیفہ کو کثرت رائے پر اختیار دینا موجب نقصان اور آجکل کے آئین کے خلاف سمجھتے ہیں مگر آپ دنیا کی تمام سلطنتوں کو دیکھ لیں کہ جو بادشاہ کی قائل ہیں وہ بھی بادشاہ کی ذات کو قانون سے بالاتر محسوس کرتی ہیں اور جو قوم پریذیڈنٹ تجویز کرتی ہے وہ بھی عملاً یہی کرتی ہے۔ امریکہ کے پچھلے صدر کا واقعہ سب کو معلوم ہے کہ کثرت رائے نے ایک قانون دو بیویاں کرنے والوں کے متعلق پاس کر دیا مگر صدر نے اس کے خلاف کیا تو پھر اس کثرت رائے پر عمل نہ ہوا۔ اور اس صدر کے حکم کا لحاظ یہاں تک ہے کہ پھر دوسرے ہر صدر کے عہد میں بھی وہ مسئلہ نہیں چھیڑا گیا اور ہم تو

خلیفہ مانتے ہیں وہ تو ماتحت ہے۔ قرآن مجید کے احکام کا۔ رسول اللہ کے احکام کا اور حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کا یہ دو اصولی اختلاف تھے کہ ان کے ساتھ مل کر کام کرنا دشوار تھا۔ آخر میں الگ ہوا اور میری مضطرانہ دعاؤں کے جواب میں ایک صبح کشف کی حالت میں الہاماً میں نے عالم بیداری میں یہ آواز زور سے سنی کہ

"میاں محمود کی بیعت پشاور سے بہار تک کے لوگ کریں گے اور پھر آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر"

میں اس کے معنی نہیں سمجھا مگر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ غیر معمولی طور پر مجھ پر علوم کا انکشاف ہوا اور لیکچر دینے کے لئے میرا سینہ کھول دیا گیا۔ ورنہ میرے لئے یہ بات بہت ہی مشکل تھی چار ماہ تو مجھے خط و کتابت اور اثر رسوخ پیدا کرنے میں لگ گئے۔ باقی ایک سال مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا اور وہاں کے لوگ کام کرنے میں ایسا انہماک رکھتے ہیں کہ اتوار ہی کو لیکچر ہو سکتا ہے اس طرح پر **48** لیکچر ہو سکتے ہیں مگر میرے **54** لیکچر ہوئے کیونکہ بعض سوسائیٹیوں نے لکھا کہ آپ ایک لیکچر ہفتہ کی شام کو دیں اور ایک اتوار کو۔

ایک لیکچر قابل ذکر ہے جو مسئلہ الہام و وحی پر تھا جسے سن کر ایک دہریہ نے پہلے مجھ پر ٹھٹھا کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور وہ کہنے لگا کہ آپ کے دلائل نہایت معقول اور زبردست ہیں میں خدا کو نہیں مانتا تھا اب مانتا ہوں پھر اسکی استدعا پر میں نے اسے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی بتائی جو ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ جب جنگ شروع ہوئی اور اخبارات میں بعینہ وہی خطرات چھپنے لگے جو میں نے حضرت اقدسؑ کی نظم اور عبارت سے بتائے تھے تو وہ احمدؑ پر ایمان لایا اور اب مخلص احمدی ہے اور پرجوش مبلغ ہے۔

پھر ایک اور لیکچر قابل ذکر ہے جس کے خاتمے پر بوڑھا پریذیڈنٹ جو عیسائی تھا بول اٹھا کہ اگر اسلام یہ ہے جو تم نے بیان کیا تو وہ عیسائیت سے بہت ہی اعلیٰ ہے پھر ایک یہودی تھا جس کو میں نے ٹیچنیگز آف اسلام دی اس کے پڑھنے پر وہ احمدی ہو

دوسرے مجھے یہ شکایت تھی کہ کسی سے اختلاف ہے تو ہو مگر کم از کم میرے
سامنے اسے گالیاں تو نہ دی جائیں۔ آخری بات بھی ایک حد تک قابل برداشت ہو سکتی
تھی مگر یہی بات بہت مشکلات میں ڈالنے والی تھی۔ کیونکہ اس قدر بھی منظور نہ تھا کہ
میں ووکنگ سے باہر اپنے طور پر اپنے ذاتی اثر رسوخ و کوشش سے کام لے کر کہیں اگر
لیکچر دوں تو اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کروں پھر اس کے ساتھ ہی خلافت کا
جھگڑا بھی پیش آگیا۔ میں کہتا تھا کہ قیام خلافت سے مطلقاً انکار احمدی جماعت کی ترقی میں
سخت حارج ہے۔ کیونکہ بغیر ایک شخص کی ماتحتی کے نظام وحدت قائم نہیں رہ سکتا اور
جب تک کوئی قوم نظام کے نیچے کام نہیں کرتی وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو
سکتی۔ ہندوستان میں ہندوؤں پر جو زوال آیا تھا اسکی وجہ بھی یہ تھی کہ وہ مختلف فرقوں اور
گروہوں میں بٹ گئے اور کسی نظام وحدت کے نیچے نہ تھے راجپوتانہ کی ریت کے ذرے
اور ہمالیہ پہاڑ کے ذرے ایک ہی جنس رکھتے ہیں مگر ایک متفرق ہیں اور آپس میں کسی
خاص ذریعہ سے ایک حکم میں نہیں اور دوسرے بوجہ شدت تعلق مل کر ایسے مستحکم ہو
گئے ہیں کہ ہوا کا طوفان انہیں اڑا نہیں سکتا۔ پھر وہ نہ خود اپنی حفاظت کرتے ہیں بلکہ
دوسروں کے آرام کا موجب بھی ہیں کہ ان سے چشمے بہتے ہیں اور قسم قسم کے پھل پیدا
ہوتے ہیں۔ پھر آپ تو خلیفہ کو کثرت رائے پر اختیار دینا موجب نقصان اور آجکل کے
آئین کے خلاف سمجھتے ہیں مگر آپ دنیا کی تمام سلطنتوں کو دیکھ لیں کہ جو بادشاہ کی قائل
ہیں وہ بھی بادشاہ کی ذات کو قانون سے بالاتر محسوس کرتی ہیں اور جو قوم پریذیڈنٹ تجویز
کرتی ہے وہ بھی عملاً یہی کرتی ہے۔ امریکہ کے پچھلے صدر کا واقعہ سب کو معلوم ہے کہ
کثرت رائے نے ایک قانون دو بیویاں کرنے والوں کے متعلق پاس کر دیا مگر صدر نے
اس کے خلاف کیا تو پھر اس کثرت رائے پر عمل نہ ہوا۔ اور اس صدر کے حکم کا لحاظ
یہاں تک ہے کہ پھر دوسرے ہر صدر کے عہد میں بھی وہ مسئلہ نہیں چھیڑا گیا اور ہم تو

خلیفہ مانتے ہیں وہ تو ماتحت ہے۔ قرآن مجید کے احکام کا۔ رسول اللہ کے احکام کا اور
حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کا یہ دو اصولی اختلاف تھے کہ ان کے ساتھ مل کر کام کرنا
دشوار تھا۔ آخر میں الگ ہوا اور میری مضطرانہ دعاؤں کے جواب میں ایک صبح کشف کی
حالت میں الہاماً میں نے عالم بیداری میں یہ آواز زور سے سنی کہ
"میاں محمود کی بیعت پشاور سے بہار تک کے لوگ کریں گے اور پھر آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر"
میں اس کے معنی نہیں سمجھا مگر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ غیر معمولی طور پر مجھ پر
علوم کا انکشاف ہوا اور لیکچر دینے کے لئے میرا سینہ کھول دیا گیا۔ ورنہ میرے لئے یہ
بات بہت ہی مشکل تھی چار ماہ تو مجھے خط و کتابت اور اثر رسوخ پیدا کرنے میں لگ گئے۔
باقی ایک سال مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا اور وہاں کے لوگ کام کرنے میں ایسا انہاک
رکھتے ہیں کہ اتوار ہی کو لیکچر ہو سکتا ہے اس طرح پر 48 لیکچر ہو سکتے ہیں مگر میرے
54 لیکچر ہوئے کیونکہ بعض سوسائیٹیوں نے لکھا کہ آپ ایک لیکچر ہفتہ کی شام کو
دیں اور ایک اتوار کو۔

ایک لیکچر قابل ذکر ہے جو مسئلہ الہام و وحی پر تھا جسے سن کر ایک دہریہ نے
پہلے مجھ پر ٹھٹھا کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور وہ کہنے لگا کہ آپ کے دلائل
نہایت معقول اور زبردست ہیں میں خدا کو نہیں مانتا تھا اب مانتا ہوں پھر اسکی استدعا پر
میں نے اسے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی بتائی جو ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔
جب جنگ شروع ہوئی اور اخبارات میں بعینہٖ وہی خطرات چھپنے لگے جو میں نے حضرت
اقدسؑ کی نظم اور عبارت سے بتائے تھے تو وہ احمدؑ پر ایمان لایا اور اب مخلص احمدی ہے
اور پرجوش مبلغ ہے۔

پھر ایک اور لیکچر قابل ذکر ہے جس کے خاتمے پر بوڑھا پریذیڈنٹ جو عیسائی تھا
بول اٹھا کہ اگر اسلام یہ ہے جو تم نے بیان کیا تو وہ عیسائیت سے بہت ہی اعلیٰ ہے پھر
ایک یہودی تھا جس کو میں نے ٹیچنگز آف اسلام دی اس کے پڑھنے پر وہ احمدی ہو

گیا بعض لوگ ایسے بھی احمدی ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے میرے پاس پہنچے۔

ایک خاتون نے اپنا رویاء سنایا کہ میں ایک مشرقی ملک میں گئی ہوں اور ایک دربار ہے جس کے تین حلقے ہیں اور میں تیسرے حلقہ میں بیٹھی ہوں میں نے اس سے کہا کہ مسیح موعودؑ حضرت خلیفہ اوّل کے بعد اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہیں انکی بیعت میں داخل ہو گی یہ خاتون بھی احمدی ہے اور حضرت اقدسؓ سے اس کی محبت کا یہ حال ہے کہ تقریباً ہر وقت یہی ذکر کرتی ہے۔

ان احمدیوں میں سے جو خدا کے فضل سے میرے تعلق کے سبب ہوئے تین ایسے مرد ہیں جو رائیٹر ہیں جن کا پیشہ ہی یہی ہے۔کہ بذریعہ تحریر و تصنیف کے ذریعہ معاش پیدا کرنا وہ سلسلہ احمدیہ کیلئے بہت مفید کام دے سکتے ہیں وہ عمر میں بھی جوان نہیں بلکہ **40,50,60,** سال کے ہیں یعنی پختہ کار ہیں۔

یہ بالکل غلط ہے کہ میں نے کسی کے مسلمان کئے ہوئے لوگوں کو احمدی خیالات کا بنایا ہے بلکہ جن لوگوں کا ذکر میں نے کیا یہ وہی ہیں جو براہ راست محض بافضال خداوندی میری تبلیغ سے احمدی ہوئے۔

چوہدری صاحب مزید فرماتے ہیں :-

"جو امانت حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سپرد کی ہے ہمارا فرض ہے کہ اسے اکناف عالم میں پہنچائیں اور ہمت نہ ہاریں اور ایک نظام وحدت میں ہو کر خلیفہ کے ماتحت کام کریں کیونکہ ذاتی اور شخصی کام جو انفرادی حالت میں کیے جائیں کبھی بار آور نہیں ہوتے اور ہوتے ہیں تو بہت جلد زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ پس وہی کام ہے جو جماعت نظام وحدت کے اندر کرے اور کسی مشن کو ذاتی مشن اور اسکی آمد کو ذاتی ملکیت قرار نہ دے۔"

(الفضل ۸/اپریل ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۰)

باب نمبر 2 (ب)

لنڈن میں دوبارہ آمد

حضور نے چوہدری صاحب کو پھر لنڈن میں تبلیغ کے لئے روانہ کیا تاکہ آپ اپنے سابقہ تجربے کی بنا پر مشن احمدیہ کو مزید ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں اس کی مختصر روئیداد پیش کی جاتی ہے۔

لنڈن میں دوبارہ ورود

جولائی ۱۹۱۹ء کو چوہدری صاحب نے دوبارہ لنڈن تشریف لے جانے کے لئے رختِ سفر باندھا۔ اس دفعہ حضرت مولانا عبدالرحیم نیرؔ صاحب بھی ساتھ تھے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ تحریر فرماتے ہیں

گاڑی میں "کھانے کی گاڑی" بھی ہے اور مکرم چوہدری صاحب نے مناسب سمجھا کہ مجھے انگریزی طور پر کھانے کا پہلا سبق دیں چنانچہ میں نے یہ سبق جہاز کی تیاری کے لئے قدرے دقت کے ساتھ یاد کرلیا ہے۔ اور چھری کانٹے کے ساتھ تھوڑی سی مشق کر لی ہے۔

"تجربہ کار ساتھی خدا کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے۔"

مزید تحریر فرماتے ہیں

۲۸/جولائی ۱۹۱۹ء سمندر پر دور سورج ڈوبنے کا منظر عجیب دلکش ہوتا ہے۔ سرخ زردی مائل بڑی سی گیند دور پانیوں میں غرق ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور قرآن پاک نے جو ذوالقرنین کے نظارہ کا ذکر فرمایا ہے وہ بڑی صفائی سے اور وضاحت کے

ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ اور مغرب کے بعد میں اور چوہدری صاحب درمیانی تختہ جہاز پر ساحل عرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور چوہدری صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے یہ فارسی اشعار پڑھے۔

عجب نوراست درجان محمدؐ

عجب لعلیست درکان محمدؐ

اس ذوق و ابتہاج کے ساتھ پڑھے جو اس موقع پر ایک مومن کے قلب میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اللھم صلے علیٰ محمد

(الفضل ۲۰/دسمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۱)

یقین کامل

۱۸/جولائی کو مکرم چوہدری صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ میں وہ فقرہ کہا جو "داعیان احمدیت" کی تمام کوششوں کا قاعدہ اور آئندہ کام کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے یعنی یہ کہ

"انگریزوں کے مسلمان ہونے کا ہمیں یقین کامل ہے"

(ماخوذ الفضل ۲۰/ستمبر ۱۹۱۹ء)

سفر میں تبلیغ

مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ فرماتے ہیں "ہندوستانی طلباء کو چوہدری صاحب نے قریب نصف گھنٹہ تبلیغ کی اور جہاز پر سے ہم نے ان کو کچھ لٹریچر بھجوایا۔"

(الفضل ۴/اکتوبر ۱۹۱۹ء)

لنڈن میں رہائش

مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ لنڈن پہنچنے پر رہائش کے بارہ میں ذکر کرتے ہیں کہ

"دو منزلہ مکان ہے نیچے کے ایک کمرہ کے کونے میں نیرؔ کا دفتر ہے ساتھ کے

کمرہ میں صادق و نیرؔ رات بسر کرتے ہیں اور سب سے اوپر کی منزل میں ایک طرف قاضی و سیالؔ کا ڈیرہ پائیں گے۔

(الفضل ۷ر اکتوبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲)

ایک سعید روح کا قبول احمدیت

چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب اور چوہدری صاحب کی تبلیغ سے ایک مصری نوجوان حسن گوہر جو انگریزی بھی اچھی طرح جانتے ہیں سلسلہ میں داخل ہوئے۔

(الفضل ۱۱ر اکتوبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲)

تسلی بخش کام

چوہدری صاحب فرماتے ہیں

اللہ کے فضل سے یہاں تبلیغ کا کام ہر رنگ میں ترقی کر رہا ہے۔ بہت سے انگریز مرد عورتیں جو ایک عرصہ سے حضرت قاضی صاحب و مفتی صاحب کے زیر تبلیغ چلے آتے تھے اسلام کے بہت قریب آرہے ہیں۔ لیکچروں کا سلسلہ شروع ہے ہفتہ گذشتہ میں ایک لیڈی جناب ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیرؔ کے ہاتھ پر داخل دین حقہ ہوئی۔ مسیحی نام ابنی ے تھا۔ اسلامی نام عائشہ رکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک معزز خاتون بھی جلد احمدیت میں داخل ہونے والی ہیں۔

گذشتہ اتوار مسٹر نیرؔ (عبدالرحیم صاحب نیرؔ) کا لیکچر "آنحضرت کے اسوہ حسنہ" پر ہوا۔ لیکچر بہت کامیاب ہوا۔

ایک نئی تجویز یہ ہے کہ ایک مدرسہ عربیہ اور درس قرآن مجید جاری کئے جائیں کیونکہ ان ذرائع کے تبلیغی کام کو انشاء اللہ بہت مدد ملنے کی امید ہے۔

(الفضل ۲۷ر ستمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲)

مولنا عبدالرحیم صاحب نیرؔ اپنی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں

"مسٹر عبدالعزیز پیچ اور مسٹر سلمان شائخ سے ملاقات ہوئی یہ دونوں اصحاب چوہدری صاحب کی تبلیغ سے اسلام لائے تھے۔"

اپنی اگلی رپورٹ میں نیر صاحب تحریر فرماتے ہیں

"گذشتہ اتوار ۲۸ر اگست کو چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا لیکچر "دعا" پر ہوا۔ یورپین حاضرین میں دو اعلیٰ تعلیم یافتہ انگریز خواتین بھی تھیں۔ بہت دلچسپ لیکچر تھا۔" اسی طرح آئندہ اتوار اور جمعہ کو چوہدری صاحب کے لیکچر فوکسٹن میں ہوں گے۔

(الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۱۹ء)

مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ چوہدری صاحب کی تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹ میں رقمطراز ہیں۔

ہفتہ رواں میں جن لوگوں کو ملاقاتوں کے ذریعے تبلیغ کی گئی ان میں سے قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولوی فتح محمد صاحب سیالؔ ایک معزز خطاب یافتہ فاضل مستشرق انگریز سے ملے۔ سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کا فرض ادا کیا اور فاضل مستشرق نے فرمایا کہ میں بارہ سال سے ریویو کا مطالعہ کرتا ہوں اور احمدیت کی نسبت کہنے لگا۔

" I like this movement, This is the Only hope of Islam."

"میں اس سلسلہ کو پسند کرتا ہوں یہ ہی اسلام کی ایک امید ہے"

۲۔ چوہدری صاحب دو تھیوسوفسٹ لیڈیوں سے ملاقی ہوئے اور انہوں نے حضرت احمدؑ کا تذکرہ سننے کے بعد کہا۔

"This is just possible that your prophet is the expected teacher."

یہ ممکن ہے کہ تمہارا نبی ہی وہ موعود وہادی ہو جس کی آمد کے ہم منتظر ہیں۔
(الفضل ۱۱؍ دسمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲)

نیر صاحب اپنا فرض ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

مبلغ اسلام چوہدری صاحب کو خدا کے فضل سے مختلف سوسائیٹیوں کی طرف سے (جو ان کے سابقہ تعلقات اور لیکچروں سے متاثر ہیں) تقریریں کرنے کے لئے دعوتیں آ رہی ہیں اور چوہدری صاحب نے اس سلسلہ کو شروع کر دیا ہے آج ۴؍ دسمبر کو خدا کے فضل سے تھیوسوفی ہال ڈابی میں "محاسن اسلام" پر چوہدری صاحب کی تقریر ہے اور کل وہ انشاء اللہ انگلستان کا دورہ کریں گے۔

چوہدری صاحب ایک نو مسلم کی نظر میں

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر تحریر فرماتے ہیں

اخویم بشیر الگزنڈر سہول سولر نو مسلم دوست نے ہسپانوی زبان میں جو حضور کے نام خط لکھا اور اسکا ترجمہ انگریزی میں انہوں نے خود مجھے کرا دیا ہے اس کی اردو حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحضور اقدس امام جماعت احمدیہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

"لنڈن میں برادران نیر و سیال سے ملاقات ہوئی انہوں نے سلسلہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد اور اصولوں کو میرے سامنے بیان کیا اور مجھے بتایا کہ وہ سلسلہ احمدیہ کو جنوبی امریکہ میں بھی پھیلانا چاہتے ہیں۔ میں نے حضرت اقدس نبی احمدؑ کی نسبت جو کچھ سنا اور جو کچھ پڑھا ہے اسکے ساتھ مجھے کلی طور پر اتفاق ہے اور میں اس امر کا خیال کر کے خوش ہوتا ہوں کہ خداتعالیٰ وقت لائیگا جب میں ان لوگوں میں شامل ہو کر جو خدا کی رضا کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں سلسلہ کی کوئی خدمت کر سکوں۔"

مذکورہ بالا نیر و سیال کے ساتھ رابطہ محبت و اخوة میں وابستہ ہو کر میں اب اپنے تئیں جماعت احمدیہ کا ممبر تصور کرتا ہوں اور حضور اقدس کے سامنے کمال ادب کے ساتھ سر اطاعت خم کرتا ہوں اور حضور کے پاک وجود کی حفاظت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

میں ہوں حضور کا خادم

بشیر الگزنڈر سہول سولر

اگر سہول کو سیال اور سولر کا ترجمہ جیسا کہ اخویم بشیر نے بتایا نیر کر لیا جائے تو گویا اس نئے بھائی کے نام میں ہی سیال و نیر موجود ہے۔ الحمد الله علیٰ ذالك
(الفضل ۵؍ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۴)

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر تحریر فرماتے ہیں کہ

"چوہدری صاحب نے ۱۴؍ دسمبر کو تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہدری صاحب نے نہایت عالمانہ طرز پر اور اعلیٰ درجہ کی زبان میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰة کی تشریح کی اور بتایا کہ کس طرح ان کے ذریعے سے انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے اور کہا کہ اسلام میں محض نجات پر ہی اکتفا کرنا نہیں سکھایا گیا بلکہ فلاح کے حصول کا راستہ بھی دکھایا گیا ہے۔ جو عبادت الٰہی کرتا ہے اور ظاہری اشکال اور باطنی تغیر قلبی کو ملاتا ہے اور بہترین زندگی بسر کرتا ہے۔ سچا مسلم اور مفلح ہے۔ غرض قریباً ایک گھنٹہ تک چوہدری صاحب نے نہایت پر معارف تقریر فرمائی جس سے تمام حاضرین محظوظ ہوئے اور سلسلہ سوالات و جوابات ہونے پر حاضرین کے علم میں مزید اضافہ ہوا۔
(الفضل ۱۹؍ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۱)

اپنی اگلی رپورٹ میں نیر صاحب رقمطراز ہیں :-

جلسہ میں مولوی فتح محمدؐ صاحب سیال نے نہایت یقین دلانے والے پر شوکت

یہ ممکن ہے کہ تمہارا نبی ہی وہ موعود وہادی ہو جس کی آمد کے ہم منتظر ہیں۔

(الفضل ۱۱/ دسمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۲)

نیر صاحب اپنا فرض ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

مبلغ اسلام چوہدری صاحب کو خدا کے فضل سے مختلف سوسائیٹیوں کی طرف سے (جو ان کے سابقہ تعلقات اور لیکچروں سے متاثر ہیں) تقریریں کرنے کے لئے دعوتیں آرہی ہیں اور چوہدری صاحب نے اس سلسلہ کو شروع کر دیا ہے آج ۴/ دسمبر کو خدا کے فضل سے تھیوسوفی ہال ڈابی میں "محاسن اسلام" پر چوہدری صاحب کی تقریر ہے اور کل وہ انشاء اللہ انگلستان کا دورہ کریں گے۔

چوہدری صاحب ایک نو مسلم کی نظر میں

مولنا عبدالرحیم صاحب نیر تحریر فرماتے ہیں

اخویم بشیر الگزنڈر سہول سولر نو مسلم دوست نے ہسپانوی زبان میں جو حضور کے نام خط لکھا اور اسکا ترجمہ انگریزی میں انہوں نے خود مجھے کرا دیا ہے اس کی اردو حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحضور اقدس امام جماعت احمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

"لنڈن میں برادران نیر و سیال سے ملاقات ہوئی انہوں نے سلسلہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد اور اصولوں کو میرے سامنے بیان کیا اور مجھے بتایا کہ وہ سلسلہ احمدیہ کو جنوبی امریکہ میں بھی پھیلانا چاہتے ہیں۔ میں نے حضرت اقدس نبی احمدؑ کی نسبت جو کچھ سنا اور جو کچھ پڑھا ہے اسکے ساتھ مجھے کلی طور پر اتفاق ہے اور میں اس امر کا خیال کر کے خوش ہوتا ہوں کہ خداتعالیٰ وقت لائیگا جب میں ان لوگوں میں شامل ہو کر جو خدا کی رضا کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں سلسلہ کی کوئی خدمت کر سکوں۔"

مذکورہ بالا نیر و سیال کے ساتھ رابطہ محبت واخوۃ میں وابستہ ہو کر میں اب اپنے تئیں جماعت احمدیہ کا ممبر تصور کرتا ہوں اور حضور اقدس کے سامنے کمال ادب کے ساتھ سر اطاعت خم کرتا ہوں اور حضور کے پاک وجود کی حفاظت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

میں ہوں حضور کا خادم

بشیر الگزنڈر سہول سولر

اگر سہول کو سیال اور سولر کا ترجمہ جیسا کہ اخویم بشیر نے بتایا نیر کر لیا جائے تو گویا اس نئے بھائی کے نام میں ہی سیال و نیر موجود ہے۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک

(الفضل ۵/ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۴)

مولنا عبدالرحیم صاحب نیر تحریر فرماتے ہیں کہ

"چوہدری صاحب نے ۱۴/ دسمبر کو تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہدری صاحب نے نہایت عالمانہ طرز پر اور اعلیٰ درجہ کی زبان میں نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی تشریح کی اور بتایا کہ کس طرح ان کے ذریعے سے انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے اور کہا کہ اسلام میں محض نجات پر ہی اکتفا کرنا نہیں سکھایا گیا بلکہ فلاح کے حصول کا راستہ بھی دکھایا گیا ہے۔ جو عبادت الٰہی کرتا ہے اور ظاہری اشکال اور باطنی تغیر قلبی کو ملاتا ہے اور بہترین زندگی بسر کرتا ہے۔ سچا مسلم اور مفلح ہے۔ غرض قریباً ایک گھنٹہ تک چوہدری صاحب نے نہایت پر معارف تقریر فرمائی جس سے تمام حاضرین محظوظ ہوئے اور سلسلہ سوالات و جوابات ہونے پر حاضرین کے علم میں مزید اضافہ ہوا۔

(الفضل ۱۹/ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۱)

اپنی اگلی رپورٹ میں نیر صاحب رقمطراز ہیں :-

جلسہ میں مولوی فتح محمدؐ صاحب سیال نے نہایت یقین دلانے والے پر شوکت

الفاظ میں مسلمانوں کی 'نامسلمان' حالت کا نقشہ کھینچا اور افغانوں کے احمدی بزرگوں کو شہید کرنے نیز ترکوں کے غیر اسلامی طریق اختیار کر کے اسلام سے بے گانہ ہونے کی طرف حاضرین کی توجہ منعطف کی اور مسلمانوں کے مسلمان ہونے کی ضرورت کو آشکارا کیا۔

(الفضل ۲۶/ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۹)

انگلستانی بچوں کو قرآنی تعلیم

نیّر صاحب چوہدری صاحب کی "بچوں کے دن" کی مصروفیت کے بارے میں یوں اطلاع دیتے ہیں۔

چوہدری صاحب نے قرآن کریم کی سورۃ نحل سے چند آیات منتخب کیں اور ان کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کر کے ایک ایک آیت ہر بچہ کو حفظ کرنے کے لئے بھیج دی گئی اور لکھ دیا کہ وہ اسے جلسہ میں زبانی سنائیں۔ پروگرام پر عمل ہوا۔ چوہدری صاحب نے بچوں کی تلاوت کردہ آیات کے معانی اور مطالب کو بیان کیا اور قرآن پاک کی سورۃ نحل جو شہد آسمانی مہیا کرتی ہے اس کے مفاد کی طرف توجہ دلائی اور آیات کی تفسیر بیان کی۔

(الفضل ۲/ فروری ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

دورہ سؤتھ سی

نیر صاحب لکھتے ہیں

"جزیرہ برطانیہ کے جنوب میں ایک بندرگاہ سؤتھ سی کے نام سے موسوم ہے اس میں ایک درجن احمدی جماعت کے افراد کی آبادی ہے اور احمدی مبلغین مقامی جماعت احمدیہ کی تربیت و تعلیم و غیر احمدی پبلک کو تبلیغ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً وہاں جاتے رہتے ہیں اس جگہ مولوی فتح محمد صاحب سیال نے سابقہ قیام ولایت کے دوران

لیکچر دیئے تھے اور احمدیت کا بیج بویا تھا اور اللہ کے فضل سے فتح محمدؐ کا بویا ہو بیج اب قاضی و مفتی کی آب پاشی سے ثمر آور درخت ہے۔"

مزید تحریر فرماتے ہیں۔

جماعت احمدیہ سوتھ سی اور تھیو سوفی سوسائٹی سؤتھ سی کی متواتر درخواستوں پر چوہدری صاحب نے سوتھ سی جانے کا عزم کیا اور جانے سے قبل تھیو سوفی سوسائٹی کو اپنے لیکچروں کے مضامین کی فہرست بھیج دی تا کہ وہ ان میں سے کسی مضمون کا تقریر کے لیے انتخاب کرلیں اور جماعت سے ملاقات و پبلک کو تبلیغ ہر دو امور ایک وقت ہو سکیں۔ اس فہرست کے پہنچنے پر تھیو سوفی کے سیکرٹری نے درجن سے زیادہ مضامین سے جس مضمون کو ضرورت زمانہ کے لحاظ سے انگلستان کی زمین پر روحانی پیاسوں کے لئے آب حیات کا کام دینے والا سمجھ کر منتخب کیا وہ **Ahmed and His mission** یعنی احمد اور احمدیہ مشن تھا۔

خلاصہ لیکچر

سوسائٹی کا لیکچر ہال تقریر کے وقت شائق حاضرین سے پر تھا اور ہر مرد و عورت پیغام احمد سننے کے لیے فتح محمد کا منتظر تھا۔ فاضل مقرر نے اپنے مضمون کو نہایت عمدگی سے حاضرین کے ذہن نشین کردیا اور جس امر پر خصوصیت سے زور دیا اس کا اگر اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہو گا۔

"اب منشاء الٰہی ہے کہ مشرق و مغرب کو حضرت احمدؑ کی تعلیم کے ذریعے متحد کیا جائے اور آپ لوگ سن رکھیں کہ انگلینڈ اور روس سب سے پہلے اسلام لائیں گے جس طرح یورپ کی جنگ انگریزوں کی فتح اور زار کی حالت زار کے متعلق پیش گوئیاں پوری ہوئیں ہیں۔ اسی طرح یہ پیش گوئی بھی پوری ہو کر رہے گی۔ بد قسمت دنیا جب

آنے والے واقعات کو قبل از وقت سنتی ہے تو ہنستی ہے اور جب پوری ہو جاتی ہے تو پھر انکار کی وجوہات تلاش کرتی ہے۔"

چوہدری صاحب نے مزید فرمایا۔

"سنو احمدیت تم کو مغلوب کرے گی۔ تمہارے قلوب کی زمین تسخیر ہو جائے گی۔ اور خدا کی باتیں پوری ہو کر رہیں گی۔"

(الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۲۰ء)

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیر رپورٹ بھیجتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ویسٹرن اینڈ ایسٹرن سٹڈیز میں جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ ۲۸ فروری کو حضرت چوہدری صاحب کا لیکچر "محمد ﷺ اور آپ کی تعلیم" پر مقرر تھا۔ وقت مقررہ پر فاضل مقرر لیکچر گاہ میں پہنچ گیا۔ اور مسز ایس ہال سمین نے بہ حیثیت میر مجلس احمدی مبلغ کا تعارف حاضرین سے کروایا اور منجملہ دوسرے تعریفی الفاظ کے یہ بھی کہا۔" ترجمہ یہ ہے۔

"آج کا مقرر ایک قابل سیاح مبلغ اور تجربہ کار لیکچرار ہے نبی عرب کی تعلیم پر تقریر کرنے اور اسلام پر بولنے والا شخص ان سے بہتر ملنا محال ہے میں امید کرتی ہوں کہ آپ لوگ ان کی تقریر سے خوش ہوں گے۔"

چنانچہ چوہدری صاحب کی یہ تقریر ہوئی اور خدا کے فضل سے خوب ہوئی اور بلحاظ زبان اور بلحاظ مضمون اس پایہ کی تھی کہ سخت سے سخت نکتہ چیں بھی میرا ہم آہنگ ہو کر کہتا۔

"آج کی تقریر فصیح مؤثر دلچسپ پر مغز اور مستورات کے سامنے طلاق کثرت ازواج جیسے مسائل کو عمدہ و موزوں مدلل پیرایہ میں بیان کرنے کی خوبی سے آراستہ تھی۔ اور مقرر اس کامیابی پر ہر طرح کی مبارک باد کا مستحق ہے۔"

چنانچہ تقریر کے بعد حاضرین میں سے ہر ایک نے زبان حال و قال سے اس کی تصدیق کی۔

خلاصہ تقریر

قرآن کریم کی تعلیم نے جو رواداری سکھائی اور جس فراخ دلی اور وسعت قلب واخلاق کی تعلیم دی ہے۔ اس کا ذکر کرنے اور یہ بتانے کے بعد کہ محمد رسول اللہ ﷺ سابقہ انبیاء کی تعلیم کے مصدق تھے اور ایک کامل مصلح تھے۔ فاضل مقرر نے حضرت مسیح و موسیٰؑ کے دیئے ہوئے قوانین کا اسلام کے جامع قانون سے مقابلہ کر کے دکھایا اور آیات جزاء سیة سئیة مثلها اور ان الله یامر کم بالعدل ع کی لطیف تشریح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو تمام خوبیوں نیک تحریکات واعمال کا منبع ظاہر کر کے بعض جدید و اعلیٰ خیالات کی وضاحت کی اور اصلیت ظاہر کی۔ اس قدر تقریر کے بعد سامعین کو متوجہ پا کر اور یہ سمجھ کر کہ خواہ کچھ بھی بیان کیا جائے سوالات کثرت ازواج، طلاق اور تلوار پر ہوں گے۔ فاضل لیکچرار نے ان تمام مسائل پر ساکت کرنے والے دلائل دیتے ہوئے خوب روشنی ڈالی اور کہا۔

"مغرب عورت کو صرف بیوی کا درجہ دیتا ہے مگر اسلام جو ہمیشہ اخلاقی تعلیم کو مد نظر رکھتا ہے اسے ماں قرار دے کر ادب و احترام اور عزت کے جذبات کو تحریک میں لاتا ہے۔ مرد تمام خطرات کا نشانہ اور تمام مشکلات کے سامنے پڑا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس کی محدود ہلاکت نسل انسانی کو محفوظ رکھ سکتی ہے مگر بنی آدم کی ماؤں کی ہلاکت بنی آدم کی ہلاکت ہے۔ یہی وجوہات ہیں جو کثرت ازدواج کے جواز پر دال ہے۔ نسل انسان کی تباہی کا ایک ذریعہ زنا ہے۔ اور اس کی سزا اسلام نے قتل رکھی ہے کیونکہ زانی قاتل ہے اور اس کی ہلاکت میں بنی آدم کی حفاظت ہے۔ عورت کی حیثیت قائم رکھنے

سے صعوبتوں اور تکالیف سے بچانے اور انسانی سوسائٹی کے لئے مفید عنصر ہونے کی وجہ سے طلاق میں آسانیاں رکھی ہوئی ہیں۔"

(الفضل ۱۵/اپریل ۱۹۲۰ء صفحہ ۶)

مولنا عبدالرحیم صاحب نیر چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی تبلیغ میں مگن اور ان کی لگن کی تصویر کچھ اس طرح کھینچتے ہیں۔

"مولوی فتح محمد صاحب سیال کا ایک لیکچر سوسائٹی آف فیولوجی میں زراعت پر ہوا۔ اس تقریر سے قبل فاضل مقرر نے بیان کیا کہ۔

مسلمانوں نے ہر ملک میں جاکر مخلوق خدا کی بہتری کے لئے سامان پیدا کئے ہیں۔ ہندوستان میں نہروں وغیرہ کی طرف توجہ کی تھی اور زراعت کو ترقی دینے کے ذرائع پر غور کیا تھا۔ اور یہ اسلام کی تعلیم کا اثر تھا۔

اس کے بعد مقرر نے پنجاب میں زراعت کے مضمون پر نہایت پسندیدہ مضمون پڑھا۔

مزید نیر صاحب فرماتے ہیں۔

مضافات لنڈن میں ایک جگہ پنج نام ہے وہاں عورتوں کی سوسائٹی "کواوپریٹو گنٹ" نام ہے برٹش اینڈ انڈیا سوسائٹی کی سیکرٹری کے توسط سے اس سوسائٹی میں "ہندوستان میں مسلمانوں کا دور" کے مضمون پر لیکچر کا انتظام ہوا اور مولوی فتح محمد صاحب سیال نے نہایت قابلیت سے مضمون بالا پر قریباً ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔"

مسلمانوں میں اصلاح و تحریکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی آمد اور حضور کے پیغام صلح کا ذکر کیا اور پھر "اسلام میں عورت کی حیثیت" کے مضمون پر بھی نہایت عمدہ تقریر فرمائی۔

(الفضل ۲۷ مئی ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

عبدالرحیم صاحب نیر اپنی ہفتہ وار رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں :-

چوہدری صاحب کے تین لیکچر "رچمانڈ ایتھر نگٹن ہال" میں مقرر ہوئے۔ پہلا لیکچر ۳/ مئی کو بڑی شان سے ہوا۔ اس لیکچر کے متعلق جو اس سلسلہ کا پہلا لیکچر تھا رچمانڈ ٹائمز لکھتا ہے۔

اسلام اور سلطنت برطانیہ

مولوی فتح محمد صاحب سیال ایم اے قادیان پنجاب نے اسلام اور سلطنت برطانیہ پر مجوزہ سلسلہ کا پہلا لیکچر ۳/ مئی ۸ بجے شام ایتھر نگٹن ہال میں دیا۔ مقرر نے کہا کہ اسلام کا مطالعہ کرتے وقت جو امر سب سے اوّل طلب حق کی توجہ کا جاذب ہوتا ہے وہ اس مذہب کا تاریخی مذہب ہونا ہے۔ اس نبی کا تاریخی نبی ہونا ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں نہ کوئی دوسرا مذہب اور نہ کوئی دوسرا بانی مذہب اسلام کے قابل عہدہ برا ہو سکتا ہے۔ اس بات سے کہ پیغمبر اسلام نے دنیا میں بطور ایک رسول کے کام کیا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دنیا کو معلوم ہے کہ محمدؐ رسول اللہ کہاں پیدا ہوئے اور کن حالات میں قدرت نے ان سے کام لیا کس طرح ان کی بطور ایک لڑکے ایک نوجوان کے زندگی بسر ہوئی کیسے ان کی شادی ہوئی۔ انہوں نے اپنے پیدائشی قصبہ میں حکومت اور تمدّن میں کیا حصہ لیا۔ ان کو حصول روشنی کے لئے کیا کیا جدوجہد کرنی پڑی اور یہ ایک مضبوط ترقی کی طرف راہ نمائی کرنے والا زندہ مذہب تھا۔ اس لئے یہ مذہب سرعت کے ساتھ اطراف عالم میں پھیل گیا۔ سلطنت برطانیہ میں ایک ملین یعنی دس کروڑ مسلمان ہیں۔ اس لئے اس سلطنت کا امن اور اقبال مسلمانوں اور انگریزوں کے باہمی تعلقات محبت پر منحصر ہے۔ لفظ اسلام کے لفظی معنی اطاعت یا صلح کے ہیں۔ اسلام میں تمام مذاہب کے اصل الاصول اپنی خالص شکل میں پائے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر اسی لیکچروں کے سلسلہ کے بارہ میں اپنی اگلی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"تیسرا لیکچر ۲۰/ مئی کی شام کو حسب اعلان سابقہ مولوی فتح محمد صاحب سیال کا تیسرا لیکچر "سلطنت برطانیہ اور اسلام" پر اتھرنگٹسن ہال رچمانڈ میں ہوا۔"

فاضل مقرر نے حضرت مسیح موعودؑ کی آمد۔ آپ کی امن پسند اور امن پیدا کرنے والی تعلیم اور سلطنت برطانیہ کے لئے آپ کے وجود باجود کا مفید ہونا نہایت صراحت سے بیان کیا اور بتایا کہ "آئندہ دنیا کا امن اس اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے سے قائم رہ سکتا ہے جو مسیح موعودؑ لایا اور جب تک مشرق و مغرب میں قلبی اتحاد نہ ہو امن قائم نہیں ہو سکتا اور یہ اتحاد اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک برطانوی مسیح موعودؑ کی تعلیم کی طرف توجہ کر کے اسلام قبول نہ کریں گے۔"

(الفضل ۲۴/ جون ۱۹۲۰ء صفحہ ۱)

احمدیت اور انگلش پریس

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر اپنی ۱۵/ جون کی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں :-

ولایت کے ایک مشہور رسالہ **British empire Union** "برٹش ایمپائر یونین" نے چوہدری صاحب کا ایک مضمون **The Union of east and West.** "اتحاد مشرق و مغرب" اپنے جون کے شمارہ میں شائع کیا۔ اس مضمون میں چوہدری صاحب نے لکھا ہے کہ۔

"سلطنت برطانیہ اب محض انگریزوں کی حکومت نہیں بلکہ اس میں ہندو مسلمان مصری، حبشی، مغربی، مشرقی سب شامل ہیں اور اس سلطنت کی پالیسی اب ایسی ہونی چاہیے کہ جس سے مشرق و مغرب میں اتحاد ہو۔ اور اس سلطنت کے باشندے یہ

سمجھ لیں کہ سلطنت برطانیہ کے مفاد مشرقی مفاد یا مغربی مفاد نہیں بلکہ برطانوی مفاد و اغراض وہی ہیں جن کا تقاضا انسانیت کرتی ہے۔ سلطنت کے ارباب حل و عقد کا یہ مصالحانہ رویہ سلسلہ عالیہ احمدیہ جیسی پیغام صلح دینے والی تحریکات کو تقویت دے گا۔ اور انگلستان و ہندوستان کے مابین ایک مستقل رابطہ اتحاد قائم کر دے گا۔"

(الفضل ۲۶/ جولائی ۱۹۲۰ء صفحہ ۸)

لنڈن میں عید

احمدی جماعت لنڈن نے ۱۷/ جون کو گیارہ بجے صبح دارالتبلیغ احمدیہ میں نماز عید الفطر ادا کی۔ دارالدعوت کی طرف سے مطبوعہ اطلاع تمام احباب کو ارسال کر دی گئی تھی۔ اس لئے باوجود تعطیل کا دن نہ ہونے کے دوست کام چھوڑ کر نماز کے لیے آئے اور اس موقعہ پر مولوی فتح محمد صاحب سیال نے مناسب و موزوں خطبہ پڑھا۔ اور روزہ کا فلسفہ وعید کی حقیقت بیان کی۔

(نامہ لنڈن ۲۲/ جون ۱۹۲۰ء بحوالہ الفضل ۲۹/ جولائی ۱۹۲۰ء)

"نامہ لنڈن" میں مولانا عبدالرحیم صاحب نیر تحریر فرماتے ہیں۔

مبلغ احمدیت جناب مولوی فتح محمد صاحب سیال ایم اے کی تقریر **Influence of Islam on India.** "اسلام کا ہندوستان پر اثر" کے مضمون پر ویسٹرن اینڈ ایسٹرن لنڈن لیکچر سوسائٹی کے ہال میں ۲۸/ مئی کو پانچ بجے ہوئی۔ میر مجلس جناب "مسز ایس ہال سمین" فاضل مقرر کا تعارف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرایا۔

"Mr. Sayal is a learned preacher and the teacher of the Ahmedia Movement.He is an experienced lecturer,I hope you will enjoy his speech.Mr sayal will,in the course of his lecture, let

you know where Ahmedia movement differs from the Orthodox Muslims of woking."

مسٹر سیال سلسلہ احمدیہ کے ایک عالم مبلغ مدرس ہیں یہ ایک تجربہ کار مقرر ہیں۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ ان کی تقریر سے لطف حاصل کریں گے۔ مسٹر سیال دوران گفتگو آپ کو یہ بھی بتائیں گے کہ سلسلہ احمدیہ کا ووکنگ کے ارتھوڈکس (غیر احمدی) مسلمانوں سے کیا اختلاف ہے۔

تقریر

فاضل مقرر نے اپنی تقریر میں بتایا کہ

"ہندوستان کی مسلمانوں سے اخلاقی، مذہبی اور تمدنی کیا حالت تھی۔ اور اسلام کے اثر سے اس میں کیا تبدیلی ہوئی کس طرح مختلف بد رسومات دور ہوئیں۔ اور ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مرکزی حکومت ہو جانے سے کس طرح مختلف حصص ملک میں باہمی ارتباط واختلاط کا سلسلہ شروع ہوا اور اس سے اردو یا ہندوستانی نام کی زبان پیدا ہوئی۔ پھر اس امر کو واضح کیا گیا کہ اسلام کے اثر نے نانک کبیر، رام موہن رائے اور دیانند کے سے لاالہ الا اللہ کے وعظ کرنے والے ہندو مصلحین پیدا کئے ہیں۔ اور اب آئندہ ہندوستان کے ایک قوم واحد بننے اور ترقی کی شاہراہ پر قدم مارنے کے لیے جو ذریعہ خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہ ایک "**Indian prophet**" یعنی "ہندستانی نبی" کی بعثت ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے "پیغام صلح" میں سے کچھ عبارات پڑھ کر سنائیں۔"

(الفضل ۱۶ راگست ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

احمدیت برٹش پریس میں

کئی ایک رسالوں میں چوہدری صاحب کے مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں برٹش ایمپائر یونین نام رسالہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم متعلق جہاد اور خونی مہدی اور امن پسند مصالحانہ طرز تبلیغ وغیرہ پر لکھا ہوا مضمون فراخ دلی سے شائع کیا ہے۔

(الفضل ۱۶ راگست ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

مبلغ احمدیت فرانس میں

نامہ لنڈن میں عبدالرحیم صاحب نیر لکھتے ہیں۔

چونکہ لنڈن میں احمدیہ مشن قائم کرنے کی غرض محض جزائر برطانیہ کو پیغام حق ہی نہیں بلکہ اس شہر کی مرکزی حیثیت کو مد نظر رکھ کر دارالدعوۃ لنداء دنیا بھر میں جہاں تک ہو سکے پیغام پہنچانا مقصود ہے۔ اسی لئے ضروری سامان مہیا آجانے اور آسمانی سلسلہ کا پیغام پیرس کو پہنچانے کی نیت سے مولوی فتح محمد صاحب سیال ہفتہ گذشتہ میں پیرس تشریف لے گئے اور وہاں باوجود قلیل قیام کے بہت کام کیا۔ جزاھم اللہ۔

دارالسلطنت فرانس میں ان دنوں مختلف ممالک کے مسلمان موجود ہیں اور سیاسی اغراض کے حصول اور حقوق دیے جانے کے لئے جد وجہد کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ خود فرانس کے کئی رشید فرزند اسلام کے دل پسند عام فہم معقول تعلیم کا مطالعہ کر کے مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس لیے احمدی مبلغ کا کام ان تمام لوگوں کی پیاس بجھانا ہے اور اندھیرے کے وقت نور دکھانا ہے۔ اس لئے اسی غرض سے سلسلہ ملاقات شروع کیا گیا۔ اور فرانسیسی، ٹیونس، شامی، عرب، آذر بائی جان، کے مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سب کو مسیح موعودؑ کی آمد کا پیغام پہنچایا گیا۔

جس طرح ووکنگ مشن قائم کیے جانے سے بہت قبل کی کئی انگریز مرد

وعورتیں اسلام قبول کر چکے ہیں اور اب تک انگریز مسلمانوں میں اہل قلم اور خواجہ صاحب کے مشن کا قیمتی پھل وہی شمار ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں عرصہ سے مسلمان ہیں۔ اسی طرح فرانس میں فرانسیسی مسلمانوں کی ایک جماعت ہے۔ اور چوہدری صاحب مکرم نے بہ رفاقت ریونڈ ڈاکٹر عباد اللہ بریڈن احمدی پی۔ایچ۔ڈی جو فرانسیسی زبان جاننے کے باعث ترجمانی کا کام بھی کرتے ہیں۔ چند فرانسیسی مسلمانوں سے ملاقات کی ان میں قابل ذکر موسیو شریف اور موسیو ڈین تھے۔ اول الذکر نے ایک کتاب فرانسیسی زبان مین لکھ کر ثابت کیا ہے۔ کہ نپولین مسلمان تھا۔

مؤخر الذکر نے نبی کریم ﷺ کی سوانح لکھی ہے۔ ان میں ہر دو سعید فرزندانِ فرانس کو سیدنا مسیح موعودؑ کی بعثت اور احمدیت کے اصولوں سے آگاہ کیا۔ مسٹر شریف نے سلسلہ کی سیاسی روش اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد پر عمل پیرا ہو کر مذہب کو سیاسیات پر ترجیح دینے کے اصول کو بہت پسند کیا اور مبلغ احمدیت سے مل کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔

فرانسیسی نو مسلموں کے علاوہ ٹیونس، شام، عرب، اور آذربائی جان کے مسلمانوں سے ملاقات ہوئی ہر ایک ملک کے نمائندوں کو "مسلمانوں کی امید" حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام دیا گیا۔ شامی عربوں میں ایک نوجوان سید زین العابدین کا دوست تھا۔ اور سید صاحب موصوف کی مذہبی زندگی کا مداح تھا۔ سب کو حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر جلسہ اعظم مذاہب کا فرانسیسی ترجمہ نذر کیا گیا۔ اس طرح لنڈن میں رہنے والے احمدی مبلغ نے مسیح محمدی کی بعثت سے دیگر بلاد اسلامیہ کے مسلمانوں کو آگاہ کر کے مسلمان ہونے کی دعوت کا کام پیرس میں جا کر کامیابی سے کر دیا۔ **الحمد للہ علی ذالک**

(الفضل ۳۰/ اگست ۱۹۲۰ء)

چوہدری فتح محمد صاحب سیال ۱۸/ اگست ۱۹۲۰ء کی رپورٹ میں اپنے حالات تحریر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اللہ کے فضل سے اس ہفتہ میں تین خواتین اسلام لائیں۔ تینوں تعلیم یافتہ، سنجیدہ اور صوفی مزاج ہیں۔

آپ کی تقاریر کا اثر

ان میں سے ایک خاتون اپنے خط میں تحریر فرماتی ہیں۔

"میں بچپن سے ہی عیسائی نہیں تھی میرے وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک شخص کی موت سے تمام دنیا کو نجات ہو جائے نیز یہ تعلیم مسیح کے اقوال کے بھی خلاف ہے۔ عیسائیت کے باقی اعتقادات بھی ایسے ہی نا معقول ہیں۔ میرا دل علم و روحانیت کا پیاسہ ہے اور مجھے امید واثق ہے کہ آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ لوگ روحانی امور کو زیادہ واضح کر دیں۔

دوسرے لوگ جو ہائیڈ پارک میں تقریریں کرتے ہیں ان کے پاس روحانی بھوکوں کے لئے کوئی خوارک نہیں آپ سب کو سلام ہو۔"

والسلام

مسز ورنن

لنڈن مشن کا اثر

چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

اس ہفتہ میں ایک کتاب بنام "چین اسلام" مصنف مسٹر بیری پر میری نظر پڑی یہ کتاب سال رواں کے ماہ اپریل میں شائع کی گئی ہے۔ یہ ہو شیار اور باریک بین مصنف

جو دیر تک عرب میں رہا ہے۔ لکھتا ہے۔

عیسائی مشنریوں کو اسلام کے خلاف شکست ہو چکی ہے اور ان کو کبھی کامیابی نہیں ہو گی۔اس لئے وہ کہتا ہے۔

کہ مشنری لوگوں کو چاہیے کہ وہ خواہ مخواہ مسلمانوں کو نہ ستائیں کیونکہ اس سے عیسائیت پر مصیبت آئے گی اور اس ضمن میں ہمارے مشن کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

جب اسلامی مشن لنڈن میں قائم ہو چکے ہیں اور انگریزوں کو مسلمان کر رہے ہیں تو پھر تم لوگ مشرق میں جا کر کیا بنا رہے ہو۔

یہ بھی لکھا ہے کہ "مشنری لوگوں سے چندہ لینے کے لئے مغرب اور خاص کر امریکہ میں اسلام کے متعلق جھوٹ شائع کرتے رہتے ہیں۔"

یہ تو سب خوشی کی باتیں ہیں۔لیکن ان باتوں سے حد سے زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہاں لوگ اللہ تعالیٰ کے نور سے بہت دور ہیں۔ ظلمات بعضھا فوق بعض (سورۃ النور: ۴۰) کا نظارہ اگر کسی صاحب نے دیکھنا ہو تو انگلستان میں آجانا چاہیے ظلمات اور مصائب اس قدر غلبہ کر رہے ہیں کہ سوائے دعا کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس لئے تمام دوستوں سے جو اسلام اور بنی نوع انسان کے خیر خواہ ہیں دعا کے لئے عرض کرتا ہوں۔ یہ قوم بگڑی ہوئی ہے اور یہ ایک شخص کی دعا سے یا دو اشخاص کی دعا سے نہیں بلکہ ایک قوم کی گریہ و زاری کی محتاج ہے۔

(الفضل ۴/اکتوبر ۱۹۲۰ء)

مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہے کہ چوہدری صاحب نئی چھپنے والی کتب کا مطالعہ کرتے اور ان کو زیر غور رکھتے تھے۔

ایسٹ بورن میں تقاریر

مولنا عبدالرحیم صاحب نیر نامہ لنڈن میں تحریر فرماتے ہیں۔

چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے سپر چو ایسٹ سو سائٹی ایسٹ بورن کی درخواست پر ان کے ہال واقعہ ایسٹ بورن میں دو تقاریر "دعا" اور "مسیح کی آمد ثانی" پر کیں۔ یہ انگلستان کی مشہور تفریح گاہ ہے۔ تقریریں خدا کے فضل سے کامیاب رہیں۔

عید مبارک

نماز عید اضحیٰ دارالتبلیغ احمدیہ میں ۲۴/اگست کو بروز منگل مولوی چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی رفاقت میں ادا کی گئی اور نماز کے بعد فلسفہ قربانی اور اس اسلامی عید کی اصل غرض بیان کر کے معزز خطیب نے مغربی احمدیوں کو دینِ حق کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی قربانی کے واسطے تیار ہونے اور تقویٰ طہارت میں ترقی کرنے کی نصیحت فرمائی۔

(الفضل ۲۷/ دسمبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۱، ۲)

چوہدری صاحب ہر اہم کام خود اکیلے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مل جل کر کرتے اور دوسروں کو بھی موقع دیتے تھے۔ تاکہ دوسرا ایک ہی کام کرتے کرتے بوجھ محسوس نہ کرے۔

جیسے کہ اس رپورٹ سے ظاہر ہے کہ آپ نے مولنا عبدالرحیم صاحب نیر کو پورٹ سمتھ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ تبلیغ بھی کریں اور آب و ہوا بھی تبدیل کریں۔

چوہدری صاحب لکھتے ہیں۔

"باہر کے لوگ جو آکر لنڈن میں رہائش پذیر ہوتے ہیں ان کا متواتر شہر میں قیام مضر صحت ہوتا ہے۔ اس لئے پنجاب میں اگرچہ لوگ اس بات پر ہنستے ہیں لیکن

تھوڑے عرصہ کے لئے تبدیلی آب وہوا ضروری ہوتی ہے۔

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں:-

اس ہفتہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا لنڈن کے دو مختلف مقامات میں مَیں نے لیکچر دیئے جو لوگوں نے بڑی توجہ سے سنے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کو ہندوستان سے اب خاص دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔"

(الفضل ۳۰ر ستمبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۲،۱)

گھر پر تقاریر کا سلسلہ

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نامہ لنڈن میں لکھتے ہیں۔

"کہ گھر پر ہفتہ وار اجلاس شروع کر دیئے گئے ہیں۔ پروگرام میں درج ذیل ہر دو عنوانات پر چوہدری صاحب نے تقاریر کیں۔"

۱:- انگلستان میں اسلامی تبلیغی وفد۔

۲:- اسلام اور بولشویزم۔

یہ تقاریر خدا کے فضل سے اچھی ہوئیں اور تبلیغ حق کا فرض احسن طور پر ادا کیا گیا۔

(الفضل ۲۵ر نومبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

نارتھ ہمپٹن میں لیکچر

۱۸ر نومبر ۱۹۲۰ء کے نامہ لنڈن میں عبدالرحیم صاحب نیر رقم طراز ہیں۔

مولوی فتح محمد صاحب سیال کا ایک لیکچر ۹ر نومبر کو لنڈن کے مضافات نارتھ ہمپٹن سیتھ میں "ہندو انگلستان" پر انگریز عورتوں کی ایک انجمن میں ہوا۔ ستر کے قریب عورتیں اور مرد تھے۔

آپ نے لیکچر میں فرمایا۔

سیاسی و تمدنی رنگ میں ہندو انگلستان ایک دوسرے سے برابر کا فائدہ اٹھا رہے

ہیں۔اس لئے ان دونوں ملکوں کا ایک سلطنت کے مسلک میں منسلک ہونا مفید ہے۔اس کے علاوہ دو اور بڑے فائدے ہیں۔ایشیاء کے لوگوں کو صنعت وحرفت کی تعلیم کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ ان لوگوں کو ضرورت ہے کہ انگلستان آکر فنون زراعت طب' انجینئرنگ وغیرہ سیکھیں اور اپنے ملکوں کو مادی رنگ میں ترقی دیں اسی طرح انگلستان کو ضرورت ہے کہ مذہب سیکھے کیونکہ مذہب انگلستان میں ہی نہیں بلکہ تمام مغرب سے مفقود ہوگیا ہے۔ اس لئے اب ان کے لئے نجات اسی بات میں ہے کہ وہ ہند سے مذہب اسلام و حقیقت روحانیت سیکھیں۔ یہ سب آپ لوگوں کے بھلے کے لئے ہے تاکہ دین و دنیا میں فلاح پاؤ۔

(الفضل ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

دعا پر بھروسہ

مکرم چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

اس ہفتہ کی رپورٹ سے پہلے احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں کیوں کہ اوّل تو بار بار مجھے اس قسم کے رویاء ہوتے ہیں کہ حقیقی کامیابی دعا سے ہوگی۔ دوسرے دعا کے بعد جو کامیابی ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہوتا۔ اور انسانی کوششوں سے جو کامیابی ہوتی ہے اسکے اندر نقائص ہوتے ہیں۔

ایک رویا

"میں نے دیکھا ہے کہ میں ایک کمرہ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں اور مشکلات میں گھرا ہوا ہوں جو میرے اردگرد بتوں کی صورت میں ہیں۔ جو ایک قسم کے مصنوعی پتھروں کے بنائے ہوئے ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ میں دیکھ کر گھبرا گیا ہوں اور میں باآواز بلند کہتا ہوں کہ ان مشکلات سے کس طرح نجات حاصل ہو اتنے میں میں نے

دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی گود کے ان مشکلات سے اور کہیں پناہ نہیں۔

اسی رات صبح کے وقت میں نے شیطان کو ایک مضبوط عورت کی شکل میں دیکھا کہ ایک اونچی جگہ پر کھڑی ہے اور اس کے سامنے بہت سے کارندے اور گماشتے کھڑے ہیں اور وہ ان سے سخت خفا ہے اور زور زور سے کہہ رہی ہے کہ "یہ میں کیا احمدیوں کا شور سنتی ہوں؟" ہر طرف سے مجھے یہی آواز آرہی ہے کہ احمدی لوگ ہمارے خلاف کامیاب ہو رہے ہیں "کیا تم لوگ ان کا کوئی انتظام نہیں کر سکتے؟" اس پر شیاطین نے احمدیوں کے خلاف اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ چونکہ احمدی لوگ ہر ایک کام دعا سے کرتے ہیں اس لئے ہم لوگ ان کی کوششوں میں خلل انداز نہیں ہو سکتے میں کیا اور میری خوابیں کیا یہ صرف اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ جماعت کے بزرگوں کو دعا کی تحریک ہو۔ ہم لوگ جو یہاں ہیں فکر کوشش اور دعاؤں میں وقت گزارتے ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم پر بھروسہ ہے تاہم طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ ان ممالک میں اسلام کا پھیلنا صرف دعاؤں پر منحصر ہے۔ خاص مشکلات میں خاص دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔

پھر اپنی وہاں کی کارگزرای کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

اسکے علاوہ لوگوں سے خط وکتابت اور ملاقاتیں کی گئیں بطور نمونہ ایک خط اور ایک ملاقات کا ذکر کرتا ہوں ۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو لنڈن مشن کو فضول قرار دیتے ہیں ایک انگریز نوجوان کے خط کا ترجمہ دیتا ہوں۔ ان کی عمر ۳۰ سال ہے اور مجھ سے گہرا تعلق محبت رکھتے ہیں۔ ممکن ہے میرے ساتھ قادیان بھی تشریف لائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے پیارے بھائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے رخصت ہو کر لنڈن سے اب فرانس کے جنوب میں پہنچ گیا ہوں۔

"میں فرانس میں ہوں یا انگلستان میں یا دنیا کے کسی کونہ میں میں اپنے مسلمان بھائیوں کو جو مجھے لنڈن میں ملے کبھی نہیں بھولوں گا اور خاص کر آپ کو۔ آپ جانتے ہیں مجھے آپ سے ہمیشہ سے محبت تھی لیکن رشتہ اسلامی نے اس محبت کو اور بھی مضبوط کر دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ تمام عمر اکٹھے مل کر گزاریں۔ کیونکہ ہم دو حقیقی بھائیوں کی طرح ہیں اور جو وقت ہم اکٹھے گزارتے ہیں وہ وقت خوشی سے گذرتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میری آئندہ کی زندگی خدمت اسلام میں گزرے۔ میری زندگی کا صرف ایک ہی مدّعا ہے اور یہ کہ اسلام کی شان و شوکت کو دیکھوں ایک ہی عزم ہے کہ اسلام کے لئے قربان ہو جاؤں ایک ہی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے ارادوں کو پورا کرے۔"

انہی ایام میں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک انگریز دوست قریباً ۶ ماہ کی تحقیقات کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان کا نام فاروق رکھا گیاہے او رایک انگریز عورت مسلمان ہوئی ہے جو قریباً ۶ سال سے اسلام کے متعلق تحقیقات کر رہی تھی۔ اس کا نام محمودہ رکھا گیاہے۔ احباب ان دوستوں کے لئے دعا کریں۔

(الفضل ۱۰/مارچ ۱۹۲۱ء صفحہ ۷، ۸)

ایک نئی اسلامی انسٹیٹیوشن کا افتتاح

لنڈن ۷/ فروری کل ایک خوش منظر رسم ادا ہوئی۔ ہندوستانیوں نے جو رنگ برنگ کی پگڑیاں باندھے ہوئے تھے اور لاگوس کے رئیس علوا (رئیس اعظم) نے ریشمی

جے پہنے ہوئے نئی اسلامی انسٹیٹیوشن کا افتتاح کیا جو فی الحال ایک عظیم الشان مکان واقع پٹنی میں قائم کی گئی ہے۔ جہاں ایک البیت تعمیر کی جائے گی۔ اس رسم کی ادائیگی کے وقت قریباً ۵۰ نو مسلم انگریز موجود تھے۔

مولوی فتح محمد صاحب سیال نے کہا کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان احمدیہ اسلامی تحریک امن وامان کے سمجھوتہ کی ایک بہت بڑی امید کی جھلک دیکھی جائیگی۔ جس میں نسل یا قومیت کا کوئی خیال نہ ہوگا۔

(الفضل ۱۴/ فروری ۱۹۲۱ء صفحہ ۲)

۱۰/ مئی ۱۹۲۱ء کی رپورٹ میں چوہدری صاحب فرماتے ہیں :-

عرصہ زیر رپورٹ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور نو مسلم بھائی ہمیں دیا۔ ان کا نام کارنیلس ریردان ہے اور آپ ناروے کے رہنے والے ہیں احباب انکی استقامت کے لئے دعا کریں۔

بنگال کے مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور آجکل لنڈن میں آئے ہوئے ہیں ان کے مکان پر جاکر ان سے ملاقات کی اور حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچایا آپ اس بات کو سن کر بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی سرزمین کو ایک نبی اللہ کی بعثت سے مشرف فرمایا۔

(الفضل ۶/۲/ جون ۱۹۲۱ء صفحہ ۱)

لنڈن میں عید الفطر

چوہدری صاحب ۲/ جون کی رپورٹ میں لکھتے ہیں :-

"عید کے موقع پر پچاس سے کچھ اوپر لوگ تھے جن میں مسلمان، ہندو اور عیسائی دوست بھی شامل تھے۔ بعض ہندو صاحبان نے ہمارے ساتھ نماز بھی پڑھی خطبہ پڑھنے اور دعا کرنے کے بعد حاضرین کا فوٹو لیا گیا اور اس کے بعد ۶۰ اشخاص کو کھانا کھلایا

گیا لنڈن کے بعض اخباروں نے بھی عید کا ذکر کیا ہے۔

احمدیہ مشن کا افتتاح اور پریس میں ذکر

روزنامہ باتصویر اخبار گیر بھک ۷/ فروری کے پرچہ میں بعنوان "لنڈن کے مفصلات میں اسلام" لکھتا ہے۔

"کل بروز اتوار ایک نئے اسلامی مشن کے افتتاحی جلسہ پر افریقہ اور ہندوستان کے لوگ اپنے زرق برق لباس میں موجود تھے ان کے علاوہ ۵۰، ۶۰ کے درمیان انگریز مرد عورت بھی موجود تھے۔ لنڈن کی جماعت احمدیہ نے ایک مکان اور وسیع جگہ تبلیغ اسلام کیلئے خریدے ہیں۔ اور ان کا ارادہ ہے کہ جلد یہاں ایک اسلامی معبد کھڑا کریں۔ جس پر اسلامی طرز پر نمازیں پڑھیں گے۔ اسلام کے مشہور پیرولوگ جو اس ملک میں موجود ہیں ان میں ایک لارڈ ڈیڈلے بھی ہیں۔

کل کی تقریر کرنے والوں میں سے مولوی فتح محمد صاحب سیال نے کہا کہ احمدیہ جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کے ذریعہ سے ہندوستان اور انگلستان میں اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔

اسی طرح "مارننگ پوسٹ" نے طویل خبر شائع کرنے کے بعد لکھا

"مولوی فتح محمد صاحب سیال نے کہا وہ اس لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو اسلام اور احمدیہ اسلام کی طرف بلائیں ان کا ایمان ہے کہ اسلام تمام مذہبوں کا عین ہے اور احمدیت اسلام کا عین ہے۔

(الفضل ۲۸/ مارچ ۱۹۲۱ء صفحہ ۷)

لنڈن میں ترکی سفیر کے صاحبزادہ سے ملاقات

مولوی فتح محمد صاحب سیال اپنے دو جون کی رپورٹ میں مزید تحریر فرماتے ہیں۔

"۴ بجے کے قریب یمنی بے، ترکی سفیر لنڈن کے فرزند ارجمند مع پروفیسر

لیوآن اور میڈیم لیوآن تشریف لائے اور دیر تک مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اسلام کے مستقبل پر گفتگو ہوتی رہی۔ گفتگو میں یمنی بے صاحب نے کہا کہ ہم لوگ جو ابھی تک مرزا غلام احمد صاحبؑ کو نہیں مانتے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ابھی تک علم نہیں والا تمام مسلمان مہدی کا انتظار کر رہے ہیں اور اگر مہدی واقعی غلام احمد صاحب قادیانی ہیں تو کسی مسلمان کو ان کے ماننے میں عذر نہیں ہونا چاہیے۔"

میں نے رخصت ہوتے وقت چند کتابیں پیش کیں جو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیں اور کہا میں ان کو خود بھی پڑھوں گا اور اپنے بڑے بھائی کو بھی پڑھنے کے لئے دوں گا۔

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں :۔

"مشرقی لنڈن میں ایک جگہ "ویلکم مشن ہال" میرا ایک لیکچر ہوا۔ مضمون کا عنوان "اسلام صلح و سلامتی کا مذہب ہے" اس مضمون پر ایک گھنٹہ تک تقریر کی اور احمدیہ لٹریچر حاضرین میں تقسیم بھی کیا گیا۔"

آپ مزید فرماتے ہیں :۔

"یہاں ایک نرس ہے جسے کئی دفعہ ہمارے مکان پر آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس سے اسلام پر گفتگو ہوتی رہی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نے قبول اسلام کا اظہار کر دیا ہے۔"

(الفضل ۸ر جولائی ۱۹۲۱ء صفحہ ۱،۲)

اپنی اگلی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس عرصہ میں دو نئے احمدی جماعت میں داخل ہوئے جن میں عبداللہ بن یامین ایک یہودی الاصل صاحب ہندوستان اور مصر میں چونکہ دیر تک رہ چکے ہیں اس لئے اسلامی حالات سے کسی قدر واقف ہیں۔ احمدی مبلغین کے لیکچروں سے متاثر ہو کر

انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا ہے۔

دوسرے صاحب ڈاکٹر یوسف سلیمان ہیں جن کا مدت سے احمدی مبلغین کے ساتھ تعلق تھا۔ لیکن مئی میں باقاعدہ احمدی جماعت میں داخل ہوئے ہیں ماہِ جولائی میں انکا آخری امتحان ہے احباب انکی کامیابی کیلئے دعا کریں۔

لنڈن سے واپسی پر حج بیت اللہ

چوہدری صاحب تین سال کا لمبا عرصہ تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اس بار آپ نے بیت الفضل کی زمین بھی خریدی جس کا تفصیلاً ذکر باب نمبر ۶ میں ہے۔ جب آپ اس مہم سے واپس تشریف لائے تو آتی دفعہ بیت اللہ کا حج بھی کر کے آئے اور یوں یہ آپ کی بیرون ملک کی مہم اختتام کو پہنچی۔ دیار حبیب میں ورود کی روئیداد الفضل میں ان الفاظ میں چھپی۔

"جناب چوہدری فتح محمدؓ صاحب سیالؓ کے بمبئی پہنچنے کی خبر دو تین روز ہوئے پہنچ چکی تھی۔ کہ ۱۶ر ستمبر اچانک ان کے بٹالہ پہنچنے کی خبر ملی۔ بعد نماز عصر حضرت مولوی شیر علی صاحب امیر جماعت قادیان اور مولانا مولوی سرور شاہ صاحب امام الصلوٰۃ مع ایک کافی مجمع کے قصبہ سے باہر جناب چوہدری صاحب کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے اور قادیان سے قریباً دو میل کے فاصلے پر ملاقات ہوئی۔"

(الفضل ۱۹ر ستمبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۱)

باب نمبر 3

مجلس عرفان
حضرت المصلح الموعود

تعارف مجلس عرفان

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی بیت المبارک میں مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک تشریف فرما ہوتے اور احباب سے مختلف موضوعات پر ہلکی پھلکی باتیں کرتے اور اکثر مزاح کی باتیں بھی کرتے اور لطائف بھی بیان فرماتے اور ساتھ ہی دینی معارف بھی بیان فرماتے چلے جاتے۔اس مجلس کو مجلسِ عرفان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔حضرت چوہدری صاحب اس مجلس میں باقاعدگی سے شامل ہوا کرتے تھے۔

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب حضور خلیفۃ المسیح الثانی کے بچپن کے ساتھی تھے۔حضور جب خلیفہ منتخب ہو گئے تب بھی حضور چوہدری صاحب سے اور چوہدری صاحب حضور سے بہت بے تکلف تھے۔ہر قسم کی بات بلا تردد پوچھ لیا کرتے تھے۔اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی چوہدری صاحب سے وقتاً فوقتاً مختلف امور کے بارے میں دریافت فرماتے رہتے تھے جیسا کہ مجلس عرفان (حضرت مصلح موعود) سے ظاہر ہے۔الفضل میں شائع شدہ مجلس عرفان کی ڈائری سے بھی حضور کے چوہدری صاحب سے لگاؤ اور بے تکلفی کی جھلک ملتی ہے ذیل میں اس ڈائری سے چند اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

چوہدری صاحب کی طرف سے مزاج پرسی

"جناب چوہدری فتح محمد صاحب کے دریافت کرنے پر کیفیت مزاج بتاتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ عموماً مجھے خود بخار کا احساس نہیں ہوتا البتہ مقیاس الحرارت کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کا ہاتھ لگے تب معلوم ہوتا ہے کہ میرا جسم گرم ہے۔"

(مجلس عرفان ۶ر اکتوبر ۱۹۲۱ء بحوالہ الفضل ۱۳ر اکتوبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۱)

مردہ کا حج

حضور نے فرمایا میں نے دیکھا کچھ ہندوستانیوں نے ایک چارپائی اٹھائی ہوئی ہے اور طواف کروایا جارہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے ایک شخص کہنے لگا۔ ایک آدمی جو حج کے لئے آیا تھا۔ مر گیا ہے اب اس کا "طواف وداع کرایا جارہا ہے"۔ چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ میں نے بھی اس دفعہ بہت سی چارپائیاں دیکھی تھیں۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ بیمار لوگ ہیں۔

ایک ہندو کا خط

"حضور نے جناب چوہدری صاحب کو ایک مدراسی ہندو کے انگریزی خط کا جواب دینے کے لئے دیا۔ جس نے لکھا تھا کہ اسے آنحضرت ﷺ سے بہت محبت تھی۔ مگر ایک مجلس میں ایک بحث سن کر دل میں پہلے روح کے متعلق پھر خدا کے بارے میں شکوک پیدا ہوئے اور پھر آنحضرت ﷺ کی محبت بھی کم ہو گئی اس لئے وہ عجیب تذبذب کی حالت میں ہے۔ اس کے متعلق اس کی تشفی کی جائے۔"

ایک انگریز فلسفی

چوہدری صاحب نے موجودہ زمانہ کے ایک انگریز فلسفی کے متعلق عرض کیا کہ اس نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ بحیثیت مذہب عیسائیت سے ہی نہیں کئی مذہبوں سے اسلام اچھا ہے۔ مگر مسیحؑ کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کی ذات پر معترض ہے۔

رسول کریمؐ کی حیات طیبہ

حضور نے چوہدری صاحب کی مندرجہ بالا بات پر فرمایا:-

"میں نے بارہا پہلے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک لائف اس غرض کو مد نظر رکھ کر لکھی جائے جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے۔"

آج تک جو سوانح لکھی گئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں یا تو دشمنوں نے لکھی ہیں یا سوانح نگاروں نے صرف سوانح کو جمع کر دیا ہے یا وہ لوگ ہیں جو یورپ کے معترضین کے اعتراضوں کو سامنے رکھ کر لکھتے ہیں۔ اس طبقے کی نظر بھی محدود ہوتی ہے چاہیے یہ کہ پہلے ایک زبردست تمہید میں آنحضرت کا دعویٰ بتایا جائے اور وہ باتیں بتائی جائیں جو اس دعویٰ کے مدعی میں ہونی چاہئیں پھر ایک ایک کر کے وہ آپ کے وجود میں دکھائی جائیں۔ یہ غلط طریق ہے کہ ثابت کر دیا جائے کہ آنحضرت ﷺ اچھے بادشاہ تھے یا اچھے مدبّر تھے کیونکہ اصل کام ان کا بادشاہت وغیرہ نہ تھا۔ اگر اصل حالات کے مطابق آنحضرتؐ کی سوانح عمری لکھی جائے تو امید ہے کہ اچھا اثر پیدا کر سکتی ہے۔

شریف مکہ کو گورنمنٹ کچھ نہ دے گی

چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ میں نے پائیونر (Pioneer) میں پڑھا ہے کہ سعودی گورنمنٹ نے اعلان کر دیا ہے کہ ہم شریف مکہ کو کچھ نہ دیں گے۔

حضور نے فرمایا الحمد للہ اسکی ہم نے پہلے ہی تحریک کی تھی کہ اس طرح عرب کو اپنے ماتحت کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

(مجلس عرفان ۲۴/اکتوبر ۱۹۲۱ء بحوالہ الفضل ۷/نومبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۵)

علماء یورپ کی خوش فہمی

جناب چوہدری صاحب کو متبسم ہو کر مخاطب کر کے حضور نے فرمایا آج تار چھپا ہے کہ انسان اور بندر کے میسنگ لنک (Missing Link) کی ہڈیاں روڈیشیا (علاقہ افریقہ) میں مل گئی ہیں۔ فرمایا بہت خوشی منائی جا رہی ہے اور جابجا اس کے نظارے دکھائے جارہے ہیں۔

حضور نے مزید فرمایا معلوم نہیں اس سوال کا یہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں کہ مانا کہ ہزاروں لاکھوں سال کے تغیر کے بعد بندر سے انسان بن جاتے ہیں مگر کیا وجہ ہے

کہ جب کہ بندر بھی موجود ہیں اور انسان بھی موجود ہیں تو یہ درمیانی نسل کہاں گم ہوگئی۔اگر واقعی بندر سے ترقی کر کے انسان بنتے ہیں تو اب وہ مسنگ لنک (Missing Link) بھی گم نہیں ہونی چاہیے تھی۔اور اب بھی بندروں سے انسان بننے چاہئیں۔ توالد وتناسل کے سلسلہ کی ہی ضرورت نہ تھی۔ اسی طریقے سے انسان بنائے جاتے نیز ہنس کر فرمایاکہ جرمنی کے لوگ جو افزائش نسل کے لئے انعام مقرر کر رہے ہیں۔کارخانے کھول دیتے اور ہر سال اس مخلوق سے آدمی بنا بنا کردنیا کے سامنے پیش کر دیتے۔

(مجلس عرفان ۲۶/نومبر ۱۹۲۱ء بحوالہ الفضل ۱۹/جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۸)

رسالہ تحفہ پرنس آف ویلز کا مسودہ

۲۱/جنوری کی صبح کو جب کہ بیت المبارک میں نماز پڑھنے کے لئے باہر کے محلوں کے بھی احباب آئے ہوئے تھے۔حضور نے اس وقت اپنی تازہ تصنیف "تحفہ شہزادہ آف ویلز" کا مسودہ سنانا تھا۔ اس لئے بہت سے احباب نے چھت پر بھی نماز پڑھی۔نماز کے بعد بیت کے اندر سب احباب جمع ہو گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ احباب حلقہ وسیع کر لیں اور جن احباب نے مشورہ دینا ہے وہ آگے آجائیں۔اس کے بعد مندرجہ ذیل احباب کو آگے طلب فرمایا مولوی سید سرور شاہ صاحب، حافظ روشن علی صاحب، مولوی شیر علی صاحب، میاں بشیر احمد صاحب، شیخ عبدالرحمان صاحب مصری، مولوی محمد اسماعیل صاحب، میر محمد اسحاق صاحب، مولوی فضل دین صاحب، قاضی امیر حسین صاحب اور پھر فرمایا۔

"ولایت میں تبلیغ کرنے والے بھی آگے آجائیں کیونکہ وہ ان کے مذاق کو سمجھتے ہیں۔ اس پر چوہدری فتح محمد صاحب اور قاضی عبداللہ صاحب بھی اس حلقہ میں آگئے۔"

(مجلس عرفان ۲۱/جنوری ۱۹۲۲ء بحوالہ الفضل ۲۰/مارچ ۱۹۲۲ء صفحہ ۶)

ولایت میں خواجہ صاحب کا افتراء

پچھلے دنوں ولایت میں ایک لطیفہ ہوا خواجہ کمال الدین صاحب مولوی مبارک علی صاحب سے ملنے گئے اور خیال کیا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت کے آدمی نہیں اور ساتھ ہی قادیان میں بھی زیادہ عرصہ نہیں رہے اس لئے اثر میں آجائیں گے ان سے کہا کہ یہ اختلاف تو ذاتیات کی وجہ سے ہے انہوں نے کہاہاں مجھے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے سمجھا میری بات کا اثر ہو گیا ہے اس کے بعد انہوں نے دوسرا قدم اٹھایا۔ اور پھر خواجہ صاحب نے کہا تم باہر کے لوگ کیا جانتے ہو یہ البیت لنڈن میاں صاحب نے اپنے نام خریدی ہے تھوڑے عرصے تک تو البیت رہے گی پھر ان کی ذاتی جائیداد ہو جائے گی البیت کا روپیہ ان کے پاس ہے مولوی مبارک علی صاحب نے کہا اسی لئے تو میں نے کہا ہے کہ یہ جھگڑا ذاتیات کا ہے اور آپ لوگ غلط ذاتی الزام لگاتے ہیں یہی جو آپ نے البیت کے متعلق کہا ہے اس کی نسبت سن لیجئے یہ خلیفہ ثانی کے نام پر نہیں خریدی گئی چوہدری فتح محمد صاحب کے نام پر خریدی گئی ہے جو اس وقت مبلغ تھے اور خرید کے کاغذ میرے پاس ہیں اور روپیہ بھی ولایت میں جمع ہے۔ اس صورت میں آپ کی بات کو کس طرح درست مان لوں۔ اس پر خواجہ صاحب کو اپنی لاعلمی اور غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔

(مجلس عرفان ۱۵/مئی ۱۹۲۲ء بحوالہ الفضل ۱۲/جون ۱۹۲۲ء صفحہ ۸)

عیب کو ثواب بنانے والے

ایک شخص کے متعلق چوہدری صاحب نے بیان کیا کہ جب ولایت میں وہ مبلغ بن کر گیا تھا۔ تو میں اس سے ملا وہ ناچنے وغیرہ سے بہت دلچسپی کا اظہار کرتا اور اپنے لئے اس قسم کی باتوں کو یہ کہہ کر جائز قرار دیتا ہے کہ میں صوفی ہوں اور صوفیوں کے

لئیے سب کچھ جائز ہے۔اس پر حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے فرمایا۔

”ایسے لوگ عیب کر کے مختلف ناموں کے نیچے چھپ جانا چاہتے ہیں لیکن اس طرح وہ عیب ثواب نہیں بن جاتا اگر کوئی چور چوری کر کے کہے کہ میں اس فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں جس کا پیشہ ہی چوری ہے تو اس کا جرم کم نہیں ہو جائے گا۔“

ہندوستان کی افسوسناک حالت

حج کے متعلق ذکر پر چوہدری فتح محمد صاحب نے بیان کیا کہ جہاز کے ملازمین وغیرہ ہندوستانیوں کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک کرتے ہیں کہ گویا انہیں انسان ہی نہیں سمجھتے بلکہ بھیڑ بکریاں سمجھتے ہیں کیونکہ ان کو تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں۔اور گالی گلوچ بھی بہت کرتے ہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے فرمایا۔

”میرے نزدیک تو ہندوستانی اپنے ساتھ جو آپ سلوک کرتے ہیں ملازمین جہاز کا سلوک اس سے زیادہ وحشیانہ نہیں ہوگا۔ اور بھیڑ بکریوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے اس کے مقابلہ میں بہت نرم ہوتا ہے جس سال میں حج کو گیا اس دفعہ میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ جس سے مجھے بہت ہی حیرت ہوئی جب ہم جہاز پر سوار ہونے لگے تو ہمارے پیچھے پیچھے ایک شخص بڑا بھاری بستر اٹھا کر آرہا تھا۔ ملازمین جہاز نے اسے روک لیا کہ بستر کھول کر دکھاؤ اس میں کیا ہے وہ کھولنے سے اس بنا پر انکار کر رہا تھا کہ میری چیزیں خراب ہو جائیں گی لیکن جہاز والوں نے سخت اصرار کیا جب بستر کھولا گیا تو اس کے اندر ایک آدمی نکل آیا۔اس طریق سے بستر بند ہونا بھیڑ تو ہر گز پسند نہ کرے گی اور اگر زبردستی بند بھی کر دی جائے تو اس قدر شور مچائے گی کہ آخر اسے نکالنا ہی پڑے گا مگر وہ آدمی چپ چاپ بستر میں پڑا تھا۔اور بستر اس طرح بند تھا کہ کسی طرف سے ہوا نہیں لگ رہی تھی اس نظارہ کو دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا مگر وہ ایسا بے

شرم انسان تھا۔ کہ لوگوں کے سامنے بستر سے نکل کر جب کھڑا ہوا تو ہنسنے لگ گیا۔ اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہ حج کر کے واپس آرہا تھا۔ اور جب وہ اپنے آپ کو حج کر لینے کی وجہ سے گناہوں سے بالکل پاک وصاف سمجھتا تھا اب بتائیے جو لوگ خود اپنے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں انہیں اگر جہاز والے تنگ کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں تو کیا سختی کرتے ہیں۔“

(مجلس عرفان ۱۴رجون ۱۹۲۲ء بحوالہ الفضل ۳۱رجولائی ۱۹۲۲ء صفحہ ۶،۵)

حضور کا ۲۱ گھنٹے روزانہ کام

کچھ ککروں کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ حضور نے فرمایا۔ مفتی محمد صادق صاحب نے ایک نسخہ بھیجا تھا۔ اسکے استعمال سے مجھے فائدہ ہوا ہے۔ اور اس گرمی کے موسم میں ۲۱-۲۲ گھنٹے تک میں نے پڑھنے لکھنے کا کام کیا ہے۔ مگر کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اسی سلسلہ میں چوہدری صاحب کی آنکھوں کا ذکر آگیا انہوں نے کہا ولایت میں جا کر میری انکھیں زیادہ خراب ہوگئیں تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا چوہدری صاحب کے ککرے تو بہت ہی سخت قسم کے ہیں۔

دعا سے آنکھوں کی شفایابی

حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے فرمایا

”دعا کے اوقات ہوتے ہیں۔ جب چوہدری صاحب ولایت سے آئے تو ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے انکی آنکھوں کو دیکھا اور مجھ کو بتایا کہ چوہدری صاحب کی ایک آنکھ (بائیں) کا بچنا تو تقریباً ناممکن ہے۔ اور دوسری بھی بہت خراب ہورہی ہے مجھے اس سے قلق پیدا ہوا کہ چوہدری صاحب کام کے آدمی ہیں مگر انکی آنکھوں کے متعلق ڈاکٹر صاحب ایسا خیال کرتے ہیں میں نے دعا کی تو رات کو خواب میں ایک آدمی نے کہا کہ

انکی آنکھ تو اچھی ہے۔ صبح کو میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ خواب بتایا اور انہوں نے پھر آنکھ کو دیکھا اور کہا کہ اب مرض کا ایک بٹا تین (1/3) حصہ باقی رہ گیا ہے۔

چوہدری صاحب نے عرض کیا۔اس وقت میری آنکھ میں چنے کے برابر زخم ہو گیا تھا اور چھ انچ کے فاصلے تک (ہاتھ کو آنکھ کے سامنے کر کے عرض کیا) یہاں سے ہاتھ نظر نہیں آتا تھا۔ بلکہ پانی سا سامنے نظر آتا تھا۔ اور اس سے پہلے یہ حالت تھی کہ ہر ایک دوائی مضر پڑتی تھی۔ پھر ہر ایک دوائی مفید ہونے لگی۔ اب میری طرف سے ہی سستی ہے کہ دوائی کا استعمال نہیں کرتا۔ اس آنکھ کی نظر دوسری سے تیز ہو گئی ہے۔

حضور نے فرمایا چوہدری صاحب کی آنکھوں اور مطلوب خاں کے متعلق اسی طرح ہوا۔ چوہدری صاحب کی آنکھوں کیلئے دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت بتادیا۔اور ان کی انکھیں اچھی ہوگئیں اور مطلوب خاں کی موت کی خبر سرکاری طور پر آگئی ہے اور ساتھیوں کے خطوط بھی آئے ہیں۔

(مجلس عرفان ۱۰ر ستمبر ۱۹۲۲ء بحوالہ الفضل ۹ر اکتوبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۵)

(اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب خاں کی موت کے بارے میں حضور نے پہلے احباب کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ مر جائے گا۔ جو بعد میں مر گیا۔ناقل)

ہندوستانی طلباء کا مطمع نظر

چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ ہندوستانی طلباء تو فلاسفی وغیرہ پڑھتے ہیں۔

حضور نے فرمایا "چونکہ اس سے بڑی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں اس سے وہ ان علوم کو پڑھتے ہیں۔ ہندوستانیوں کی غرض تو پڑھنے سے ملازمت ہوتی ہے۔ علوم کیلئے کم پڑھتے ہیں ان کے سامنے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کھائیں گے کہاں سے۔

(مجلس عرفان ۱۸ر ستمبر ۱۹۲۲ء بحوالہ الفضل ۲۳ر اکتوبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۶)

تبلیغ دین میں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں

جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے نے اس اشتہار کا مضمون پیش کیا جو بٹالہ کے غیر احمدی لوگوں کی انجمن "شباب المسلمین" کی دعوت کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ اور اسکے متعلق دریافت کیا کہ یہ کس کی طرف سے شائع ہو۔ آیا قادیان کی لوکل انجمن کی طرف سے یا ناظر تالیف واشاعت کی طرف سے حضور نے فرمایا۔

"تبلیغ میں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں ہوتا۔ اگر ایک چوڑھا بھی جو بہت بُری حالت میں ہو ہم سے کچھ سمجھنا چاہے تو ہم اسکو سمجھا دیں گے۔ اور یہ جو ہم غیر احمدیوں کو ان کے اس مطالبہ پر کہ جماعت احمدیہ کا امام خود بحث کیلئے آئے کہا کرتے ہیں۔ اپنے خلیفہ کو بلاؤ۔ یہ اس لیے کہ لوگ سمجھ نہیں سکتے کہ بحث ومباحثہ میں پڑنے سے ہمارے کاموں میں کس قدر رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں ورنہ چھوٹے بڑے کا سوال نہیں۔

ترکوں میں تبلیغ

چوہدری صاحب نے ایک ذکر کے دوران میں عرض کیا کہ ترکوں وغیرہ میں تبلیغ کرنا مشکل نہیں کیونکہ جن ترکوں سے ملاقات ہوئی عموماً ان میں تعصب کم پایا گیا ہے۔

حضور نے فرمایا

"تبلیغ کہیں بھی مشکل نہیں بجز ہندوستان کے۔ ہندوستانیوں میں یہ وہم ہے کہ ہم ہر بات سے واقف ہیں۔ اور یہی وہم رکاوٹ کا باعث ہے اسی ذکر میں چوہدری صاحب نے ایک مشہور اور عالم ترک کا ذکر کیا جو ایک خاص فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اس سے جب گفتگو ہوئی تو اس نے کہا ہم اولیاء اور مجددین امت محمدیہ کو انبیاء بنی اسرائیل

سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ مجھے دریافت کرنے کا خیال نہ آیا کہ کیا سب ترکوں کا خیال یہی ہے یا اسی فرقے کا جس سے وہ تعلق رکھتا ہے اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ باقی تینوں خلفاء سے افضل تھے۔

حضور نے فرمایا

"شیعوں کا تو یہ بھی اعتقاد ہے کہ آئمہ انبیاء سے افضل تھے۔ وہ انکو بھی براہ راست خدا سے کلام کرنے والا مانتے ہیں اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ نبوت سے امامت کا درجہ اعلیٰ ہے۔"

(مجلس عرفان ۲/اکتوبر ۱۹۲۲ء بحوالہ الفضل ۲۳/اکتوبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۵،۶)

درس قرآن کے بعد دعا

جناب چوہدری صاحب نے ایک مقام کے متعلق عرض کیا کہ وہاں سے خط آیا ہے کہ درس قرآن کے بعد (جس کا سلسلہ اب شروع ہوا ہے) جب دعا کی جاتی ہے تو بعض دعا کرتے ہیں اور بعض معترض ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں۔

حضور نے فرمایا

" کہ ہر روز درس کے بعد دعا کرنا یہ کوئی مسنون طریق نہیں ہے۔ ہاں اگر قرآن کریم ختم ہو یا کوئی خصوصیت ہو یا کوئی خاص موقع اور ضرورت ہو تو دعا کرنا جائز ہے۔"

(مجلس عرفان ۴/اکتوبر بحوالہ الفضل ۲۳/اکتوبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۵،۶)

ولایتی گائیں

گائیوں کے ذکر میں چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ ولایت میں جو گائیں ذبح ہوتی ہیں وہ اور ہوتی ہیں اور جو دودھ دیتی ہیں وہ اور۔ ذبح ہونے والی قسم کا جسم خوراک سے بڑھتا ہے دودھ نہیں بڑھتا اور دودھ دینے والی قسم کا دودھ بڑھتا ہے جسم تیار نہیں

ہوتا۔

حضور نے فرمایا:-

"ہندوستان میں جو ناقص گائیں ہوتی ہیں وہ ذبح کی جاتی ہیں"

یہودی گوشت فروش

چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ

"ولایت میں یہودی گوشت فروخت کرتے ہیں انکا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے ناقص نہیں ہوتا"

حضور نے فرمایا:-

"کہ یہود کے طالمود میں یہ قانون (**Law**) ہے کہ اگر چنے کے برابر پہلی دفعہ چربی نکلے تو اس کو بڑا جرمانہ ہونا چاہیے اور اگر دوسری دفعہ نکلے تو اس کیلئے یہودی سلطنت میں سزائے موت مقرر ہے۔"

خالص دودھ

ولایت میں شیر فروشوں کے ذکر میں چوہدری صاحب نے کہا کہ "ایسا اعلیٰ درجہ کا دودھ ہوتا ہے کہ یہاں وہ میسر نہیں ہوتا۔ برتن صاف دودھ خالص اور ہر شخص وہاں دودھ بیچ نہیں سکتا بلکہ وہی بیچ سکتا ہے جو زمیندار ہے۔"

حضور نے فرمایا:-

"اس پر بھی وہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہماری غذا اچھی نہیں"

(مجلس عرفان ۲۹/اکتوبر بحوالہ الفضل ۹/مارچ ۱۹۲۲ء صفحہ ۵)
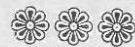
باب نمبر 4

کارزار شدھی

سن ۲۳-۱۹۲۲ء کی بات ہے کہ دشمن اسلام نے اسلام کے خلاف ایک زبردست سازش کی اور ایک بہت بڑی قوم کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت سی چالیں چلیں۔ لیکن دشمن اسلام کو منہ کی کھانی پڑی۔ یہ شدھی کی تحریک تھی۔ شدھی کی تحریک کیا تھی۔ اس کا کیا مقصد تھا۔ اس میں کون لوگ شامل تھے۔ اور کن لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا اور بلآخر کیا انجام ہوا۔ ان تمام سوالات کے جوابات آئندہ صفحات میں دیئے جائیں گے۔

سب سے پہلے ان مسلمانوں کے کچھ حالات بیاں کئے جاتے ہیں جن کو شدھ کرنے کی تحریک چلائی گئی۔ ذیل میں ان کے اقتصادی، علمی، معاشی اور دینی حالات کے بارے میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

راجپوت قوم کے مسلمان پنجاب اور راجپوتانہ کے تقریباً ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن جن کا ذکر ان میں سے یہاں مقصود ہے ان کا تعلق شمالی ہندوستان کے ذیل کے اضلاع سے ہے۔

آگرہ، متھرا، بھرت پور، مین پوری فرح آباد، ایٹہ، اٹارہ بہر دوئی، بدایوں۔ ان کی کل آبادی 2 (دو) لاکھ کے قریب ہے۔

یہاں کے لوگوں کو ملکانہ بھیا کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ ملک یعنی بادشاہ سے نکلا ہے۔ پنجاب میں بعض راجپوتوں کو ملک کہا جاتا ہے چونکہ یہ لوگ بادشاہوں کے زمانے میں مسلمان ہوئے اس لئے "ملکانہ" کہلائے اور اس لئے بھی

کہ ان کے مورث اعلیٰ کو 'بھائے سلطان' کا خطاب ملا تھا۔ جبکہ اصل نام پال خاں تھا۔

دینی و دنیاوی زندگی

چونکہ پہلے یہ ہندو تھے اور جب مسلمان ہوئے تو بھی ہندوؤں ہی میں گھرے رہے۔ ہندوؤں سے لین دین اور میل جول تھا۔ اسلام کو بھول کر ہندووانہ رسم ورواج میں پڑ گئے تھے۔ اس لئے ان کی دینی اور دنیاوی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔ یہاں تک کہ اگر یہ لوگ ایک طرف عید کی خوشی مناتے تو دوسری طرف رام لیلا دیوالی میں بھی شامل ہوتے اگر اللہ کا نام لیتے تو دیوی ہنومان کی پوجا بھی کر لیتے تھے۔ اگر قاضی کو نکاح پر بلاتے تو پنڈت کو بھی مدعو کرتے۔ سروں پر چوٹیاں رکھنا۔ نام ہندووانہ رکھنا۔ مثلاً گوپی لکھمی' ٹیکا رام اور آگے خان لگا دینا رواج کیا عادت بن چکی تھی۔

اور چھوت چھات میں مبتلا تھے۔ السلام علیکم کی بجائے رام رام کہہ لیتے تھے۔ ایسے حالات میں مخالفین اسلام ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تھے۔ گویہ خود اپنے اسلام کا اقرار کرتے تھے۔

یہ تو تھی دینی حالت' مالی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ گھیوں کی روٹی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ بہت سے ایسے تھے جن کو ایک وقت کا کھانا بھی نہیں ملتا تھا۔ بہت سے ایسے تھے جو ننگے تھے ان کے پاس کپڑا نہیں تھا۔ اور رہائش انکی جھونپڑیوں میں ہوتی جس کو چوپال کہتے تھے۔

سود لینے دینے کی خطرناک مرض میں اس طرح مبتلا تھے کہ الامان۔ اکثر لوگ بنئے مہاجنوں کے پھندوں میں گرفتار ہو کر بالکل تباہ و برباد ہوگئے۔ جائیدادیں نیلام ہو گئیں۔ غریب سے غریب ملکانے پر بھی ہزار بارہ سو روپے کا قرضہ ہوگا۔ جو کماتے ہندوؤں کے پلوں میں ڈال دیتے اور خود بھوکے مرتے تھے۔

اس بارہ میں چوہدری صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ

"میں یوپی میں بھی رہا ہوں وہاں راجپوتوں اور جاٹوں کی۔ جن میں مسلمان بھی ہیں اور ہندو بھی یہ حالت ہے کہ اگر ایک بنیاء آجائے وہ اس کے سامنے چارپائی پر نہیں بیٹھتے۔ خود نیچے بیٹھتے ہیں۔ اور اسے اوپر بیٹھاتے ہیں۔ لیکن دلوں میں اس سے سخت نفرت رکھتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بنیئوں کے خلاف ایک نہ ایک دن ایک خوفناک بغاوت ان لوگوں کی طرف سے ہوگی اور وہ انہیں کھا جائیں گے۔"

(الفضل ٦/ جنوری ١٩٣١ء صفحہ ٦)

ہندو لوگ انکو ہڑپ کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ قرضہ خوشی سے دیتے تھے۔ اور ہر طرح اپنا دباؤ رکھتے تھے۔ کسی طرح ابھرنے نہیں دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ملکانہ قوم میں اب پہلے سی بہادری' شجاعت' غیرت اور حمیت نہیں رہی تھی۔ اگر کچھ آبائی خوبیاں موجود بھی تھیں تو آریوں نے لالچ کے دل فریب منظر دکھا کر ان کو بالکل مفقود کر دیا۔

فتنہ ارتداد کے اسباب کا کچھ تو مندرجہ بالا امور سے پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اسباب مختصراً حسب ذیل ہیں۔

١- ملکانہ قوم میں تعلیم بالکل نہ رہی۔ اسی لئے یہ اپنے نفع و نقصان کو وسیع نظری سے سوچنے کے قابل نہ رہی۔

٢- آریہ لوگوں نے ان کو یہ ذہن نشین کرا دیا تھا کہ مسلمان بادشاہوں نے زبردستی تمہارے آباؤاجداد کو مسلمان بنایا تھا۔

٣- ملکانہ قوم اصل اسلامی تعلیم سے بالکل بے خبر ہوگئی۔

٤- مالی حالت ناگفتہ بہ ہونے کے سبب، یہ لوگ ہندوؤں کے پنجے میں گرفتار ہوگئے۔

۵- مسلمان علماء کی غفلت کے سبب یہ لوگ اسلام سے متنفر ہوگئے۔ مولویوں کی خود غرضی اور لاپرواہی کی وجہ سے ملکانہ قوم اسلام کا سبق بھول گئی اور ہندو مذہب میں رنگین ہوتی گئی۔

۶- آریوں نے اپنے مکرو فریب سے کام لے کر اور اسلام پر جھوٹے اعتراضات کر کے ان کو اس سے متنفر کر دیا۔

۷- آریوں نے ایک مدت سے خفیہ طور پر ان کو شدھی کیلئے تیار کرنا شروع کر رکھا تھا۔

۸- مقامی آریوں نے باہمی امداد سے اس کام میں بہت آسانیاں پیدا کردیں تھیں۔

کیا شدھی دوسرے مذاہب کے نزدیک درست تھی یا نہیں اسکا اندازہ دو تین ذیل کے حوالوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ہندوؤں نے کیا کہا

۱- گروکل کانگڑی کے آریہ پروفیسر کیتوجی نے لکھا۔

"آریہ سماج میں کتنی ہی پارٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لڑائی کے شائق اور جھگڑالو ہیں۔ اسی وقت جو شدھی کی جارہی ہے وہ بے ڈھنگی اور ناواجب ہے۔"

(از آریہ پتر)

۲- راج گوپال صاحب اچاریہ نے فرمایا:-

کاش خدا ہمیں عقل زیادہ دیتا اور ہوس کم ہم ہندو دھرم کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں مگر اپنی تازہ کوششوں سے یہ حال کر دیا ہے کہ آج ہندو مذہب اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ گذشتہ چار سال میں ایسا کمزور نہیں ہوا تھا۔ اس وقت چند نفوس کو دکھاوے کے ہندو بنانے کیلئے کوشش کر کے ہم نے اپنی سابقہ فتوحات کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ظاہر میں ممکن ہے کہ یہ اپنے چند آدمیوں کی تعداد بڑھا رہے ہیں مگر حقیقت میں ہمارا بڑا

نقصان ہو رہا ہے۔

(وکیل ۳؍مئی ۱۹۲۳ء)

شدھی اور آریہ سماج

جب ہندوؤں نے شدھی کو ناجائز قرار دے دیا اور تناسخ کے مسئلے نے ٹھوکر مار دی تو پھر یہ شدھی کیسی مگر آریہ سماج پھر بھی شدھی کرتی ہے۔شدھی کے معنی پاک صاف کرنا ہے۔ کپڑوں کی شدھی دھوبی کرتا ہے جسم کی شدھی اشنان کرنے سے ہو جاتی ہے۔ پھر آریہ کس چیز کی شدھی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ من کی اور روح کی شدھی کرتے ہیں مگر منوجی فرماتے ہیں۔

شریر اشنان کرنے سے من ست (سچائی) سے اور اتما(روح) تپ اور ودیا (دوا) سے شدھ ہوتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ آریوں کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ شُدھی مذہب کو تبدیل کرنے سے نہیں ہوتی بلکہ عبادت علم و سچائی سے ہوتی ہے۔

شدھی اور شردھا نند جی

یہ ایسے لوگوں میں سے ہیں جو ابن الوقت کہلاتے ہیں۔ان کا نام لالہ منشی رام جی تھا۔آپ جالندھر کے بنیئے تھے۔ یہی منشی رام عرف شردھا نند عرف چھوت ادھا شدھی کے بانی مبانی تھے۔ چونکہ اس وقت گاندھی جی کی جے کے نعرے لگ رہے تھے۔ تو لالہ جی سے رہا نہ گیا اپنی جے کروانے کے لئے شدھی کے میدان میں اتر آئے شدھی کا میدان پہلے ہی سے ایسے شخص کی تلاش میں تھا۔ آخر نتیجہ کیا ہوا آنے والی تحریرات بتائیں گی۔

آخر کار بڑے شور وزور سے کام شروع ہوا پیسے اکٹھے کئے گئے اور غریب ملکانوں

کو دکھاوے کے طور پر کچھ پیسے بھی دیئے تاکہ وہ شدھ ہو جائیں لیکن جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ نے یہ کام نہ ہونے دیا۔

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" (الہام)

آخر جب ایک طرف شدھی کی تحریک گرم ہوئی تو دوسری طرف اسلامی دنیا حرکت میں آئی۔ بعض مسلمان میدان ارتداد میں جا پہنچے مسلم پرچوں میں پر جوش تحریریں شائع ہونے لگیں۔

حالت یہ ہو گئی کہ اکثر مسلمان مایوس ہو گئے اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ اگر ملکانہ آریہ بن جائیں تو اسلام میں کیا کمی ہو جائے گی۔

لیکن چونکہ جماعت احمدیہ ابھی تک خاموش تھی اس لیے بہت سے مسلمان متعجب ہوئے آخر اخبار وکیل نے بے قراری کے عالم میں شائع بھی کر دیا کہ۔

"کہاں ہے وہ جماعت جس کو تبلیغ کا دعویٰ ہے کیوں اس موقع پر نہیں نکلتی۔"

مگر دنیا کو کیا معلوم کہ امام جماعت احمدیہ اسی سوچ میں تھا۔ پس جونہی اخبار وکیل نے دعوت دی فوراً ایک اشتہار بعنوان "وکیل کی دعوئی چٹھی کا جواب" شائع کیا اور اس میں کھول کر بتا دیا کہ عنقریب احمدی بہادر میدان کارزار میں پہنچ کر دشمن کے سر پر چڑھ جائیں گے۔

(ماخوذ سرگذشت فتنہ ارتداد مصنف محمد شفیع اسلم مطبوعہ کریمی پریس لاہور)

ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خدا کی مدد سے ایک عظیم الشان منصوبہ بنایا اور اس زبردست حملہ کو پسپا کر دیا گیا۔ اس میدان کارزار کو فتح کرنے کے لئے آپ نے بہت سے قواعد و ضوابط بنائے اور بہت سے لوگوں کو خدمت دین کے لئے ابھارہ اور ایک ہراول دستہ تیار کیا۔ اس دستہ کی روانگی کے ابتدائی اور بعد کے حالات یہ ہیں۔

سب سے پہلے ۹ رمارچ کو حضور نے جو خطبہ دیا وہ پیش خدمت ہے۔

فتنہ ارتداد کو مٹانے کے لئے ایک سو پچاس احمدی سرفروشوں کی ضرورت

میدان عمل میں آؤ۔ مگر اپنا اور اپنے لواحقین کی معاش کا فکر کر کے

حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تجدید

حضور نے فرمایا

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جب زندگیاں وقف کرنے کا اعلان فرمایا تھا تو کئی آدمیوں نے زندگیاں وقف کی تھیں ان میں سے ایک چوہدری فتح محمد صاحب ہیں جو تبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں دو تین اور ہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔ باقی اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے سید حامد شاہ صاحب (مرحوم) کو مقرر فرمایا تھا کہ وہ وقف کے شرائط میں یہ بات بھی لکھیں کہ "میں کوئی تنخواہ نہیں لوں گا میں پیدل چلوں گا زمین میرا بچھونا اور آسمان میرا لحاف ہو گا اور درختوں کے پتے کھا کر گذارہ کروں گا۔" باہر بعض لوگوں نے ان شرائط کو سن کر ہنسی اڑائی مگر حضرت صاحبؑ نے ان شرائط کو پسند فرمایا اور کہا کہ اسلام کو ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہے میں نے اس واقع کا ذکر کر دیا ہے کہ زندگیاں وقف کرنے کا طریق حضرت صاحب نے ہی چلایا ہے ہم تو آپؑ کے کاموں کو چلانے والے یا حضورؑ کے منشاء کی تعمیل کرنے والے ہیں یہی اسلامی طریق ہے۔ اس کے لیے ہمارے احباب کو تیار رہنا چاہیے۔ حضور نے فرمایا۔

اس سکیم کے ماتحت کام کرنے والوں کو (ہر ایک کو) اپنا کام آپ کرنا ہو گا اگر کھانا آپ پکانا پڑے گا تو پکائیں گے۔ اگر جنگل میں سونا پڑا تو سوئیں گے۔ جو اس محنت اور مشقت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں وہ آئیں۔ ان کو اپنی عزت اپنے خیالات

قربان کرنے پڑیں گے۔

(الفضل ۱۵؍مارچ ۱۹۲۳ء صفحہ ۶)

شرائط جن پر مبلغین نے چل کر کام کرنا تھا یہ تھیں۔

احمدی مبلغین کے لئے شرائط

یہ لوگ جو تین ماہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر رہے ہیں ان کے لئے میں نے کچھ شرائط مقرر کی ہیں اور ان میں سے ہر ایک ان شرائط کے ماتحت اپنے آپ کو وقف کر رہا ہے اور وہ شرطیں یہ ہیں۔

۱:۔وہ آمد ورفت کا کرایہ خود دیں گے۔

۲:۔وہ ان تین ماہ میں جن میں تبلیغ کا کام کریں گے اپنے کھانے پینے کا بھی خرچ خود برداشت کریں گے۔

۳:۔اس زمانہ کارکردگی میں اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے بھی کسی قسم کی مدد کے طلب گار نہیں ہوں گے۔

۴:۔اپنے افسروں کی ماتحتی ایسے ہی طریق پر کریں گے جیسی کہ فوجی سپاہی اپنی افسروں کی فرماں برداری کرتے ہیں خواہ کیسا ہی مشکل کام ان کے سپرد ہو اور خواہ کیسی ہی سختی کا معاملہ ان سے کیا جائے وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔

۵:۔وہ پیدل چلنے بھوکے رہنے ننگے پاؤں چلنے جنگلوں میں سونے اور مخالفوں کے مظالم سہنے کے لئے ہر طرح تیار ہوں گے۔

ان شرطوں کے قبول کرنے والے ہی لوگ صرف اس کام کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔

(الفضل ۲۶؍مارچ ۱۹۲۳ء)

مبلغین احمدیت کی روانگی

اگرچہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی راجپوتانہ میں احمدی مبلغوں کے لئے کام کرنے کے متعلق شب وروز کی محنت شاقہ سے جو سکیم تیار فرما رہے تھے وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے موقع کی نزاکت اور اہمیت دیکھ کر ۱۲؍مارچ کو بعد نماز فجر مبلغین کی فوری روانگی کے متعلق ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں فرمایا۔

میں نے جو ملکانہ قوم میں تبلیغ کی تحریک کی تھی اس کے متعلق ستر کے قریب درخواستیں آچکی ہیں اور ابھی آرہی ہیں آج رات میں نے آریہ اخباروں کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت سرعت سے کام کر رہے ہیں اور جلد سے جلد وہ اس کام کو سر انجام دینا چاہتے ہیں۔

میں نے جو اسکیم تیار کی ہے اس کو یکم اپریل سے جاری کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن اب اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ایک تو پہلے ہی ہم ایک مہینہ بعد میں کام کریں گے۔ اور دوسرے ہمارے پاس ایسے آدمی بھی کوئی نہیں جو اس جگہ کی مقامی طرز تبلیغ سے واقف ہیں۔اور جب تک مقامی تبلیغ کا طریق انسان کو نہ آتا ہو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مناسب خیال کیا کہ آج جبکہ چوہدری فتح محمد صاحب جا رہے ہیں کچھ لوگ آج ہی ان کے ساتھ روانہ ہو جائیں تاکہ وہ اس عرصہ میں وہاں کے حالات کے مطابق کام کرنا سیکھ لیں تاکہ بعد میں آنے والوں کو دقت پیش نہ آئے۔سو جن دوستوں نے درخواستیں دی ہیں ان میں سے جو لوگ آج ہی تیار ہوں وہ مجھے ظہر سے پہلے پہلے اپنے نام دے دیں تاکہ میں انتخاب کر کے ظہر کے بعد ان کو روانہ کر سکوں۔

چوہدری صاحب کے ساتھ جانے کے لئے ایک تو میاں محمدؐ ابراہیم صاحب بی ایس سی،میاں عبدالقدیر صاحب بی اے اور محمد یوسف علی صاحب بی اے تیار ہو جائیں۔

اس اعلان پر ظہر کے وقت تک کل بیس 20 آدمی تیار ہوئے۔

(الفضل ۱۵/مارچ ۱۹۲۳ء صفحہ ۲)

ظہر کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک بڑے مجمع کے ساتھ ان اصحاب کو روانہ کرنے کیلئے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے تک قصبہ سے باہر تشریف لے گئے۔ قادیان کی سڑک جہاں بٹالہ والی سڑک سے ملتی ہے وہاں جو کنواں ہے اس کے پاس جانے والے اصحاب کو سامنے بٹھا کر ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"میں اپنے دوستوں کو جو اس وقت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اور کلمہ اسلام کے اعلاء کے لئے سفر پر جارہے ہیں اور تبلیغ اسلام کے مبارک مقصد کو زیر نظر رکھ کر اور خدا پر توکل کر کے یہاں سے روانہ ہورہے ہیں ان کو اور جو ان دوستوں کو چھوڑنے آئے ہیں اس سورۃ کے مضمون پر جو اس وقت میں نے تلاوت کی ہے توجہ دلاتا ہوں۔

سورۃ فاتحہ کی تفسیر بیان کرنے کے بعد فرمایا:-

آج مسلمان مخالفوں کے مقابلہ میں میدان میں نہیں جاتے ہاں دشمنوں کے ساتھ مل کر ہمیں زخمی کرتے ہیں۔ مگر تم نے اسلام کے لئے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جانا ہے۔ اور یاد رکھو کامیاب وہی ہوگا جس کو خدا پر بھروسہ اور یقین ہوگا۔ اور پھر مخالفوں کے مقابلہ میں کام کرنے کے بارے میں تمہارے دلوں میں ایمان اور اطمینان ہونا چاہیے۔ دل کا ایمان اور اطمینان ہی مشکلات کے وقت تمہارے کام آئے گا اس وقت تمہاری بھی وہی حالت ہے جو ابتداء میں مسلمانوں کی تھی وہ ایک قلیل جماعت تھے۔ اور لوگ ان کو قلیل جماعت سمجھتے تھے۔ لیکن وہ بزدل نہ تھے۔ کیونکہ مسلمان بزدل نہیں ہوتے۔ ان کے دل میں ایمان اور خدا کی مدد پر بھروسہ ہوتا ہے۔

پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمان کو مضبوط کرو۔ علم، عقل، محنت

ہوشیاری کوئی چیز بھی کام نہیں آتی جب تک کہ خدا تعالیٰ کی مدد شاملِ حال نہ ہو۔ میں نے تمہارے لئے ہدایتیں لکھی ہیں وہ ہر ایک مبلغ کو مل جائیں گی۔ چوہدری صاحب کو ان کی ایک نقل دے دی گئی ہے وہ ابھی مکمل نہیں ہوئیں۔ ان کو روزانہ پڑھو۔ کوئی دن نہ گذرے جو تم اِن کو نہ پڑھو پھر ان کو پڑھ کر صرف مزانہ لو۔ بلکہ ان پر عمل کر کے دکھاؤ اگر تم ایسا کرو گے تو دیکھو گے کہ خدا کی نصرت تمہیں کس طرح کامیاب کرتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:-

"اسلام خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ اس لئے تم سستیوں کو چھوڑ کر خدمت اسلام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خواہ کوئی کیسی ہی عزیز چیز ہو۔ خدمت اسلام کے راستہ میں تمہارے لئے روک نہ ہو۔ تمہارا عزم یہ ہونا چاہیے کہ ہم کسی بھی چیز کی پروا نہیں کریں گے اور تمام روکوں کے پردے چاک کر کے جائیں گے اور اسلام کی خدمت بجا لائیں گے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا جب تک اخلاص نہ ہو۔"

(الفضل ۱۹/مارچ ۱۹۲۳ء صفحہ ۶)

پھر دعا کی اور سب کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت فرمایا۔ اس موقع کو ایک خصوصیت حاصل تھی وہ یہ کہ حضرت اماں جان پاپیادہ مع چند مستورات کے اس مقام تک تشریف لائیں۔ دعا کی اور اپنے فرزندوں کو اپنی آنکھوں سے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے روانہ ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

(الفضل ۱۹/مارچ ۱۹۲۳ء صفحہ ۲)

بہار کا موسم تھا۔ آب و ہوا خوشگوار تھی۔ چاروں طرف سبزہ زار تھا۔ جس طرف نکل جائیں طبیعت خوش ہوجاتی تھی۔ آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آتا تھا۔ اس سہانے موسم میں ۱۲/مارچ ۱۹۲۳ء کو چار بجے شام لشکر محمود کا پہلا مبارک دستہ

چوہدری فتح محمدؐ صاحب سیال کی زیر نگرانی میدان ارتداد کی طرف روانہ ہوا اور بمقام اچھنیرا ضلع آگرہ میں آن اترا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات بابرکت میں قدرت نے جہاں اور خوبیاں و ودیعت کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضور کا ذہن و ذکا عقل و رسا پورے کمال پر تھا۔ میدان ارتداد میں آریہ جیسی زبردست قوم کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اور پھر ایسی جماعت کیلئے جو تعداد میں کم۔ دولت میں کم۔ مگر حضور نے اس عمدگی سے اور خوش اسلوبی سے مقابلہ کرنا شروع کیا کہ دنیا حیران رہ گئی۔

اس کے علاوہ لشکر مجاہدین کی کمان حضور نے ایسے شخص کے ہاتھ میں دی جو اس کام کا پورا اہل تھا۔

جس کا دماغ بحر تفکر میں گہرے غوطے لگا کر قیمتی موتی تلاش کرنے کا عادی تھا۔

یہ شخص بزرگ راجپوتوں کے شریف خاندان سیال سے تھا۔ چونکہ شدھی کا معاملہ بھی راجپوتوں کا تھا۔ اس لئے یہ فہیم انسان (چوہدری صاحب) اس معرکے کیلئے بالکل مناسب تھا۔ ۱۹۲۳ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت اقدس نے جناب چوہدری صاحب کی تعریف کرکے کمانڈر انچیف کے خطاب سے پکارا جو آپ کیلئے باعث فخر تھا۔

چوہدری صاحب نے اچھنیرا پہنچتے ہی جو حالات کا مطالعہ کیا تو بہت پیچیدہ نظر آئے۔ کیونکہ اوّل تو مسلمان آپس میں ہی جھگڑ رہے تھے۔ احمدیوں کے جانے سے ان کے ساتھ بھی الجھ گئے۔ کوئی کہتا تھا کہ ان کو محدود علاقے میں مقید کر دیا جائے۔ کوئی کہتا تھا کہ ان کو صرف ہندوؤں کی تبلیغ پر لگایا جائے۔ پھر کوئی کہتا تھا کہ ان کو علاقہ تقسیم کرکے ایسے مواضعات دیئے جائیں۔ جہاں شدھی کا زیادہ زور ہو تاکہ یہ لوگ گھبرا کر خود چلے جائیں لیکن میدان ارتداد کسی کی جائیداد تو نہ تھی یا کسی نے اس میدان کا اجارہ تو نہیں لے رکھا تھا۔ اس لئے نہ کوئی نکالا جاسکتا تھا نہ مقید کر سکتا تھا۔ البتہ معاملہ

بہت پیچیدہ تھا۔ کیونکہ میدان جنگ تھا دشمن مقابلے پر تھا۔ مگر چوہدری صاحب نے نہایت ہمت سے کام لیا۔ اور اپنا مرکز آگرہ شہر میں قائم کر کے دو دو احمدیوں کو اِدھر اُدھر مختلف اضلاع میں بھیج دیا۔ کہ پہلے صحیح حالات کی رپورٹ تیار کر کے لادیں اور ان کو دس دن میں لوٹنے کی تاکید کی۔ دس دن تک ان مجاہدین نے آگرہ متھرا، بھرت پور، ایٹہ اٹاوہ، مین پوری فرخ آباد اضلاع کو چھان مارا اور مکمل رپورٹیں پیش کر دیں۔ ادھر رپورٹیں آئیں ادھر آگرہ میں مجاہدین کا دوسرا وفد آگیا۔ فوراً جناب چوہدری صاحب نے ہر ایک ضلع میں ایک ایک انسپکٹر مقرر کر کے ان کے تحت مجاہدین کو پھیلا دیا انسپکٹروں نے ان کو مناسب مقامات پر تعینات کر دیا۔ غرض مورچہ بندی ہو گئی اور مقابلہ شروع ہوا احمدیہ جماعت نے ایک ہی سہ ماہی کے اندر اندر ایک صد مبلغ میدان میں اتار دیئے۔ چوہدری صاحب نے دانشمندی یہ کی کہ جہاں تک آریہ ابھی پہنچے نہیں تھے وہاں بھی پیش قدمی کر کے قبضہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سینکڑوں مواضعات اور ہزاروں ملکانہ لوگ ارتداد سے بچ گئے۔

مکرم غلام نبی صاحب دارالتبلیغ ہینگ کی منڈی آگرہ سے رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"کام بہت سرعت سے اور سرگرمی سے ہو رہا ہے اور آگرہ شہر میں ہماری تبلیغی کوششوں کا بفضل خدا خاص طور چرچا ہو رہا ہے۔ معززین شہر اور ملکانہ راجپوت جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور فتنہ ارتداد کے متعلق مشورہ کرتے اور مفید ہدایات لیتے ہیں۔"

(الفضل ۹/اپریل ۱۹۲۳ء صفحہ ۶)

خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی شب و روز دعاؤں سے چوہدری صاحب نے بہت کامیابی حاصل کی اور دن رات ایک کر کے خدمت دین بجا لائے۔ آپ نے تحریر و تقریر سے دشمنِ اسلام کو پسپا کیا اور مختلف علاقوں میں پاپیادہ

دورے کر کے شدھی کی لعنت کو روکا۔

تو آپ کی مصروفیت اور جوش تبلیغ کے بارہ میں حضرت مولانا شیخ محمد احمد صاحب مظہر اپنی کتاب "مضامین مظہر" میں رقم طراز ہیں۔

مصروفیت

تمام علاقے میں ہنگامے برپا تھے۔ ہر طرف رواداری اور ہماھمی تھی اگر آج چوہدری صاحب موضع پر ہم میں ایک البیت کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ تو کل موضع اسپار میں مرتد ملکانوں کی اسلام میں واپسی کی تقریب پر شاداں وفرحاں احباب سمیت جارہے ہیں اور اس طرح شب وروز فرائض منصبی میں بشاشت سے منہمک ہیں اور اس مشکل ترین مہم کے فرائض کا ایک پہاڑ سر پر اٹھایا ہوا ہے اور امام کے اشارات اور ہدایات کے مطابق چلے جارہے ہیں اور امام جنة یقاتل من ورائه کا منظر ہے۔

(از مضامین مظہر مصنف محمد احمد مظہر مطبوعہ مجلس انصاراللہ فیصل آباد ۱۹۷۲ء)

جوش تبلیغ

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر مزید رقم طراز ہیں۔

خاکسار نے دیکھا کہ چوہدری صاحب مرحوم اپنے بچے صالح محمد کو گود میں لئے معمولی سے معمولی ملکانے کے ساتھ کھڑے ہوئے گھنٹوں گفتگو فرمارہے ہیں یہ دل داری ایسی تھی کہ ملکانے چوہدری صاحب ہی سے مل کر اطمینان پاتے تھے۔ چوہدری صاحب مرحوم کا یہ تعہد حال ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوتا تھا۔

حق کی فتح دوست ودشمن کا اقرار

آخر کار اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو اس میدان کارزار میں بھی فتح دلائی اور اس کا اقرار دوست ودشمن نے کیا۔ مثلاً

سید آغا حیدر صاحب وکیل سہارن پور اخبار ہمدم لکھنو میں ۶/ اپریل ۱۹۲۳ء کو تحریر فرماتے ہیں۔

۱:- راقم مرزائی نہیں بلکہ اثنا عشری ہے اور اسی فرقے میں ہمیشہ رہا ہے مرزا صاحب (خلیفہ المسیح الثانی) نے اپنی جماعت سے پچاس ہزار روپیہ اور ایک صد واعظ طلب کئے ایک ماہ کے اندر اندر ایک سو چالیس واعظ اور کثیر رقم جمع ہوگئی قادیان جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملے میں قابل تحسین ہے دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی اسی کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔

۲:- ہمعصر زمیندار لاہور ۸/اپریل ۱۹۲۳ء کو لکھتا ہے۔

احمدی بھائیوں نے جس خلوص اور جس ایثار جس جوش اور جس ہمدردی سے کام میں حصہ لیا وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے وہ ہر حصے میں بدستور سرگرم عمل ہیں۔

اس شدھی کے قلع قمع کرنے کیلئے برھمنوں نے بھی احمدیت کا ساتھ دیا ۱۵/جولائی ۱۹۲۳ء کو موضع فرا میں برھمنوں نے ایک عظیم الشان پنچایت مقرر کی اور فیصلہ کیا کہ چونکہ شدھی سناتن دھرم میں جائز نہیں اس لئے شدھی شدہ کے ساتھ کوئی ہندو کھان پان نہ کرے اور جن لوگوں نے مسلمان ملکانوں سے کھان پان کر لیا ہے اور شدھی والوں سے مل گئے ہیں ان کا ہر قسم کا قطع تعلق کیا جائے۔

پس ادھر پنچائیوں نے ملکانوں کو ہوشیار کر دیا اور ہندوؤں سے دور ہو گئے اور ادھر احمدی مجاہدین کی کوششوں سے یہ لوگ اسلام سے واقف ہو کر مسلمانوں کے نزدیک ہوتے گئے نتیجہ یہ ہوا۔

جاء الحق وزھق الباطل

اس طرح موضع انور کے ملکانے جو سب سے پہلے مرتد ہوئے تھے اور جن کی تعداد

۲۲۵ تھی احمدی مجاہدین کی مساعی جمیلہ سے ۱۷'۱۸/اکتوبر ۱۹۲۳ء کو شدھی کا طوق گلے سے اتار کر جناب چوہدری صاحب موصوف امیر المجاہدین کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

❀❀❀
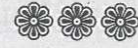
باب نمبر 5

سفر لنڈن ۱۹۲۴ء

(حضرت المصلح الموعود کی معیت میں)

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی نے 1924 میں ایک تاریخی سفر اس غرض سے اختیار فرمایا کہ آئندہ زمانہ میں یورپ میں دین حق کی بنیادوں کو مظبوط کرنا تھا، اس بابرکت موقع کی ایک تصویر میں حضور اپنے قریبی ساتھیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں حضور کے بائیں ہاتھ کی کرسی پہ حضرت اباجان اپنے آقا کے ساتھ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں عیسائیت کے مرکز یعنی لنڈن تشریف لے گئے اس سفر کی غرض یورپ کے دل میں خانہ خدا کی بنیاد رکھنا تھی۔ اس خانہ خدا کی جس کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی واضح پیشگوئیاں موجود تھیں۔ چوہدری صاحب موصوف اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

اس سفر کے مختصر حالات البیت کی سنگ بنیاد اور لنڈن میں المصلح موعود کے پہلے جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے کوائف ان صفحات میں پیش کیے جاتے ہیں۔

مغرب میں البیت کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں

حضورؑ اپنی کتاب تریاق القلوب صفحہ ۴۰ میں فرماتے ہیں :-

"میرا پہلا لڑکا جو اب زندہ ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے بیت کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا تھا کہ"

"محمود"

اس پر حضرت ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل صاحب یوں رقمطراز ہیں

"اس کشف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات کا ایک البیت سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس البیت کے ظہور میں آنے سے پورا ہوا اور پھر ایسا ہوا کہ اس البیت کی دیوار پر کتبہ میں آپ کا نام لکھا جانے سے مکمل طور پر لفظاً پورا ہو گیا۔"

نیز حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں :-

"البیت کے متعلق خود حضرت مسیح موعودؑ کے نام میں بھی (پیشگوئی) تھی۔ آپکو خدا تعالیٰ کی وحی میں متعدد بار ابراہیم کا نام دے کر آپ کی مماثلت حضرت ابو الانبیاء سے ظاہر کی گئی۔ قرآن کریم اور تاریخ کہتی ہے کہ حضرت ابراہیم کی ایک بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر کعبہ کو بحکم الٰہی تعمیر کیا تھا۔ پس مماثلت کی رُو سے حضرت مسیح موعودؑ کیلئے ضروری ہوا کہ وہ اور اس کا بیٹا دونوں مل کر ایک عظیم الشان خانہ خدا کو دنیا کی ہدایت کیلئے تعمیر کریں۔

(تاریخ بیت الفضل لنڈن صفحہ ۱۹)

ولایت میں احمدیہ البیت کے متعلق حضرت خلیفہ ثانی کا رؤیاء

آپ نے فرمایا کہ :

"میں البیت لنڈن کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر رہا تھا۔ میں خدا کے حضور دوزانوں بیٹھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جماعت کو چاہیے"

"جِدّ سے کام لیں ہزل سے کام نہ لیں"

جِدّ کا لفظ مجھے اچھی طرح یاد ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرا لفظ ہزل اس حالت میں معاً میرے خیال میں آیا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جماعت کو چاہیے کہ اس کام میں سنجیدگی اور نیک نیتی سے کام لے ہنسی اور محض واہ واہ کے لئے کوشش نہ کرے۔

(الفضل ۲۲ر جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۸)

چنانچہ اس بابرکت کام کیلئے حضور کے ساتھ جہاں اور بہت سے لوگ شریک سفر ہوئے چوہدری صاحب سیالؔ کو بھی اس سفر میں بطور سیکرٹری تبلیغ کے لے جایا گیا۔

(الفضل ۱۸ر جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۴)

آئندہ صفحات میں دوران سفر اور واپسی دارالامان تک ان حالات کا تذکرہ ہوگا

جو صرف چوہدری صاحب سے متعلق ہیں۔

الحکم کے مدیر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی حضور کے ہم سفر احباب کا تعارف کرتے ہوئے الحکم میں چوہدری صاحب کے بارے میں رقمطراز ہیں:-

چوہدری صاحب نے سلسلہ احمدیہ میں جنم لیا اور سلسلہ میں پرورش پائی اور مدرسہ تعلیم اسلام کا آپ پہلا پھل ہیں۔ ایم اے پاس کرنے کے بعد وہ سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ایسے وقت میں ان کے سامنے ترقیوں کا ایک وسیع میدان تھا اور وہ ترقی کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے خدمت سلسلہ کی درویشی قبول کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے عہد میں وہ لنڈن خواجہ صاحب کی مدد کے لئے بھیجے گئے۔ ان کے بھیجنے میں حضرت خلیفہ ثانی کی ہمت اور حوصلہ کا دخل تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات کے بعد خواجہ صاحب نے ان سے مخالفت شروع کی اور نہایت بے رحمی کے ساتھ اس قدر دور دراز فاصلہ پر محض اختلاف رائے کی وجہ سے الگ کر دیا اور بے سرو سامانی میں چھوڑ دیا۔ حضرت خلیفہ ثانی نے ان ابتلاؤں کے ایام میں ان کے ذریعے لنڈن مشن کی بنیاد رکھ دی۔ وہی لنڈن مشن ہے کہ اس کی مضبوطی اور توسیع و تنظیم کے اغراض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو وہاں جانے کے محرک ہو رہے ہیں۔

چوہدری صاحب نے فتنہ ارتداد میں جس قابلیت سے کام کیا وہ تازہ ترین امر ہے۔ اور اب وہ دعوت تبلیغ کے ناظر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

(اخبار الحکم ۷ر جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۳)

تاریخی واقعات بابت احمدیہ البیت الفضل لنڈن

چوہدری صاحب لنڈن مشن کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہیں۔

احمدیہ مشن لنڈن کی ابتداء یکم مئی ۱۹۱۴ء کو ہوئی جب میں خواجہ کمال الدین صاحب سے رخصت ہو کر لنڈن آیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت کے تحت

علیحدہ کام شروع کر دیا۔

۵ر فروری ۱۹۱۶ء کو میں قاضی عبداللہ صاحب کو مشن کا چارج دے کر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ ان تقریباً دو سالوں میں ہمارے مشن کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہیں تھی۔ مکان نہ اپنا تھا اور نہ ہی کرایہ پر لیا تھا۔ بلکہ بعض واقف انگریزوں کے مکانوں پر بطور مہمان کے رہتے تھے ایسی حالت میں کام میں جو نقص واقع ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس لئے مکرم قاضی صاحب نے میرے آنے کے بعد تقریباً ایک سال بعد ۴ اسٹار سٹریٹ کا مکان رہن لے لیا اور جب تک بیت والے مکان میں ہم نے تبدیلی مکان نہ کی مشن اسی مکان میں رہا۔

ایک اسلامی مشن کے لئے بیت کی ضرورت سے ۴ اسٹار سٹریٹ والا مکان ہمارے پاس صرف گروی تھا۔ اور ایک گرجا کی جائیداد تھی اس لئے حضرت صاحب کی طرف سے مجھے ابتدأ ۱۹۲۰ء میں یہی حکم ملا کہ کوئی ایسا مکان خریدا جائے جو ہمارے مشن کے لئے موزوں ہو اور دوسرے اس کی اس قدر زمین ہو جہاں بیت بمع ایک مختصر مہمان خانہ اور چمن کے بنائی جاسکے۔

حکم پہنچتے ہی میں نے فوراً اس کام کے لئے جدو جہد شروع کر دی اور اس کام میں میرے آٹھ مہینے خرچ ہو گئے اور اگست ۱۹۲۰ء میں ۱۱ میلروز روڈ ساؤتھ فیلڈ کا قطع زمین بمع مکان کے ۲۳۲۵ پونڈ پر خرید لیا۔

غالباً دوستوں کو حیرت ہو گی کہ بیت کے لئے زمین خریدنے پر اس قدر وقت کیوں خرچ کیا گیا۔ پہلے اس کے کہ میں اس کی وجوہات بیان کروں میں اتنا عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آٹھ دس ماہ میں برابر کام کرتا رہا۔ اور جہاں تک میری سمجھ اور طاقت تھی اور مشن کے کام سے فرصت ملتی تھی برابر اس کے لئے سفر کرتا اور لوگوں سے ملاقات کرتا رہا اور یہ عرصہ کسی سستی کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے اپنے اور لنڈن شہر کے غیر

معمولی حالات کی وجہ سے لگا۔ دو اہم سوال میرے سامنے تھے۔ کہ محدود رقم جو جماعت احمدیہ جمع کر سکتی ہے۔ اس کے اندر اندر کسی موزوں موقع پر ایک ایسا مکان خریدا جائے جس کے ساتھ اس قدر زمین بھی ملحق ہو جس میں بیت اور مہمان خانہ بن سکے۔ اور یہ لنڈن جیسے وسیع شہر میں نہایت مشکل کام ہے اور جس قدر بھی انسان اس شہر کا واقف ہو گا اسی قدر اس کی مشکلات بلحاظ موقع کے حسن وقبح کے بڑھتے جائیں گے اسی خیال سے میں لنڈن کے مختلف جہات کا سفر کرتا رہا۔ واقف لوگوں سے متواتر مشورے ہوتے رہے اور لنڈن میں شاید ہی کوئی جائیدادوں کا ایجنٹ ایسا ہو گا جس سے میں نے ملاقات یا خط وکتابت اس امر کے لئے نہ کی ہو۔

دوسری وجہ حضرت صاحب کے مشورہ کے متعلق تھی ہر ڈاک میں حضرت صاحب سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ اور ہر ہفتہ کی کاروائی متعلق مکان حضرت صاحب کی خدمت میں رپورٹ کی جاتی تھی۔ اس کے متعلق حضرت صاحب کی خدمت میں طویل رپورٹیں مع متعدد نقشہ جات شہر لنڈن روانہ کرنا پڑتے کیوں کہ حضرت صاحب جماعت کے دوسرے دوستوں سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ جو کبھی لنڈن میں تشریف نہیں لے گئے تھے اور جب تک لنڈن شہر کی حالت من وعن ان کے ذہن نشین نہ کر دی جائے وہ کسی قسم کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے۔

لنڈن کی وسعت اور گراں فروشی کے علاوہ بعض قانون اور رسمی باتیں تھیں کہ ان سے نپٹنا ضروری تھا۔ قانونی مشکل یہ ہے کہ لنڈن کے اکثر حصے ایسے ہیں جنکی معیاد بیع ۹۹ سال ہے۔ ملک کے رواج کے مطابق یہ قانون ہے کہ ایک شخص اپنی جائیداد کو بیع کر دیتا ہے اور ۹۹ سال کے بعد اس کے ورثاء دعویٰ کر کے واپس لے لیتے ہیں۔ اور یہ جائیداد پھر دوبارہ خریدنی پڑتی ہے۔ یہ بات بیت کے تقدس اور عظمت کے خلاف تھی کہ ہم کوئی ایسی جگہ خرید کر بیت بنائیں جس کی حیثیت گروی سے بڑھ کر نہ ہو۔ دوسری

مشکل لنڈن کی میونسپلٹی کے اختیارات کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص زمین خریدے لیکن بعد میں اسی کو اس کے ہمسایوں یا بلدیہ کی طرف سے اجازت نہ ملے یا ایسی شرائط اور قیود کے ساتھ کہ بیت نہ بنائی جاسکے اور تمام خرچ و محنت اکارت جائے یا پرانا اور بوسیدہ مکان خرید لیا جائے۔ جو بعد میں بالکل نا قابل استعمال ثابت ہو بیت کے لحاظ سے صرف اس بات کی ضرورت نہیں تھی۔ کہ جگہ کافی ہو۔ بلکہ اس بات کی ضرورت تھی کہ زمین ایسی ہو جس میں بیت قبلہ رخ بن سکے اور بیت کے لئے علاوہ مبلغ کے رہائشی مکان کے ایک دوسرا دروازہ بھی ہو تا کہ تمام وہ لوگ جو بیت میں داخل ہونا چاہیں ان کو مشنری کے مکان کے اندر سے ہو کر نہ جانا پڑے بلکہ بیت کے لئے اپنا ایک علیحدہ دروازہ ہو جس سے وہ بلا تکلف آ جا سکیں۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے "ملکیت آزاد" یعنی قطعی اور ابدی بیع کا مکان خریدا گیا جس میں کہ ہم آزادانہ جس قسم کا مکان چاہیں بنائیں۔ بشرطیکہ وہ عام منظر کو بدنما نہ کرے اور نہ وہ اردگرد کے مکانات سے کم حیثیت کا ہو زمین ایک ایکڑ کے قریب ہے مکان جو چار منزلہ ہے اس میں مندرجہ ذیل کمرے ہیں باورچی خانہ ایک عدد' نوکر کا کمرہ ایک عدد' دو سٹور رومز پہلا فرش چار کمرے جس میں دو کمرے بطور دفتر کے استعمال ہوئے ہیں۔ ایک کمرہ بطور بیت کے اور دو کمرے بطور دفتر کے استعمال ہوتے ہیں۔ اور چوتھا کمرہ کھانا اور ملاقاتوں کا کام دیتا ہے ۶ کمرے سونے کے لئے استعمال ہوتے ہیں ایک غسل خانہ اور تین بیت الخلاء ہیں۔

مکان نیا ہے اور حضرت صاحب کے لنڈن تشریف لے جانے پر دوبارہ Test کرایا گیا۔ تو انجینئروں کی رائے تھی کہ ۸۰ سال تک اچھی طرح کام دے سکتا ہے۔ انگلستان میں بالکل نئے مکان کی عمر عام طور ایک سو سال تک اندازہ کی جاتی ہے۔

اس کے محل وقوع پر اعتراضات ہیں اور اس میں سب سے وزنی اعتراض یہ ہے کہ مرکز شہر سے فاصلہ پر ہے لیکن لنڈن کے لحاظ سے یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ

لنڈن شہر کے لئے کوئی ایک مرکز نہیں ہے پٹنی کا مرکز بیت کے قریب ہے اور شہر کی آبادی ۱/۴ میل سے شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ ہم نے اپنی طاقت کو بھی دیکھنا ہے میں نے دو دیگر مکانات جو شہر کے قریب تر تھے۔ تجویز کیے تھے۔لیکن ان کی خریداری ہماری طاقت سے باہر تھی اس لئے قادیان سے وہ مسترد کر دیئے گئے ان میں سے ایک مکان جو مجھے بہت پسند تھا اس لیے کہ وہ لنڈن کے نہایت اعلیٰ طبقہ میں لنڈن کی سب سے اونچی پہاڑی کی چوٹی پر تھا اور اگر چھوٹی سے عمارت وہاں بنا دی جاتی تو اس کا مینارہ سینٹ پال کے گرجا سے اونچا ہوتا یہ اس لئے نہیں خریدا گیا کہ اس کی قیمت سات ہزار پونڈ تھی۔اگر یہ مکان خرید لیا جاتا تو ہمارا سارا چندہ مکان اور زمین پر خرچ ہو جاتا۔اور بیت بنانے کے ۔لئے رقم باقی نہ بچتی۔

یکم جنوری ۱۹۲۱ء کو مشن نمبر ۴ اسٹار سٹریٹ سے تبدیل ہو کر نئے مکان میں آ گیا۔ اور فروری ۱۹۲۱ء میں اس کی رسم افتتاح بطور احمدیہ دارالتبلیغ منائی گئی۔اس کی اطلاع تمام اطراف میں پہنچ گئی تھی۔اور احمدیہ مشن لنڈن میں ایک نیا باب کھولا گیا۔ اور مکان کے گیٹ پر "احمدیہ البیت" کا بورڈ آویزاں کیا گیا۔ چونکہ یہ مکان وسیع تھا۔ اس لئے اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مشن،البیت ،مہمان خانہ اور لائبریری اور انجمن کا تمام کام اس سے اب تک لیتے رہے۔اور تعمیر بیت کی تجویز انگلستان میں صلح کے اعلان پر شدید گرانی ہو جانے کی وجہ سے معرض التواء میں رہی لیکن یہ ظاہری سامان شاید اس لئے ہوا کہ اس البیت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی احمدؑ کے خلیفہ ثانی کے مبارک ھاتھوں سے رکھی جائے۔ تا کہ خطۂ یورپ بھی اس نور و برکت سے بہرہ ور ہو جس سے اس کی بڑی بہن ایشیاء بہرہ ور ہو چکی تھی۔

چنانچہ فوری اور غیر معمولی حالات کے پیدا ہونے پر حضرت فضل عمر بشیر الدین محمود احمد نے اپنے مثیل کی طرف سے مغرب کا سفر کیا اور علاوہ دیگر دینی خدمات اور فتوحات

وہ شہر جو کفر کا ہے مرکز ہے جس پہ دشمنِ مسیح نازاں
خدائے واحد کے نام پر اک اب اس میں بیت بنائیں گے ہم
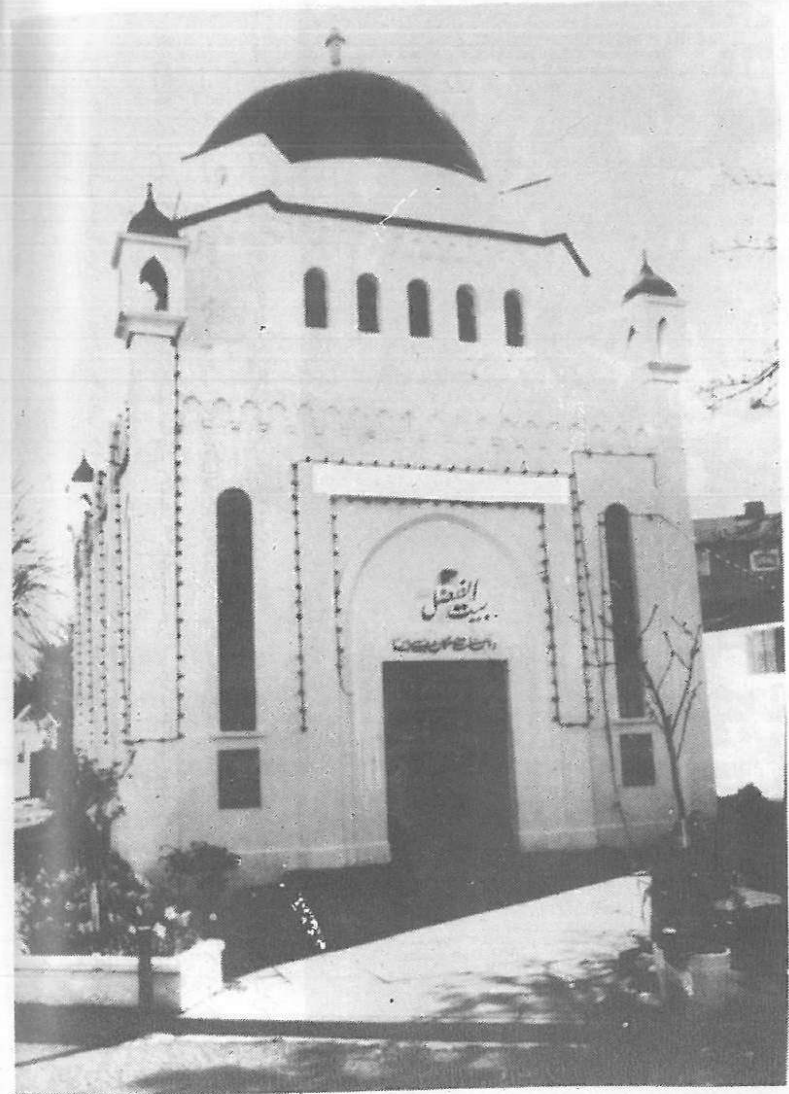
یہ لندن میں وہ بیت الفضل ہے جس کے لئے جگہ کی تلاش میں حضرت ابا جان نے آٹھ ماہ تک مسلسل جدو جہد کی اور اب محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام دنیا یہاں کی نورانی شعاعوں سے منور ہو رہی ہے

کے اکتوبر ۱۹۲۴ء میں اس البیت کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔

(الفضل ۱۲/ اکتوبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۵،۶)

مادیت کے گڑھ (لنڈن) میں پہلی البیت

حضرت اولو لعزم فضل عمر خلیفہ المسیح الثانی کا سنگ بنیاد رکھنا۔

۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء کا دن دنیا کی تاریخ میں عام طور پر اور لنڈن اور احمدیت کی تاریخ میں خصوصیت سے ایک یاد گار دن ہو گا۔ کیونکہ اس روز حضرت اولولعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی نے دنیا کے مادی مرکز (لنڈن) میں البیت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس البیت کی تحریک ۱۹۲۰ء میں کی گئی تھی۔ اس وقت حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی تحریک پر جماعت احمدیہ نے ایک لاکھ روپیہ جمع کیا۔ اور لنڈن کے ایک حصہ پٹنی میں ایک مکان بمع وسیع قطعہ زمین کے خرید لیا گیا۔ اسی زمین اور مکان کی خرید کا فخر مکرم چوہدری صاحب کے حصہ میں آیا اور یہ ایک مبارک فال تھا۔ جو فتح محمد کے نام سے لیا جاتا تھا۔

(الفضل ۲۱/ نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۱)

البیت الفضل لنڈن میں پہلا جمعہ

البیت الفضل لنڈن میں پہلا جمعہ ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو جس البیت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ ۲۴/ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو اسی جگہ پہلا جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پڑھایا۔ اس البیت مبارک میں پہلا جمعہ پڑھنے والوں کے جو نام مجھے یاد رہ سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

میاں شریف احمد صاحب، حافظ روشن علی صاحب، شیخ مصری صاحب، خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب، چوہدری فتح محمد صاحب سیال، عبدالرحیم صاحب نیر، مولنا درد صاحب، بھائی جی عبدالرحمٰن قادیانی صاحب، برادر ظفر حق صاحب، ڈاکٹر محمد

تقی الدین صاحب، ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب، تین مسلمان عورتیں تھیں، اور انگریز ایک ترکی ہمشیرہ (احمدی شاعرہ) اور اس کی بیٹی، مولوی محمد دین صاحب اور خاکسار محمد یعقوب عرفانی۔

(الحکم ۲۸/ نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴)

اس تعارف کے بعد وہ چیدہ چیدہ حالات درج کئے جاتے ہیں جو چوہدری صاحب سے متعلق ہیں۔

متھرا جنکشن

متھرا جنکشن ابھی آیا نہ تھا کہ آپ (حضور) نے چوہدری فتح محمد صاحب سے ملکانہ علاقہ کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ مجھے دیہات دکھاتے چلو آپ کو ملکانہ قوم کی فکر اس سفر میں بھی تھی۔ مگر جو سکھ سردار تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے سلسلہ گفتگو شروع ہو گیا اس اثنا میں متھرا جنکشن آگیا۔ اور حضور ملکانہ دیہات کی طرف توجہ نہ فرما سکے۔

گاڑی پہنچتے ہی حضور کا مع خدام کے جو اس موقع پر حاضر تھے ریلوے پلیٹ فارم پر فوٹو لیا گیا۔ بعدہ مختلف احباب نے حضور سے ملاقات کی اور گاڑی چلنے تک سخت ہجوم اور ازدہام رہا۔ بعض متھرا و قائم گنج کے احباب گاڑی کے چلنے پر وہاں ٹھر گئے۔ لیکن احباب جماعت احمدیہ آگرہ اور مجاہدین "میدان ارتداد" کو حضور کی معیت کا آگرہ تک فخر حاصل ہوا۔ متھرا اور آگرہ کے درمیان جو مواضعات ملکانوں کے راستے میں پڑتے ہیں وہ مکرم چوہدری صاحب نے حضور کو گاڑی سے دکھائے اور حضور نے فرح کے اسٹیشن پر گاڑی گذرتے وقت فرمایا وہ جگہ کہاں ہے جہاں ہندو ٹھاکروں نے شدھی کے خلاف پنچائیت کی تھی۔ وہ جگہ بھی چوہدری صاحب موصوف نے حضور کو گاڑی پر سے دکھائی۔

(الفضل ۲۲/ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۰)

بمبئی سے عدن جاتے ہوئے جہاز میں کئی ساتھی حضور سمیت بیمار ہو گئے۔ لیکن چوہدری صاحب کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں۔

سفر کے دوران جہاز میں طوفانی کیفیت شروع ہو گئی اور چوہدری محمد شریف صاحب اور میاں شریف احمد صاحب پر جہازی بیماری کا اثر ہو چکا تھا۔ خود حضرت صاحب کو بھی متلی ہوئی مگر پورے استقلال سے آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔

مجھے بھی متلی ہوئی ہے اس وقت خاکسار محمد یعقوب عرفانی بھی شریک احباب ہو چکا تھا۔ غرض یکے بعد دیگرے اثر ہونے لگا۔ مگر سوائے چوہدری فتح محمد صاحب اور بھائی عبدالرحمان صاحب کے سب شکار ہوئے۔

(الحکم ۲۱/ اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ۵)

چوہدری صاحب کے ساتھی بیمار ہوئے تو چوہدری صاحب نے اپنے ساتھیوں کی ہر طرح مدد کی۔ اور ان کو آرام پہنچاتے رہے۔ اس بارے میں الحکم کے ایڈیٹر صاحب جناب یعقوب علی عرفانی فرماتے ہیں۔

"غرض ہم تو بے دست و پا پڑے رہے اور یہاں تک کہ اپنے قیام سے اٹھ کر پیشاب کو بھی نہ جا سکتے تھے۔ ان ایام علالت و مجاہدہ جہازی میں بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی، چوہدری فتح محمد صاحب، ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب اور چوہدری علی محمد صاحب کی ہمدردی اور خدمت گذاری ایک گہرا نقش قلب پر چھوڑ رہی ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے اپنے آراموں کو قربان کر کے ہم کو آرام پہنچایا۔"

(الحکم ۲۱/ اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ۵)

چوہدری صاحب نے چونکہ ہر طرح اپنے بیمار ساتھیوں کا خیال رکھا تو خدا تعالیٰ نے اس کا اجر بھی دیا۔ خدا کے پاک خلیفہ کی مبارک زبان سے چوہدری صاحب اور بھائی عبدالرحمان صاحب کے لئے پاک کلمات ملاحظہ ہوں۔

وفد کی خبر گیری اور تیمار داری کی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔

"ان دنوں سفر کے دوران میں بھائی جی اور چوہدری صاحب نے شیروں کا کام کیا ہے۔" جزاکم اللہ احسن الجزاء

(الفضل ۲۳/اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ۳)

دیکھئے حضور کی شفقت اپنے ہمراہوں کے ساتھ باوجود خود بیمار ہونے کے اپنے ہم سفر ساتھیوں کا کس قدر خیال رکھا۔ان کے کھانے کا آرام اور ٹھہرنے کا غرض کہ ہر طرح کا خیال ملحوظ خاطر تھا۔ حضور اگر سختی فرماتے تھے۔ تو بھی اس میں شفقت اور نرمی کا پہلو نمایاں ہوتا تھا۔ چنانچہ مشیر طبّی ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب رقم طراز ہیں۔

حضور کے ہمراہوں میں سے سات ہمراہی ڈیک پر سفر کر رہے تھے۔ سب کے آرام کا خیال رکھتے ۔اور کبھی اپنے کھانے میں سے ان کو بھجوا دیتے ۔اور کبھی چوہدری صاحب جو کہ سیکنڈ کلاس میں تھے ان کو سخت تاکید فرماتے کہ کھانے کے منتظم کے ساتھ خاص اہتمام کریں تا کہ بر وقت سب کو کھانا مل جائے۔ ایک دن کسی قدر ہمراہوں کے کھانے میں دیر ہو گئی تو حضور نے خاکسار کو چوہدری صاحب کے پاس بھیجا کہ ان کو نوٹس دوں کہ اگر دس منٹ کے اندر اندر اپنے ہمراہوں کے کھانے کا انتظام نہ کیا تو پھر ہم خود کریں گے۔ لیکن چوہدری صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو بر وقت توفیق مل گئی۔

متذکرہ بالا حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اپنے ساتھیوں کا ہر طرح کا خیال رکھتے تھے۔ دوران سفر ایک ناخوش گوار واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ۔

عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو حضور نے سفر شروع ہونے سے پہلے کسی ملاقات کے لئے بھیجا جہاں دیر ہو گئی اور جہاز چل پڑا جب دو ساتھی نہ مل پائے تو سب بے چین ہو گئے لیکن حضور سب سے زیادہ بے قرار تھے۔ لیکن چوہدری صاحب اور عرفانی

صاحب بعد میں قافلہ سے آن ملے لیکن بہت تکلیف سے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حیفا سے برنڈزی تک کے حالات

حیفا سے پورٹ سعید

صبح آٹھ بجے حیفا سے پورٹ سعید کی طرف روانگی سے ایک گھنٹہ پہلے حضرت صاحب نے شیخ یعقوب علی صاحب اور چوہدری صاحب کو حکم دیا کہ محمد علی کے لڑکے کو کتابیں دے آؤ۔ جو حیفا میں رہتا ہے۔ وہ گئے اور پھر ساتھ نہ مل سکے ان کے آنے سے قبل گاڑی چل دی۔ لد کے اسٹیشن پر ہمارے ان بچھڑے ہوئے دوستوں کے متعلق تار آیا۔ تار کا مضمون یہ تھا "قونصل جنرل نے حیفا سے ٹیلیفون کیا ہے اور لد کے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا ہے کہ دو آدمی رہ گئے ہیں ان کو پہنچانے کیلئے میں کیا کر سکتا ہوں یہاں سے جواب گیا کہ ایک بجے مال گاڑی حیفا سے چلے گی اس سے ان کو بھیج دیا جائے۔

پورٹ سعید سے برنڈزی تک

حضرت صاحب سٹیشن سے سیدھے کانٹی نینٹل ہوٹل میں تشریف لے گئے۔ اور ہندوستان سے آئی ہوئی ڈاک ملاحظ فرمائی۔ ایک آدمی کو ہوٹل کے مینیجر کے پاس بھیجا۔ پھر حضور دفتر شریف لے گئے۔ اور دو بج گئے۔ سامان کسٹم ہاؤس میں لے جایا گیا۔ ایک موٹر قنطرہ روانہ کی گئی کہ عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو لے آئے ہم لوگ کسٹم وغیرہ کے جھگڑوں سے فارغ ہو کر $3\frac{1}{2}$ بجے جہاز کے اندر پہنچے ہمارا جہاز ۸ بجے پورٹ سعید سے روانہ ہوا۔

بعض ساتھیوں کا پیچھے رہ جانا

ہم آخری وقت تک عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے۔ مگر نہ آئے۔ اس رات یعنی (۱۲-۱۳اگست کی درمیانی رات) رات بھر ہم

میں سے کوئی ایک لمحہ کیلئے سونا تو الگ رہا لیٹ بھی نہ سکا۔ عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو حضرت صاحب نے حیفا سے آگے نکل کر ایک تار دلوایا تھا کہ آپ لوگ مال گاڑی کے ذریعے یا کسی اور طریق سے فوراً قنطرہ پہنچیں۔ وہاں سے موٹر کے ذریعے پورٹ سعید آجائیں۔ پورٹ سعید سے ۱۳، تاریخ کو جہاز روانہ ہوگا۔ اگر آپ لوگ وقت پر نہ پہنچیں تو واپس ہندوستان چلے جائیں مگر بعد میں قونصل حیفا کی کوشش سے انکی روانگی کا کچھ انتظام ہوگیا۔ تو حضور نے ان کی سہولت کے تمام سامان مہیا کرائے اور اخراجات جمع کروادیئے۔

(الفضل ۲۰ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۲)

پیچھے رہنے والے احباب کی سرگزشت

۱۸ر اگست ۱۰ بجے چوہدری صاحب اور عرفانی صاحب بھی تشریف لائے اور خدا کے فضل سے قافلہ پورا ہوگیا۔ ان کی کہانی بھی عجیب ہے۔

برٹش قونصل نے حیفا میں ان کی ہر طرح سے امداد کی اور ریلوے والوں کو ہر ممکن آرام پہنچانے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ حیفا سے غازہ تک وہ فرسٹ کلاس میں سفر کرکے آئے حالانکہ ٹکٹ انکا تھرڈ کلاس کا تھا۔ دو-ڈی-ٹی-ایس-ان کی خدمت کیلئے متعین کئے گئے ہر اسٹشن سے ان کی خبرگیری کے ٹیلیفون ہوتے تھے۔ غازہ سے پسنجر ٹرین کی بجائے گڈس ٹرین ہوگئی۔ اس میں بھی گارڈ کی بریک میں جگہ دی گئی۔ گارڈ نے اپنا کمبل وغیرہ بچھا کر انہیں آرام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اپنا کھانا ان کے آگے رکھا۔ اور گاڑی اس تیزی سے چلائی کہ اگر وہ اسی رفتار کے ساتھ چلی جاتی تو ۶ بجے صبح وہ قنطرہ پہنچ جاتے اور سات بجے پورٹ سعید پہنچ کر ہمارے ساتھ ہی جہاز میں سوار ہو جاتے۔ مگر اتفاقاً انجن بگڑ گیا اور چار گھنٹہ تک گاڑی رکی رہی دوبارہ نیا انجن آیا۔ گاڑی کو لے کر روانہ ہوا۔ اس لیے گاڑی چھ بجے کی بجائے ۱۲ بجے قنطرہ پہنچی جہاں موٹر رات

سے انکا انتظار کر رہی تھی۔ قنطرہ سے وہ بذریعہ موٹر پورٹ سعید پہنچے۔ پورٹ سعید ایک رات ٹھہر کر اسکندریہ گاڑی کے ذریعے گئے۔ اور وہاں ایک رات ٹھہر کر جمعہ کے روز اس کمپنی کے ایک اچھے جہاز میں سوار ہوئے۔ جس کا کرایہ انکوادا کرنا پڑا۔ کیونکہ پہلے ٹکٹ انکے ہمارے پاس تھے۔ وہ جہاز جس میں کہ دونوں حضرت سوار ہوئے بہت اچھا تھا۔ اور تیزرو تھا۔ ۱۷، ۱۸ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آیا ہمارا جہاز صرف ۱۰، ۱۱ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا تھا۔ اس وجہ سے تین دن کے فرق کو پورا کر کے صرف ایک دن بعد ہمارے ساتھی ہم سے آملے۔

(الفضل ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴)

چونکہ چوہدری صاحب کو حضور اپنے ساتھ بطور سیکرٹری تبلیغ کے لئے گئے تھے۔ لہٰذا موقع ملتے ہی چوہدری صاحب کے سپرد یہ کام کیا کہ مختلف جرائد کے ایڈیٹروں سے مل کر تبادلہ خیالات کئے جائیں۔ چنانچہ کام کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔
شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں۔

پورٹ سعید سے قُدس تک

۳۱ر جولائی ۱۹۲۴ء کو حضرت صاحب نے مجھے اور چوہدری صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کو حکم دیا کہ ہم جرائد کے ایڈیٹروں سے ملیں۔ اس مقصد کے لیے حضرت صاحب نے خاص ہدایات دیں تھیں چنانچہ عزیزی محمود احمد صاحب کو ساتھ لے کر ہم نے اللواء الاخبار محروسہ مقطم ایجپشن میں اور لطائفِ مصورہ کے ایڈیٹروں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں اہم نقطہ یہ تھا کہ ہم ان کو جماعت کے نظام اور اسکے تبلیغی اور تعلیمی کام سے آگاہ کریں اور اس سفر کے مقاصد سے واقفیت بہم پہنچائیں تاکہ انہیں کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔ اس ملاقات میں مسئلہ خلافت اور ہمارے نقطہ خیال پر

عملی تبادلہ خیالات ہوا۔

(الفضل ۱۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء)

محروسہ کا ایڈیٹر اور مصر میں تبلیغ

محروسہ کے ایڈیٹر صاحب نے دوران گفتگو کہا کہ آپ مصر میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ نہ کریں یہاں اسکو کوئی قبول نہ کرے گا اور میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ لوگ یہاں سے آپ کے مبلغین کو مصر سے باہر جانے پر مجبور کر دیں گے۔ چوہدری صاحب نے جواب دیا۔

ان باتوں سے ہم ہرگز نہیں ڈرتے یہ باتیں ہمارے ارادوں کو پست نہیں کر سکتیں۔ ہم صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور کوئی دوسری طاقت ہم کو ڈرا نہیں سکتی۔ ہندوستان میں ہماری جو مخالفت ہوئی ہے وہ کم نہیں مگر کبھی ان مخالفتوں نے ہم کو اپنے کام سے نہیں روکا۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے اور خدا نے ہمارے امام سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسکی نصرت اور تائید کرے گا۔ اور ہم نے اس کی تائید کا مشاہدہ کیا ہے پس آپ جتنا چاہیں زور لگائیں ہم اپنی تبلیغ مصر کے سلسلہ کو نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ اور مضبوط کریں گے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ ہم انشاءاللہ کامیاب ہوں گے"

حوصلہ کی اس بلندی اور جرأت سے جو حضرت اولوالعزم کی توجہ نے ہمارے اندر پیدا کی ہے محروسہ کے ایڈیٹر صاحب پر ایک سکتہ کی کیفیت طاری کردی۔ اور جس زبان سے وہ یہ تہدید آمیز پیغام ہم کو دے رہا تھا۔ اسی زبان سے کہنے لگا۔

"ہم آپ کو اس جرات اور دلیری پر مبارک باد دیتے ہیں"

(الفضل ۱۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵ تا ۷)

مصر سے روانگی

مصر سے روانگی کے دن ایک قابل وکیل کی ملاقات کیلئے ہم کو بھیجا گیا۔ ان کا نام سردست نہیں لکھتا۔ وہ ۳۰ اگست کو تقریباً چار گھنٹہ تک مکان اور اسکے قریب ایک ہوٹل میں حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے منتظر رہے اور بالآخر اپنا کارڈ چھوڑ کر چلے گئے چونکہ اب کوئی وقت ملاقات کا نہ تھا۔ اور حضرت صاحب نے مجھ کو اور حافظ صاحب اور چوہدری صاحب کو حکم دیا کہ ہم ان سے مل کر آئیں چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بہت اخلاص اور محبت سے ملے اور انہوں نے ظاہر کیا کہ وہ سلسلہ احمدیہ میں بیعت کا اِرادہ کر چکے ہیں خدا تعالیٰ انہیں توفیق دے۔

(الفضل ۱۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵ تا ۷)

یہودی علماء سے ملاقات بیت القدس میں

حضرت صاحب نے حافظ روشن علی صاحب چوہدری صاحب اور عرفانی صاحب کو یہودیوں کے علماء سے ملنے کی غرض سے بھیجا۔ جو روانگی کے آخری اوقات میں گئے۔ اور چونکہ پہلے سے انتظام و اطلاع کرر کھی تھی۔ ان کے بڑے بڑے علماء ایک جگہ جمع تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ان سے بعض سوالات کئے گئے۔ مگر ان کے جواب میں ان یہودی علما میں اختلاف تھا۔

(الفضل ۱۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء)

حضور دمشق میں

حضور نے شیخ عبدالرحمن صاحب اور چوہدری صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کو یہاں کے روساء اور علماء سے ملنے کا حکم دیا۔ وہ عصر کی نماز کے بعد گئے۔ شیخ

بدرالدین صاحب مشہور اور پرانے عالم سے بھی ملے اور بہت سے علماء کے ایڈریس بھی لائے۔

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶)

ایڈیٹروں سے ملاقات

۱۸؍اگست چوہدری صاحب اور عرفانی صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب کو حضور نے حکم دیا کہ ایڈیٹران اخبارات کے پاس جائیں۔ یہ اصحاب سب سے پہلے "روما" کے ایک بڑے اخبار "لائیربیونا" کے پاس گئے جس کی روزانہ اشاعت سوا لاکھ ہے۔

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶)

لائربیونا کا انٹرویو

۱۸؍اگست کو ظہر و عصر کی نماز کے بعد چوہدری صاحب مولوی رحیم بخش صاحب اور خاکسار عرفانی نے اس اخبار کے ایڈیٹر سے ملاقات کی۔ اس نے انٹرویو کی خواہش کی۔ اور اس اشتیاق میں کہ "خواہ کوئی ہی وقت ہو یہاں تک کہ اگر آدھی رات کو بھی مجھے آنا پڑے تو میں شوق سے آؤں گا۔" چنانچہ اس کے لیے سوا دس بجے رات کا قت مقرر ہوا۔ اور دو گھنٹہ تک اس سے ایک طویل انٹرویو کیا۔

(الفضل ۲۳؍ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴)

حضور ایک ایسے ملک میں تشریف لے گئے تھے جو کہ سب سے زیادہ اپنے اپ کا مہذب ہونے کا دعویدار ہے۔ جبکہ اسلامی تعلیم پر اگر عمل کیا جائے تو اسلامی تعلیم پر باعمل انسان سب سے زیادہ مہذب ہوگا۔ نہ کہ عیسائیت کی تعلیم پر عمل کرنے والا۔

چنانچہ حضور نے اپنے ساتھیوں کو ترتیب سے چلنے اور کھڑے ہونے اور مختلف موقعوں پر بیٹھنے کی جو ہدایات مرحمت فرمائیں ان کے بارہ میں حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب رقمطراز ہیں۔

ہر کام میں نظام

حضرت صاحب کو ہمیشہ اپنے کام میں ایک نظام باقاعدگی اور ترتیب کا خیال ہوا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ حضور اشارتاً اس کا حکم بھی دے دیا کرتے اس سفر میں حضور نے فرمایا۔

"چونکہ آپ ایک متمدن اور مہذب ملک میں جارہے ہیں۔ لہٰذا اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ ہمارے ہر کام میں ایک ترتیب اور ایک نظام قائم رہے۔ اسٹیشن سے اترنا۔ شہروں میں پھرنا۔ مجالس کی شرکت۔ دعوتوں میں شرکت۔ فوٹوؤں میں ترتیب اور نظام قائم رکھا جائے مگر اس طرف ۲؍اگست تک کوئی توجہ نہ دی گئی۔ آخر حضور نے خود ایک ترتیب اس طرح قائم کی۔

۱۔ بازاروں میں چلنے کی صورت میں آگے حضرت صاحب ہوں اور حضور کے بعد حسب ذیل دو دو آدمی ہوں۔ پہلے نام والے دائیں اور دوسرے نام والے بائیں ہاتھ پر رہیں۔

ذوالفقار علی خان صاحب اور حافظ روشن علی صاحب۔ چوہدری صاحب اور شیخ محمد خان صاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔ حضرت میاں صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب۔ عرفانی صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب ۔ چوہدری محمد شریف صاحب اور بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی۔ ان سب کے بعد چوہدری علی محمد صاحب۔

۲۔ اگر بازار میں بھیڑ ہو اور دو دو کر کے چلنے کا موقع نہ ملے تو دائیں ہاتھ والا آدمی آگے اور بائیں ہاتھ والا آدمی پیچھے ہو۔ اور ایک لمبی قطار بن جائے۔

۳۔ اگر لمبی لائن میں سامنے ہو کر کھڑا ہونا ہو تو درمیان میں حضرت صاحب ہوا کریں گے اور باقی دوستوں کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

دائیں جانب۔ خان صاحب۔ حافظ صاحب۔ میاں صاحب۔ مولوی رحیم بخش صاحب۔ عبدالرحمن قادیانی صاحب۔ محمد شریف صاحب۔

بائیں جانب۔ فتح محمد صاحب۔ مصری صاحب۔ عرفانی صاحب۔ ڈاکٹر صاحب اور علی محمد صاحب۔

۴۔ اگر فرنٹ میں دو لائنوں میں کھڑا ہونا ہو تو یہ ترتیب ہوگی۔

پہلی لائن۔ درمیان میں حضرت صاحب دائیں جانب۔ خان صاحب۔ حافظ صاحب میاں صاحب۔

بائیں جانب۔ چوہدری صاحب۔ مصری صاحب۔ رحیم بخش صاحب

دوسری لائن۔ ڈاکٹر صاحب ۔ عرفانی صاحب۔ عبدالرحمن قادیانی صاحب چوہدری شریف صاحب ۔ اور علی محمد صاحب۔

چنانچہ جب قادیان دارالامان تشریف لائے تو ایک ترتیب سے ساتھی کھڑے ہوئے۔ ایک ترتیب سے سب کام انجام دیا گیا۔

حضور واپس دارلامان میں

جب حضور واپس سفر یورپ سے دارالامان تشریف لائے تو چلتے وقت احباب کی ترتیب یہ تھی۔

موٹر سے اتر کر مردوں کے مجمع تک حضور مع خدام کے اس طریق سے تشریف لائے کہ سب سے آگے حضور تھے اور حضور کے پیچھے رفقاء حسب ذیل ترتیب سے دو قطاروں میں تھے۔

پہلی قطار میں۔ ذوالفقار علی خان صاحب ۔ چوہدری صاحب۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔

دوسری قطار میں۔ حافظ روشن علی صاحب۔ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

صاحب۔ ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب۔

قادیان میں آمد پر حضور کا پہلا کام

حضور نے پھر فرمایا۔

”میں دوستوں کو یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ اب میں پیدل ہی قادیان جاؤں گا۔ لیکن میں داخل ہونے سے پہلے میرا منشاء ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر جاؤں کیوں کہ وہاں جا کر دعا کرنی ہے اور میر صاحب (نواب ناصر صاحب) کا جنازہ بھی پڑھنا ہے۔ مگر وہاں صرف میں اور میرے ہمراہی جائیں گے۔ جو میرے ساتھ سفر سے آئے ہیں۔ وہاں سے لوٹ کر ہم بیت مبارک میں نماز پڑھیں گے“

(الفضل ۲۹ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۲)
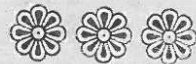
باب نمبر 6

چوہدری صاحب بطور ناظر

۱- نظارت دعوۃ و تبلیغ کی اہمیت

۲- اندرون ملک تبلیغی سرگرمیاں

۳- قادیان کے مضافات میں تبلیغ

۴- مختلف مواقع پر آپکی صدارتی خدمات

۵- وفود

۶- متفرق خدمات

چوہدری صاحب مختلف عہدوں پر

حضرت چوہدری صاحب نے جن مختلف حیثیتوں میں خدمت دین سر انجام دی اس کی فہرست حسب ذیل ہے۔

چوہدری صاحب مختلف عہدوں پر

۱- ۱۹۰۶ء انجمن تشحیذ الاذہان کے اعزازی ممبر

۲- ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۶ء انچاج لنڈن مشن

۳- ۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۹ء افسر صیغہ اشاعت اسلام رہے۔[1]

۴- ۱۹۱۸ء میں سیکرٹری انجمن ترقی اسلام بھی تھے۔[2]

۵- ۱۹۱۹ء تا جولائی ۱۹۲۱ء تک لنڈن مشن کے امیر۔[3]

۶- ۱۹۲۲ء میں آپ ناظر تالیف و اشاعت تھے۔[4]

۷- ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۴ء تک امیر وفد المجاہدین قادیان برائے کارزار شدھی

۸- ۱۹۲۴ء میں ہی نائب ناظر محکمہ انسداد اور پھر ناظر محکمہ انسداد رہے۔[5]

۹- جولائی ۱۹۲۴ء کو چوہدری صاحب سیکرٹری تبلیغ کے طور پر حضور کے ساتھ لنڈن گئے۔[6]

۱۰- دسمبر ۱۹۲۴ء تا ۱۹۵۰ء ناظر دعوت و تبلیغ رہے۔[7]

۱: سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ۱۹۱۸ء ۱۹۱۷ء صفحہ ۱۵

۲: الحکم ۷/ اپریل ۱۹۱۸ء صفحہ ۲، ۱

۳: الفضل ۱۲/ جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۵

۴: الفضل ۲۰/ فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۲

۵: الفضل ۲۳/ مئی ۱۹۲۴ء صفحہ ۹

۶: الفضل ۱۸/ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۴

۷: الفضل ۱۳/ دسمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۱

۱۱- ۱۴/ مارچ ۱۹۲۸ء کو لیکچروں کی فراہمی کی نگرانی صیغہ ترقی اسلام کے سیکرٹری چوہدری صاحب کے سپرد کر دی۔[1]

۱۲- فروری ۱۹۳۱ء کو چوہدری صاحب نے نظارت اعلیٰ کا چارج لیا۔[2]

۱۳- ۳۲'۱۹۳۱ء میں ناظر تعلیم و تربیت کے طور پر کام کیا۔[3]

۱۴- ۱۹۴۰ء میں مجلس انصار اللہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور آخری دم تک رہے۔[4]

۱۵- ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء تک امیر مقامی تبلیغ کے طور تبلیغ اسلام کرنے کا موقعہ ملا۔[5]

۱۶- اکتوبر ۱۹۵۰ء میں ناظر دعوۃ تبلیغ و ناظر اعلیٰ کے ممتاز عہدوں پر رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے اور پھر ۱۹۵۴ء سے ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء تک ناظر اصلاح و ارشاد کے عہدہ پر فائز رہے یہاں تک کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔[6]

۱: رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۹ء صفحہ ۵
۲: الفضل ۲۱/ فروری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱
۳: سالانہ رپورٹ صدر انجمن ۱۹۳۱ء صفحہ ۱
۴: تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ ۱۷
۵: الفضل ۲۹/ مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۵
۶: الفضل ۲۹/ مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۵

1 - شعبہ دعوت و تبلیغ کی اہمیت

گو حضرت چوہدری صاحب پہلے ہی دن رات تبلیغ میں مصروف تھے لیکن جب شعبہ دعوت و تبلیغ کے انچارج بنے تو پہلے سے بھی کام کو تیز فرما دیا آپ نے شعبہ دعوت و تبلیغ کی ضرورت پر تحریر فرمایا۔

اگرچہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام کام اور موجودہ نظارت بھی کچھ کم اہمیت رکھنے والی نہیں لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی غرض اور زمانہ کی صدائے العطش اور دور تکمیل اشاعت کے عہد کی موجودگی جو خصوصیت اس شعبہ کو دے رہی ہے۔وہ اپنی نوعیت میں کم اہم نہیں حضرت مسیح موعودؑ نے دنیا میں تشریف لا کر جو زریں کارنامہ کیا اور ان کے خلفاء نے جس اصل الاصول کو کما حقہ نبھایا اور پورا کیا اس کا اگر اجمالاً و اختصاراً کوئی مفہوم ہو سکتا ہے تو وہ تبلیغ ہی ہے گویا بالفاظ دیگر احمدیت کی جان اگر ہے تو تبلیغ ہے پس ہر اس شخص کو جو احمدی کہلاتا ہے یہ فرض ہے کہ وہ اس غرض کو اچھی طرح سے پورا کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی اس غرض کو بہ احسن طریق پورا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کام کو منظم صورت میں کیا جائے تا وقت روپیہ، محنت وغیرہ بھی کم خرچ ہو اور یہ مقصد بھی حاصل ہو۔سو اس قسم کے قواعد کو ملحوظ رکھ کر اور کاموں کو سر انجام دینے کے لئے دوسری نظارتوں کو ترتیب دی گئی۔جہاں اس نظارت کی بھی تشکیل کی گئی۔

سو الحمد للہ کہ اس نظارت نے اس سال بعض ایسے کام سر انجام دیئے ہیں جو اپنی کیفیت اور کمیت میں خاص امتیاز رکھتے ہیں جیسا کہ رپورٹوں سے ظاہر ہے اس کا

دائرہ عمل نہ صرف طول وعرض ہندوستان ہی ہے بلکہ حدود ہندوستان سے نکل کر لنڈن' امریکہ' ہانگ کانگ ماریشس' آسٹریلیا' دمشق' سماٹرا' افریقہ' ایران' ترکستان وغیرہ ممالک غیر میں بھی وسعت پذیر ہے۔اور جہاں محض خدا ہی کے فضل و کرم اور عون ونصرت سے "دین قیم" کی تکمیل اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔

(الفضل ۱۲/ جنوری ۱۹۲۶ء صفحہ ۵)

تبلیغ کرو

چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔

میں اس موقع پر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ تبلیغ کرو تبلیغ کے لئے میدان بہت وسیع ہے۔ہندوؤں میں کرو۔سکھوں میں کرو مسلمانوں میں کرو بعض ہمارے دوست کہہ دیتے ہیں کہ ہندو کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔یہ بات اگر کسی غیر احمدی کی طرف سے کہی جائے تو خیر لیکن احمدی قوم سے یہ سن کر افسوس ہوتا ہے اور یہ بات ہے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے کشوف و رویاء کے خلاف دنیا میں جو نبی آئے ہیں وہ حیرت انگیز کام کرتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وہ ان کا کام نہیں ہوتا ہے خدا کا ہوتا ہے۔ہم بے شک ہندوؤں کو مسلمان نہیں کر سکتے لیکن خدا تو کر سکتا ہے۔ مگر اس کی طاقت کے اظہار کے لئے آپ سعی کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے جو تغیرات ہندوؤں میں ہوئے مثلاً۔لیکھرام آپ کی پیش گوئی کے مطابق مر گیا۔ان کو آپ پیش کر سکتے ہیں(حضرت موسیٰؑ کمہاروں کی قوم کی طرف آئے تو خدا تعالیٰ نے ان کو بادشاہ بنا دیا۔کیا اس سے یہ زیادہ ممکن ہے کہ ہندو مسلمان ہو جائیں۔)اسی طرح عرب بت پرست تھے۔ توحید سے بالکل ناآشنا ہو چکے تھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ آئے کفر ٹوٹ گیا وحدت پیدا ہو گئی توحید پھیل گئی۔اسی طرح ہندوستان کا مسلمان ہو جانا کوئی تعجب کی

بات نہیں۔ خدا نے جو اس میں نبی بھیجا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں تبلیغ کی جائے اور جب مذہب کی تبلیغ کی جائے گی تو پھر یہ بات آپ ہی حاصل ہو جائے گی کہ حکومتیں اور سلطنتیں مل جائیں پس آپ ان سیاسی امور کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مان لیں تو حکومت مل جائے گی۔ سلطنت کا ان کو بہت شوق ہے ممکن ہے اس کی خاطر ہی مسلمان ہو جائیں۔

(الفضل ۲/ اپریل ۱۹۲۶ء صفحہ ۷'۸)

پھر یہی نہیں بلکہ آپ وقتاً فوقتاً احباب جماعت کو مختلف تبلیغ کے طریقوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ تاکہ جس طرح بھی ہو کام جلد اور آسانی سے ہو سکے چنانچہ آپ تبلیغ سے متعلق ہدایات دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

تبلیغ کے متعلق سب سے ضروری بات یہ ہے کہ خود مبلغ کا ایمان نہایت مضبوط ہو اور اس کو یہ یقین ہو کہ حالات خواہ کیسے ہی مایوس کن ہوں۔اللہ تعالیٰ سچوں سے محبت اور ان کی تائید کرتا ہے۔

كتب الله لا غلبن انا و رسلی

دوم یہ کہ آج کل خدا تعالیٰ اس بات پر تلا ہوا ہے کہ اسلام کا حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے ذریعہ باقی تمام مذاہب پر غلبہ اور اظہار ہو۔

ليظهره على الدين كله اور وقت بھی یہی وقت ہے۔

سوم یہ کہ اکثر لوگ حق پسند ہوتے ہیں۔ان کی طبیعت کو حق کی طرف قدرتی کشش ہے۔

الست بربكم قالو بلیٰ

اس لئے جیسا کہ مومن کی شان سے بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مایوس ہو اسی طرح انسان سے بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

ان بعض الظن اثم

ان کے اظہار تعصب یا دشمنی سے گھبرانا نہیں چاہیے یہ دشمنی اور تعصب وقتی ہوتا ہے۔ دیر تک نہیں چل سکتا کیونکہ باطل اور حق میں یہ بھی فرق ہے کہ باطل میں وہ استقلال نہیں ہوتا۔ جو حق میں ہوتا ہے حق کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں استقلال بھی ہو۔ کام لگاتار اور متواتر کیا جائے۔ اس لئے طبائع مایوس ہو جاتی ہے اور نفرت دور ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ حق سے محبت پیدا ہوجاتی ہے بات کو بار بار دھرایا جائے۔ تاکہ لوگوں کے سامنے وہ تعلیم یا خیال ہر وقت موجود رہے۔اس میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خواہ لوگ ناپسند بھی کریں وہ بات ان کے دماغوں میں داخل ہو جاتی ہے۔

"ان الذین قالو اربنا اللہ ثم استقاموا"

(الفضل ۲؍ فروری ۱۹۲۲ء صفحہ ۸)

تبلیغ سے متعلق ضروری امور

ادع الی سبیل ربک با لحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ

تبلیغ میں حکمت کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں حکم ہے کہ تبلیغ کا کام عقل مندی سے کرنا چاہیے ۔ اس لئے سلسلہ احمدیہ کے مبلغین کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ تبلیغ کے کام میں محنت تو دیوانہ وار ہونی چاہیے لیکن انتہائی جوش اور خلوص سے کام کرتے ہوئے اپنی کوشش اور جدوجہد میں حکمت کو بھی مد نظر رکھیں ظاہری اور جسمانی جنگ میں بھی سپاہیوں کی طرف سے یا قوم کی طرف سے محض قربانی ہی کام نہیں آتی بلکہ عام طور پر جو فریق فنون جنگ کو مد نظر رکھتے ہوئے حکمت سے کام لیتا ہے وہ فاتح ہوتا ہے۔جب جسمانی جنگ میں یہ بات ضروری ہے تو روحانی جنگ میں یہ امر اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

انفرادی تبلیغ کی اہمیت

تبلیغ اسلام کے لئے انفرادی تبلیغ نہایت ضروری ہے پبلک میں وعظ کرنا یا مناظرہ کرنا نسبتاً آسان ہے۔ کیونکہ اس میں اخلاقی مشکلات اور ذہنی دقت کم ہوتی ہے۔لیکن کسی کے پاس جا کر انفرادی تبلیغ کرنا اپنی جان پر سخت بوجھ ڈالنے کے مترادف ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا انسان بھیک مانگنے جارہا ہے۔ اس لئے باوجود سخت تاکید کے مبلغ عام طور پر انفرادی تبلیغ سے جی چراتے ہیں کیونکہ مبلغ جاتا تو نور اور ہدایت دینے کیلئے ہے لیکن پوزیشن اس کی فقیر اور منگتے کی بن جاتی ہے۔لیکن یہ کڑوا گھونٹ مبلغ کو اللہ تعالیٰ کے لئے روزانہ نوش کرنا ہی پڑتا ہے اور اگر کوئی مبلغ اس بات سے گھبراتا ہے تو گویا وہ اپنے اس ابتدائی عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ دنیا کی ہر مصیبت کو اٹھانے کے لئے تیار رہے گا۔

حالات کا جائزہ لینا

ہر کام میں تفتیش ضروری ہوتی ہے جیسا کہ عقلمند طبیب بغیر تشخیص مرض کے علاج تجویز نہیں کرتا۔اسی طرح ایک سمجھ دار مبلغ کو زیر تبلیغ افراد اور زیر تبلیغ علاقہ کی تفتیش کرنی چاہیے ۔ہر ایک فرد جس سے گفتگو کی جائے اس کی طبیعت کا اندازہ لگانا چاہیے اور اس اندازہ کے مطابق ہر شخص پر وقت خرچ کیا جائے جن لوگوں کے دل میں خشیت اللہ ہو وہ حق کو جلدی مانتے ہیں اور بعض اور ہوتے ہیں کہ ان کے قلوب بالکل مردہ ہوتے ہیں۔جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان میں روح نہ پھونکی جائے ان کو سنانا اور نہ سنانا برابر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن با لغیب ط فبشرہ بمغفرۃ و اجر کریم

ترجمہ: بات یہ ہے کہ تو ان لوگوں کو وعظ کرتا ہے۔جو نصیحت کو مانتے اور بن دیکھے

اللہ سے ڈرتے ہیں پس بشارت دے ان کو مغفرت کی اور اجر کریم کی۔

خشیت اللہ رکھنے والے دل

پھر آپ نے فرمایا۔

انا نحن نحی الموتیٰ

ترجمہ : احیائے موتیٰ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

جو شخص روحانی موت مر چکا ہو اس کا احیاء اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ وعظ و نصیحت یا انذار اور تبشیر ایسے لوگوں کو فائدہ نہیں دیتا اس لئے انفرادی طور پر تبلیغ کے لئے سب سے پہلے ضرورت ہے کہ مبلغ یہ دیکھے کہ اس کے مخاطب میں خشیت اللہ کا بیج باقی ہے یا نہیں اگر مخاطب میں خشیت اللہ کا بیج باقی ہو تو تبلیغ جلدی بار آور ہو گی۔اور اگر خشیت اللہ کا بیج باقی نہیں رہا تو جیسا مردہ یا شور زمین یا پتھریلی زمین میں بیج ڈالا ہوا ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وعظ و نصیحت ایسے لوگوں پر ضائع ہو جاتی ہے۔

دعا کی جائے

مگر ایسے لوگوں کو یہ نہیں کہ چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کا اصل علاج دعا ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے گر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔ پس ایسے موقع پر وعظ و نصیحت کی نسبت دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گر جانا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ کہ مردوں کی نبض بھی چلنی شروع ہو جاتی ہے۔

ضروری امور

بعض آدمی جو سوچنے سمجھنے کا مادہ نہیں رکھتے یا دینی امور میں ان کو بصیرت

حاصل نہیں ہوتی۔ وہ اپنے مذہب پر محض تقلید کے طور پر قائم رہتے ہیں ۔ ایسے لوگوں پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور چن چن کر ہر ایک مذہب اور ملت کے سمجھ دار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگوں کو تبلیغ کرنی چاہیے جب ایسے لوگوں کی کثرت ہدایت پا لیتی ہے تو باقی لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے رجحان کو دیکھ کر سچائی کے قائل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حیثیت محض توابع کی ہوتی ہے۔ اور اس طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل میں حصہ دار ہو جاتے ہیں۔

تبلیغ کا ایک اور گر

قرآن شریف نے تبلیغ کا ایک گر یہ بھی بتلایا ہے فرمایا۔

قلیل من عبادی الشکور

اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے قلیل ہی ہوتے ہیں

اس لئے آپ دیکھیں گے کہ ایک بستی یا گاؤں میں چند آدمی جلدی ایمان لے آئیں گے۔ اور باقی حصہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ دراصل ہر ایک شہر یا بستی میں چند ایسے آدمی ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو فوراً سمجھنے اور ماننے کے قابل ہوتے ہیں۔اس لیے جب کشمکش شروع ہو جائے تو اس جگہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے دوسرے مقامات کی طرف توجہ دینی چاہیے ۔اور ان نئے مقامات میں قلیل من عبادی الشکور کی تلاش میں لگ جانا چاہیے۔ پہلی بستی کے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ۔ان میں اگر نور ایمان قائم ہے تو تمام بستی کو ان مومنوں کا نور منور کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے اس لئے جو مبلغ بجائے ایک جگہ ڈیرہ ڈال دینے کے مختلف مقامات میں ضرورت اور لوگوں کی خواہش اور برداشت کے مطابق کام کرے گا وہ زیادہ کامیاب ہو گا۔

مباحثات اور تقسیم لٹریچر

نئے مقامات میں جہاں لوگ احمدی عقائد اور ان کے دلائل سے ناواقف ہوں مباحثات بہت مفید ہوتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے عام و خاص سب کو اطلاع ہو جاتی ہے اور موٹے موٹے دلائل سے بھی لوگ واقف ہو جاتے ہیں۔ جب یہ غرض حاصل ہو جائے تو پھر ذاتی تعلقات پیدا کر کے جو لوگ متوجہ ہوں ان کو انفرادی تبلیغ کرنی چاہی جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو لوگوں کو عاریۃً پڑھنے کے لئے دی جائیں۔ اور ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تھوڑا بہت مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں ان کو یہ کتب خریدنے کی تحریض دلانی چاہیے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں جو تاثیر اور جدت اور نور پایا جاتا ہے۔ اور مشکل عقدوں کو خوبصورتی اور تفصیل کے ساتھ حل کیا گیا۔ غالباً بعض تبلیغ کرنے والوں کو اس کا پورا احساس نہیں ہے والاّ نوٹ بکوں اور ذاتی نوٹوں پر اس قدر انحصار نہ کیا جائے موقع کے مطابق بعض دفعہ بجائے حاضر جوابی کے یہ امر بہتر رہے گا کہ سائل سے کہا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی یہ اعتراض کیا گیا تھا۔ بہتر ہو گا کہ آپ بجائے میری زبان سے اس بات کا جواب سننے کے خود فلاں کتاب میں اس کا جواب پڑھ لیں۔

(الفضل ۲۸/ اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ تا ۴)

2 - اندرون ملک تبلیغی سرگرمیاں

سلسلہ کے اخبارات و رسائل کے بارے میں ہدایات

حضرت چوہدری صاحب کو دین کی اشاعت کا ایک جوش تھا اور ایک لگن تھی۔ جو کہ ہر وقت آپ کو بے چین رکھتی۔ آپ نے دین کی اشاعت کے لئے جہاں زبانی اور تحریری خدمات سر انجام دیں وہاں شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش فرمائی۔ کہیں آپ ایڈیٹروں کی کانفرنس بلا رہے ہیں تو کہیں نور اور فاروق اخبار کو ہدایات جاری فرما رہے ہیں کہ اس اس نہج پر کام کرو۔ اس بارہ میں چند ایک رپورٹیں ملاحظہ ہوں۔

ایڈیٹروں کی کانفرنس

۲۶/ جنوری کو جناب چوہدری صاحب ناظر اشاعت نے سلسلہ کے اخبارات کے ایڈیٹروں کی ایک کانفرنس طلب کی جس میں اشاعت سلسلہ کے رسائل اور اخبارات کی ترقی و بہبود کا مسئلہ زیر بحث تھا۔

(الفضل ۳۰/ جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۱)

اخبار فاروق بند ہونے پر چوہدری صاحب کا قلق

چوہدری صاحب اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

مجھے یہ معلوم کر کے کہ سلسلہ عالیہ کا ایک لاجواب پرچہ جو خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں "فاروق" نام سے جاری ہوا تھا اور جس نے نہایت اخلاص اور پوری شوکت سے اندونی و بیرونی مخالفین سلسلہ و دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا اور برابر کرتا رہا۔ وہ

مباحثات اور تقسیم لٹریچر

نئے مقامات میں جہاں لوگ احمدی عقائد اور ان کے دلائل سے ناواقف ہوں مباحثات بہت مفید ہوتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے عام و خاص سب کو اطلاع ہو جاتی ہے اور موٹے موٹے دلائل سے بھی لوگ واقف ہو جاتے ہیں۔ جب یہ غرض حاصل ہو جائے تو پھر ذاتی تعلقات پیدا کر کے جو لوگ متوجہ ہوں ان کو انفرادی تبلیغ کرنی چاہی جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو لوگوں کو عاریۃً پڑھنے کے لئے دی جائیں۔ اور ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تھوڑا بہت مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں ان کو یہ کتب خریدنے کی تحریض دلانی چاہیے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں جو تاثیر اور جدت اور نور پایا جاتا ہے۔ اور مشکل عقدوں کو خوبصورتی اور تفصیل کے ساتھ حل کیا گیا۔ غالباً بعض تبلیغ کرنے والوں کو اس کا پورا احساس نہیں ہے والا نوٹ بکوں اور ذاتی نوٹوں پر اس قدر انحصار نہ کیا جائے موقع کے مطابق بعض دفعہ بجائے حاضر جوابی کے یہ امر بہتر رہے گا کہ سائل سے کہا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی یہ اعتراض کیا گیا تھا۔ بہتر ہو گا کہ آپ بجائے میری زبان سے اس بات کا جواب سننے کے خود فلاں کتاب میں اس کا جواب پڑھ لیں۔

(الفضل ۲۸/ اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ تا ۴)

❀❀❀

2 - اندرون ملک تبلیغی سرگرمیاں

سلسلہ کے اخبارات و رسائل کے بارے میں ہدایات

حضرت چوہدری صاحب کو دین کی اشاعت کا ایک جوش تھا اور ایک لگن تھی۔ جو کہ ہر وقت آپ کو بے چین رکھتی۔ آپ نے دین کی اشاعت کے لئے جہاں زبانی اور تحریری خدمات سر انجام دیں وہاں شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش فرمائی۔ کہیں آپ ایڈیٹروں کی کانفرس بلا رہے ہیں تو کہیں نور اور فاروق اخبار کو ہدایات جاری فرما رہے ہیں کہ اس اس نہج پر کام کرو۔ اسبارہ میں چند ایک رپورٹیں ملاحظہ ہوں۔

ایڈیٹروں کی کانفرس

۲۶/ جنوری کو جناب چوہدری صاحب ناظر اشاعت نے سلسلہ کے اخبارات کے ایڈیٹروں کی ایک کانفرس طلب کی جس میں اشاعت سلسلہ کے رسائل اور اخبارات کی ترقی و بہبود کا مسئلہ زیر بحث تھا۔

(الفضل ۳۰/ جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۱)

اخبار فاروق بند ہونے پر چوہدری صاحب کا قلق

چوہدری صاحب اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

مجھے یہ معلوم کر کے کہ سلسلہ عالیہ کا ایک لاجواب پرچہ جو خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں "فاروق" نام سے جاری ہوا تھا اور جس نے نہایت اخلاص اور پوری شوکت سے اندرونی و بیرونی مخالفین سلسلہ و دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا اور برابر کرتا رہا۔ وہ

مباحثات اور تقسیم لٹریچر

نئے مقامات میں جہاں لوگ احمدی عقائد اور ان کے دلائل سے ناواقف ہوں مباحثات بہت مفید ہوتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے عام و خاص سب کو اطلاع ہو جاتی ہے اور موٹے موٹے دلائل سے بھی لوگ واقف ہو جاتے ہیں۔ جب یہ غرض حاصل ہو جائے تو پھر ذاتی تعلقات پیدا کر کے جو لوگ متوجہ ہوں ان کو انفرادی تبلیغ کرنی چاہئی جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو لوگوں کو عاریۃً پڑھنے کے لئے دی جائیں۔ اور ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تھوڑا بہت مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں ان کو یہ کتب خریدنے کی تحریض دلانی چاہیے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں جو تاثیر اور جدت اور نور پایا جاتا ہے۔ اور مشکل عقدوں کو خوبصورتی اور تفصیل کے ساتھ حل کیا گیا۔ غالباً بعض تبلیغ کرنے والوں کو اس کا پورا احساس نہیں ہے والاّ نوٹ بکوں اور ذاتی نوٹوں پر اس قدر انحصار نہ کیا جائے موقع کے مطابق بعض دفعہ بجائے حاضر جوابی کے یہ امر بہتر رہے گا کہ سائل سے کہا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی یہ اعتراض کیا گیا تھا۔ بہتر ہو گا کہ آپ بجائے میری زبان سے اس بات کا جواب سننے کے خود فلاں کتاب میں اس کا جواب پڑھ لیں۔

(الفضل ۲۸/ اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ تا ۴)

2 - اندرون ملک تبلیغی سرگرمیاں

سلسلہ کے اخبارات و رسائل کے بارے میں ہدایات

حضرت چوہدری صاحب کو دین کی اشاعت کا ایک جوش تھا اور ایک لگن تھی۔ جو کہ ہر وقت آپ کو بے چین رکھتی۔ آپ نے دین کی اشاعت کے لئے جہاں زبانی اور تحریری خدمات سر انجام دیں وہاں شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش فرمائی۔ کہیں آپ ایڈیٹروں کی کانفرس بلا رہے ہیں تو کہیں نورؔ اور فاروقؔ اخبار کو ہدایات جاری فرما رہے ہیں کہ اس اس نہج پر کام کرو۔ اسبارہ میں چند ایک رپورٹیں ملاحظہ ہوں۔

ایڈیٹروں کی کانفرس

۲۶/ جنوری کو جناب چوہدری صاحب ناظر اشاعت نے سلسلہ کے اخبارات کے ایڈیٹروں کی ایک کانفرس طلب کی جس میں اشاعت سلسلہ کے رسائل اور اخبارات کی ترقی و بہبود کا مسئلہ زیر بحث تھا۔

(الفضل ۳۰/ جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ ۱)

اخبار فاروق بند ہونے پر چوہدری صاحب کا قلق

چوہدری صاحب اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

مجھے یہ معلوم کر کے کہ سلسلہ عالیہ کا ایک لاجواب پرچہ جو خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں "فاروق" نام سے جاری ہوا تھا اور جس نے نہایت اخلاص اور پوری شوکت سے اندونی و بیرونی مخالفین سلسلہ و دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا اور برابر کرتا رہا۔ وہ

تقریباً ۱۹۲ء اپریل عرصہ ایک سال سے عدم توجہی خریداران کے باعث بند ہو گیا ہے۔ مجھے اسکا جس قدر افسوس اور دکھ ہوا وہ بیان نہیں کر سکتا۔ میں کبھی یہ خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا کہ وہ قوم جس کو تمام دنیا کی راہ نمائی کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک نبی مامور کر کے اسکے ہاتھ پر جمع کیا۔اور اس کے فرستادہ مہدی موعود اور مسیح کے دست مبارک پر جس قوم کے ہر ایک فرد نے یہ عہد کیا ہو کہ

"وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے"

اور یہ اقرار نہ ایک بار بلکہ خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر دوبارہ اس کی تجدید کی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر سہ بارہ اس کو پختہ کیا وہ قوم اپنے ہاتھوں سے اپنے دیکھتے دیکھتے اپنے سلسلہ کے ایک اخبار کو بند کر کے آرام سے بیٹھ جائے۔ میرا ضمیر ایک لمحہ کے لئے یہ اجازت دینے کو آمادہ نہیں ہے کہ ایک زندہ قوم جس نے تمام جہان کو اپنی زندگی کا قائل کرنا ہے وہ ایسی ست اور بے پرواہ ہو جائے کہ اس کی زندگی میں اسکا ایک قومی اخبار بند ہو جائے اور اس کا کسی کو احساس تک نہ ہو۔ آج دنیا کے تمام اطراف والوں نے مان لیا ہے کہ بے شک احمدی قوم ہی ایک زندہ قوم ہے۔ اور اس کی طرف یار واغیار کی نظریں اپنے اپنے خیالات کے مطابق اٹھ رہی ہیں۔ پس اے قوم نہ صرف خود زندگی رکھنے والی قوم بلکہ دوسروں کو بھی زندگی دینے والی قوم اُٹھ۔ بتا کیا تو یہ چاہتی ہے کہ ہر طرح کی جملہ اقوام عالم پر اپنا سکہ جمائے اور ہر بات میں سب سے سبقت لے جائے یا یہ کہ بد خواہ تیرے کسی آلہ کار کو مٹتا ہوا دیکھ کر خوشی کے شادیانے بجائے۔ کیا احمدیت کی عزت اور سلسلہ احمدیت کی حمیت اس امر کی مقتضی نہیں ہے۔ کہ اس کے ذرائع تبلیغ تمام مذاہب عالم کے ذریعوں سے بڑھ کر ہوں۔

میرے عزیز دوستو۔ یہ کون نہیں جانتا کہ موجودہ کشمکش اور دوڑ میں وہی قوم آگے نکل کر کامیاب ہو سکتی ہے جس کا پریس مضبوط ہو۔ جس کی آواز بلند ہو۔ جو دور

تک وسیع طور پر پہنچ سکے کیونکہ بغیر پریس کی طاقت کے آج کوئی ذریعہ تبلیغ و اظہار حق و باطل کا دنیا میں نہیں ہے۔

پس اگر آپ ذرا سی توجہ فرمائیں تو آپ کا پریس بھی مضبوط اور طاقت ور ہو سکتا ہے۔ آپ نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ آپ نے خدا کی راہ میں ہمت سے بڑھ کر قدم اٹھایا ہے صرف توجہ کی ضرورت ہے۔

(الفضل ۲۳/ مارچ ۱۹۲۸ء صفحہ ۹)

ریویو آف ریلیجنز کی وسیع اشاعت

چوہدری فتح محمد صاحب ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت اور خریداروں کی تعداد کو وسیع کرنے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"احباب کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ریویو آف ریلیجنز جماعت احمدیہ کا واحد ماہواری رسالہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا اس کے بارہ میں ارشاد ہے۔"

"اگر اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو انگریزی کے پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارے میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔"

حضور نے یہ ان دنوں فرمایا جب کہ جماعت کی تعداد ایک لاکھ بھی نہیں تھی۔ لیکن اب جبکہ 6,5 لاکھ سے تجاوز ہے تو دس ہزار بہت ہی کم تعداد ہے۔ بلکہ کچھ بھی نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اس کا یہاں تک خیال ہے کہ اپنے جاری کردہ رسالہ تشحیذ الاذہان کو جو کامیابی کے ساتھ چل رہا تھا بند کرا دیا تا جماعت کی توجہ ایک ہی رسالہ کی طرف پوری پوری مصروف رہ سکے۔

اندریں حالت جب آپ یہ سنیں گے کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے خریدار تشحیذ الاذہان کے خریداروں کو ملا کر دو ہزار بھی نہیں بلکہ ڈیڑھ ہزار بھی نہیں تو آپ کس قدر حیران ہوں گے۔

پچھلے دنوں جب عملہ مینجر نے خریداروں کے چندے کی پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ تقریباً 400 خریدار ایسے ہیں جن کے ذمے کئی کئی سال یا کم از کم ۱۹۲۳ء کا بقایا ہے۔ اس لئے بڑھتے ہوئے خرچ کو دیکھ کر مجبوراً ان کے نام رسالہ تا وصولی قیمت روکنا پڑا اور اس طرح پر 300 خریدار اور کم ہو گیا۔ اور رسالہ کی خریداری محدود رہ گئی۔ ایسے خریداروں کے نام دفتر سے کارڈ بھیجے جا رہے ہیں۔ احباب کرام مہربانی فرما کر ایک مخلصانہ جوش سے کام لیں اور اردو ریویو کے خریدار دس ہزار تک بنانے کی نسبت سے مستقل کام کریں۔ اور پانچ سو خریدار تو اسی سہ ماہی کے اندر مہیا ہو جانے چاہئیں۔

رسالہ کو ہر طرح دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور میں نے تاکید کر دی ہے کہ جو احباب اس بارے میں کوئی کاروائی فرمائیں ان کے نام نامی رسالہ میں شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں۔

(الفضل ۲۶؍ فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۸)

ایڈیٹر "نور" کو چند ہدایات

مکرمی ایڈیٹر صاحب نور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

احمدیہ پریس کے متعلق دو باتیں اس وقت حضرت صاحب کے زیر غور ہیں۔

اوّل :- یہ کہ عملی رنگ میں اس کو زیادہ مفید اور مؤثر بنایا جائے۔

دوم :- اشاعت میں ترقی کی جائے نیز ہر ایک اخبار اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

امر دوم تو قوم کے ذمہ ہے۔ اور امر اوّل آپ لوگوں کے ہے۔ اس کے متعلق

قریباً دو ہفتے ہوئے کانفرس ہوئی تھی اور ایڈیٹر صاحبان کی رائے اس میں لی گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بھی یہ معاملہ پیش ہوا۔ اس تمام گفتگو کے بعد مندرجہ ذیل امور طے ہوئے ہیں۔

چونکہ ترقی اشاعت ایڈیٹر صاحبان کے دلوں میں بہت مقبول ہے۔ اور جماعت کے تعاون کے بغیر یہ کام نہیں چل سکتا میں پہلے اس بات کو لیتا ہوں۔

۱- نظارت کی طرف سے جماعت میں تحریک ہوتی ہے کہ جماعت اخباروں کی خریداری کی طرف توجہ کرے۔ خطوط کے ذریعہ سے اور مبلغین کے ذریعہ سے اور سیکرٹریوں کو بھی اس کی طرف توجہ دلائی جائے۔

۲- خود اخباروں والے بھی ایک دوسرے کی مدد کریں اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ (جیسا کہ عام دنیا میں قاعدہ ہے) کہ ایک اخبار دوسرے اخبارات کے اہم مضامین اور خبروں کو اپنے اخبار میں شائع کرے یا کم از کم اس کا ذکر بھی کریں۔ اور دوسروں کے متعلق نوٹس شائع کریں۔ دنیا کے تمام اخبارات خواہ سیاسی ہوں یا مذہبی اس بات کا التزام کرتے ہیں لیکن احمدی اخبارات اس بات سے بالکل مُبرا ہیں۔ یہ بات فرائض ایڈیٹری کے علاوہ احسان اور حق ہمسائیگی سے بھی دور ہے۔

۳- تیسرا اہم امر کاموں کی تقسیم ہے۔ اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ کسی اخبار کے میدان کو تنگ کیا جائے یا پابندی مثبت ہو گی نہ کہ منفی۔ بعض اخباروں کے ذمہ بعض مضامین خاص طور پر رکھے گئے ہیں۔

نور — سکھوں اور آریوں کے متعلق التزام کرے گا اور دوسرے مضامین بھی لکھ سکتا ہے۔

فاروق — غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق التزام کریگا اور دوسرے مضامین بھی لکھ سکتا ہے۔

الفضل جماعت کی تعلیم تبلیغ ڈائری خطبات تبلیغی رپورٹیں وغیرہ کے علاوہ خلافت اخلاق اور سیاست پر التزام سے لکھے گا۔

ریویو اور تشحیذ الاذہان دہریت، نیچریت، عیسائیت اور اللہ تعالیٰ کے متعلق الہام و وحی کے متعلق، نبوت اور امامت کے متعلق التزام کریگا۔ تاریخی اور ادبی مضامین بھی لکھ سکتا ہے۔

امر اوّل یعنی مفید اور مؤثر بنانے کیلئے

ایڈیٹر صاحبان کا فرض ہوگا کہ اخباروں کے کاغذ اور چھپوائی کو عمدہ کریں۔ ایک دوسرے کی مدد کریں تقسیم عمل کو برداشت کریں اور چونکہ عام طور پر لوگ مضامین لکھ کر نہیں دیتے۔ وقت کی تنگی کا عذر کر دیتے ہیں۔ جو لوگ اس بات کے اہل ہیں ان سے مل کر مضامین کے متعلق نوٹ وغیرہ جمع کریں۔ دنیا میں کوئی شخص ہمہ دان نہیں ہو سکتا۔ خواہ ایڈیٹر ہو یا مولوی ہو۔ ایک دوسرے سے مدد لینی چاہیے۔

ایڈیٹر صاحبان کی خدمت میں وقتاً فوقتاً دفتر نظارت سے بعض سفارشیں بھی ہوتی رہیں گی۔ اور باہر کے مبلغوں کی کاروائی بلا رعایت اور بلا توقف تمام اخباروں کو ایک وقت میں مہیا کی جائے گی۔ ایڈیٹر صاحبان میں سے کوئی ایڈیٹر صاحب بہ نفسِ نفیس یا اپنے کسی نمائندہ کے ذریعے سے کوئی امر معلوم کرنا چاہیں تو ناظر فوراً معلومات مہیا کرنیکا انتظام کرے گا۔

(نور ۳/مارچ ۱۹۲۲ء صفحہ ۶)

3 - قادیان کے مضافات میں تبلیغ

مکرم چوہدری صاحب مجسم تبلیغ تھے۔ آپ کو نہ دھوپ کی پرواہ تھی نہ بارش کی نہ بھوک کی۔ پس ایک ہی لگن اور شوق تھا۔ اور وہ یہ کہ تبلیغ کی جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جماعت احمدیہ میں شامل کیا جائے۔ حضور چاہتے تھے کہ قادیان کے اردگرد کے علاقہ میں کثرت سے تبلیغ کی جائے چنانچہ اس کام میں چوہدری صاحب نے بہت کام کیا اور کئی ایک نئی جماعتیں قائم کیں۔ چنانچہ ہندوستان کی تمام جماعتوں کو بھی متنبہ کیا اور فرمایا کہ میں اکیلا اس کام کو نہیں کر سکتا جب تک سب لوگ اس کام میں کوشاں نہ ہوں۔ قادیان کی جماعت کے کام کو سراہتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

قادیان کی جماعت کے اکثر غرباء جمعرات اور جمعہ کے دن قادیان کے گردو نواح کے قریباً 20 گاؤں میں پھیل جاتے ہیں۔ اور نماز جمعہ کے بعد وہ اپنی رپورٹیں ناظر تالیف و اشاعت کو سناتے ہیں۔ اس طریق سے قادیان کے ہمسایہ دیہات میں احمدی جماعت کی طرف ایک عام توجہ ہو گئی ہے۔ زیر رپورٹ ہفتوں میں 26 آدمیوں نے بیعت بھی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید کی جاتی ہے کہ عنقریب بعض گاؤں کے گاؤں جماعت میں داخل ہو جائیں گے یہ کام 4 ماہ سے شروع ہے۔ ایک سو سے اوپر اشخاص اس طرح داخل بیعت ہو چکے ہیں۔ ابھی تک سوائے پادریوں کے کسی سے مباحثہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کوئی پبلک تقریر ہوئی نہ ہی کوئی دنگا فساد ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایماء اور مشورہ سے ناظر تالیف و اشاعت مبلغین کو جو

ہدایات دیتے ہیں ان پر وہ لوگ عمل کرتے ہیں۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے فرمایا ہے کہ :-

"کیوں یہ سلسلہ تمام ہندوستان میں وسیع نہیں کیا جاتا؟"

اس وقت میں نے یہی عرض کیا کہ حضور کوشش کی جارہی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ بڑی بڑی جماعتیں اس طرف توجہ نہیں کرتیں۔ قادیان میں اپنے کام کی رپورٹ روانہ کرنے اور قادیان سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ حالانکہ بار بار اس بات پر زور دیا گیاہے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض جماعتیں جن کی ہزاروں کی تعداد ہے مہینوں خاموش چلی جاتی ہیں۔ اور جب ہدایات پر عمل کرنے کیلئے زور دیا جائے تو الٹا مرکزی دفتر پر نکتہ چینی شروع کر دیتے ہیں کہ بار بار ایک ہی بات کی رٹ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی خدمت میں میری یہی عرض ہے کہ جب تک ہدایت پر لوگ کاربند نہ ہو جائیں ہم تو اس بات کو دہراتے ہی رہیں گے گویا ہمیں مبلغین کو بھی تبلیغ کرنی ہے۔ اور تبلیغ کیلئے تکرار ضروری اصولوں میں سے ہے۔ پھر ان لوگوں پر جو مبلغ ہیں اور ہم پر تکرار کا اعتراض کریں تعجب ہے۔

(الفضل ۲۶/ فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۱،۲)

قادیان کی جماعت کام کرتی رہی اور بہت سی نئی جماعتیں قائم ہوگئیں لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ جماعت نے تبلیغ میں ذرا سستی دکھائی تو چوہدری صاحب اہل قادیان کو متنبہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہوئے۔

ہماری طرز تبلیغ کی فتح اور مقامی احباب کی لاپرواہی

قادیان اور اس کے گرد و نواح کے گاؤں کی لوکل آبادی میں احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ اہل قادیان کا تعلق ساری دنیا کے ساتھ ہے اس لئے ان کے قرب میں جو عام لوگ رہتے ہیں ان کی طرف توجہ

کم ہوتی ہے۔ چونکہ ان لوگوں کی احمدیت میں داخل نہ ہونے کی وجہ ایک ہی ہے کہ نہ ان کے پاس کوئی جاتا ہے اور نہ ہی ان کو احمدی ہونے کی تحریک کی جاتی ہے۔ اور یہ لوگ اپنی جہالت اور سستی کی وجہ سے باوجود ہمسایہ ہونے کے اللہ تعالیٰ کے مسیح موعودؑ کی غلامی کی برکات و انوار سے محروم ہو رہے والاّ ہمارا ان لوگوں کے متعلق اندازہ یہ ہے کہ وہ معمولی تحریک پر احمدیت میں داخل ہو سکتے ہیں ہمسایہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان تمام حالات کے چشم دید گواہ ہیں۔ جن کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ نے اور آپ کی جماعت نے کام کیا ہے۔ اور آپ کو اکثر اس بات کا اعتراف کرتے سنا گیا ہے یہ تمام کاروبار اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان لوگوں کی طبائع پر ایک گہرا اثر ہے۔ جس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے۔

ان تمام حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ قادیان کے احباب ناظر دعوت و تبلیغ کی ہدایت کے ماتحت ان گاؤں میں مقررہ اوقات پر دورہ کر کے ان لوگوں سے راہ و رسم پیدا کر کے سلسلہ تبلیغ جاری کریں۔

جب یہ تحریک جاری کی گئی تو بعض احباب نے اس خدمت میں ایک وقت تک حصہ لیا۔ اور دو یا تین ماہ کے اندر اندر تھک کر بیٹھ گئے صرف ایک دوست ہیں جنہوں نے تقریباً چھ ماہ تک استقلال سے کام کیا۔ اور یہ دوست میاں عبدالرحیم ورق ساز ہیں......................

اس قسم کی تبلیغ کا انتظام ہم نے قادیان کے نواح میں 40 گاؤں میں کیا تھا۔ اگر تمام دوست اپنے فرض کو اسی طرح ادا کرتے جیسا کہ میاں عبدالرحیم ورق ساز صاحب نے کیا تو ایسے یا اس سے بہتر نتائج برآمد ہوتے اور قادیان کے گرد ایک حرکت مبارک پیدا ہو جاتی لیکن افسوس ہے کہ اس امر کو حقیر و خفیف سمجھ کر تساہل سے کام لیا گیا۔ بعض دوستوں نے یہ عذر کیا کہ ہم عالم نہیں کہ تبلیغ کریں۔ بعض احباب نے یہ

کہہ کر ٹال دیا کہ ہم عالم لوگ ہیں اور ہماری تقاریر عالمانہ رنگ لئے ہوتی ہیں۔ دیہاتی جہلا سے گفتگو کرنے کا ڈھنگ ہم نہیں جانتے۔ بعض نے ضعف پیری اور بعض نے ایام طفلی کا عذر پیش کر دیا۔ بعض دوستوں نے یہ کہا ہمارے فرائض منصبی جو خدمت اسلام پر مشتمل ہے ان سے فرصت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر اس قسم کے اعتراضات کی طرف توجہ کی جائے تو پھر تبلیغ اسلام اور اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے دنیا میں کوئی بھی فارغ نہیں۔ غیر احمدی لوگ جو خدمت اسلام کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کے عذرات بظاہر ان سے ہی زیادہ معقول اور وزنی ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے احباب کی خدمت میں اب دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ ہفتہ میں ایک بار تین گھنٹہ کے لئے تبلیغ کے لئے قادیان سے باہر چلے جانا کوئی بڑی بات نہیں اور اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا نہ ہی کسی فرض منصبی میں نقص واقعہ ہوتا ہے۔ میری رائے میں سوائے کسل کے اور کوئی وجہ نہیں اور کسل وہ چیز ہے جس سے رسول کریم ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

(الفضل ۲۹ر جون ۱۹۲۶ء صفحہ ۲،۱)

تبلیغی دورے

چونکہ چوہدری صاحب ناظر دعوت و تبلیغ بھی تھے۔ انتظامی فرائض کی انجام دہی کے علاوہ آپ کئی ایک مقام پر بغرض تبلیغ تشریف لے گئے آپ نے مختلف جماعتوں کے دورے بھی کئے۔ اور مختلف جماعتوں میں پر معارف تقاریر فرمائیں اور لوگوں کو احمدیت کی تعلیم اور نور سے منور کیا۔ یہاں صرف ان اجلاسات کی فہرست یا بعض لیکچرز کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ جن کی رپورٹ الفضل میں شائع ہوئی

۱- چوہدری صاحب اور مولوی سید سرور شاہ صاحب کشمیر تشریف لے گئے۔

(الفضل ۸ر ستمبر ۱۹۱۷ء صفحہ ۱)

۲- آپ اور جناب حافظ روشن علی صاحب دورہ پر مختلف مقامات پر گئے۔ مثلاً امرتسر، سہارنپور، میرٹھ، کانپور۔

امرتسر میں چوہدری صاحب نے انگریزی میں لیکچر دیا۔ مجمع خاصہ تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ متواتر انگریزی میں تقریر کی بعد میں ترجمہ بھی سنایا۔ سہارنپور میں چوہدری صاحب نے "اسلام کی خوبیاں" پر تقریر کی سوال جواب بھی ہوئے۔

میرٹھ میں چوہدری صاحب نے "صداقت مسیح موعودؑ" پر تقریر کی کانپور میں بھی چوہدری صاحب نے "صداقت حضرت مسیح موعودؑ" پر تقریر کی۔ اور اسی طرح "اسلام" پر لیکچر دیا۔

(الفضل ۱۲ر اپریل ۱۹۱۸ء)

۳- شاہ جہان پور میں تبلیغی جلسہ ہوا جس میں چوہدری صاحب نے "مسلمان کس طرح ترقی کر سکتے ہیں" کے موضوع پر مثالوں اور واقعات کو آسان پیرایہ میں بیان فرما کر حاضرین کو ترقی اسلام کے نئے نئے طریقے بتائے۔

(الفضل ۲۱ر مئی ۱۹۱۸ء صفحہ ۲)

۴- چوہدری صاحب اور چوہدری حاکم علی صاحب قادیان کے "چوہڑوں" میں تبلیغ کیلئے گئے۔

(الفضل ۱۸ر جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۱)

۵- چوہدری صاحب اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور اور جناب حافظ روشن علی صاحب جلسہ احمدیہ دہلی پر تشریف لے گئے۔

(الفضل یکم اپریل ۱۹۲۴ء صفحہ ۱)

۶- ۱۹۲۵ء میں ضلع شیخوپورہ کے مصلیوں کے ایک وفد کے قادیان آنے پر آپ

ان کی دعوت پر حضور کی اجازت سے ان کے ساتھ شیخوپورہ گئے اور خوب تبلیغ کی۔

(الفضل ۲۹؍نومبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۴)

۷- چوہدری صاحب نے فیصلہ کیا کہ مضافات قادیان میں جلسوں کا سلسلہ شروع کیا جائے اس غرض کے لئے انہوں نے بارہ بارہ دیہات کے گروپ بنائے۔ چنانچہ سب سے پہلا جلسہ موضع بگول میں بروز ہفتہ ہوا۔ ان جلسوں سے یہ بھی مقصود تھا کہ ان دیہات میں رہنے والے احمدیوں کا ایک دوسرے سے تعاون اور تعارف پیدا ہو جائے۔ اور تعلقات مضبوط ہوں۔

(الفضل ۱۲؍ستمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱)

۸- لاہور میں ۲۶؍فروری ۱۹۲۷ء کو چوہدری صاحب کا عالمانہ پراز معلومات لیکچر ہوا جس میں بتایا کہ ہندوستان میں بسلمان مبلغین نے کس طرح تاریک ہند میں اسلام کی ضیاء باریاں کیں۔ اپ نے واقعات سے اسلام کے بزورِ شمشیر پھیلنے کے اعتراض کا ازالہ بھی فرمایا۔ اہل علم طبقہ نے اس تقریر کو بہت پسند کیا۔ اور طلباء کالج نے درخواست کی کہ اسے کتاب کی شکل میں شائع کیا جائے۔

(الفضل ۲۷؍مئی ۱۹۲۴ء صفحہ ۱)

۹- ایک اجلاس میں شرکت کے لئے چوہدری صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب اور محترم سید ولی اللہ شاہ صاحب اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تشریف لے گئے۔

(الفضل ۱۸؍مارچ ۱۹۲۷ء صفحہ ۱)

۱۰- چوہدری صاحب اور جناب مولوی عبدالمغنی صاحب اور کئی ایک مبلغین نوشہرہ متصل فیض اللہ چک کے جلسہ پر گئے۔

(الفضل ۱۴؍جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۱)

۱۱- ۶؍ستمبر ۱۹۳۹ء کو جناب چوہدری صاحب جناب عبدالمغنی صاحب ناظر دعوت تبلیغ معہ بعض مبلغین جماعت احمدیہ ممیرا کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے۔

(الفضل ۷؍ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۱)

۱۲- گنج مغلپورہ کے جلسہ سالانہ میں آپ نے "اتحاد بین المسلمین" پر لیکچر دیا۔

(الفضل ۱۰؍مئی ۱۹۳۹ء صفحہ ۲)

۱۳- مکرم مولانا دل محمد صاحب رقم طراز ہیں۔

جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے جماعت احمدیہ دھرم کوٹ' بگہ' کنجران' نارووال' شکارماچھیاں' اٹھوال گھنیکے بانگر کا تبلیغی دورہ کیا دھرم کوٹ بگہ میں وہاں کی جماعت نے مسجد احمدیہ میں جلسہ کا انتظام کیا جس میں چوہدری صاحب اور خاکسار نے تربیتی تقاریر کیں۔

چوہدری صاحب اپنے لیکچرز کے متعلق رقم طراز ہیں کہ:-

"میں گذشتہ پندرہ سال میں متواتر ضلع گورداسپور کے دیہات کا دورہ کر رہا ہوں اور مختلف دیہات میں میرے لیکچر ہوتے رہے ہیں جن کی تعداد ایک سال میں اوسطاً پچاس تک رہی ہے۔"

مزید تحریر فرماتے ہیں:-

۱- ان لیکچروں میں میں نے ہمیشہ اُنہیں (ہندو مسلمان سکھ) پُر امن رہنے اور محبت سے رہنے کی تلقین کی۔

۲- میں سکھ اور مسلمان دیہاتیوں کو تلقین کرتا رہا ہوں کہ سودی لین دین سے پرہیز کیا جائے اور ساہوکاروں کے پنجے سے بچیں۔

۳- قانون انتقال اراضی کی بعض دفعات کی وضاحت کی جاتی رہی ہے تا عوام اس

سے فائدہ اٹھائیں۔

۴- میں عوام کو یہ بھی کہتا رہا ہوں کہ بدمعاشوں کے خلاف پولیس کی امداد کی جائے تا گاؤں کے پُرامن لوگ نقصانات سے بچ جائیں۔

۵- علاوہ ازیں "جنگی امداد" کی تحریک کرتا رہا ہوں اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے جنگی امداد سے متعلق خطبات کو دیہاتیوں تک پہنچاتا رہا ہوں۔

(الفضل ۱۹؍جنوری ۱۹۴۴ء صفحہ ۴)

تلونڈی جھنگلاں میں جماعت احمدیہ کا تبلیغی جلسہ کی مختصر روئیداد پیش کی جاتی ہے۔

۱۹؍جون تلونڈی جھنگلاں متصل قادیان میں بعد نماز ظہر زیر صدارت جناب مولوی عبدالمغنی خاں صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان ایک شاندار تبلیغی جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں قادیان اور گردونواح کے احباب کثرت سے شامل ہوئے۔

تلاوت و نظم کے بعد مولوی خورشید احمد صاحب سیالکوٹی نے انبیاء علیہم السلام کی مثالیں پیش کرتے ہوئے صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر تقریر کی۔ اسکے بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر نے علامات مہدی و مسیح پر مفصل تقریر کی۔ بعد ازاں جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ نے تبلیغی تنظیم کے متعلق ایک لمبی تقریر کی آپ نے فرمایا:-

"میں آج اپنے دوستوں کو تبلیغی تنظیم کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں دنیا میں کامیابی صرف انتظام کے ساتھ ہے۔ سکھوں کی ساری تعداد پنجاب میں صرف پانچ لاکھ تھی اور مسلمانوں کی صرف لاہور میں ہی اتنی تعداد موجود تھی۔ مگر سکھوں نے تنظیم سے کام کیا اور ایسا حملہ کہ مسلمان باوجود یہ کہ پنجاب میں ان سے کئی گنا زیادہ تعداد رکھتے تھے ہوش نہ سنبھال سکے یہ مسلمانوں کی بدانتظامی کا نتیجہ تھا۔ پس ہم اس رنگ کی کئی مثالیں اپنے ملک میں دیکھ چکے ہیں۔ تو ہمیں ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے اسی

طرح تبلیغ کے علاوہ انتظام کے لئے اپنے نفس کی اصلاح بھی نہایت ضروری ہے۔ ایک شخص احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے اگر مٹی تھا اور بیعت کرنے کے بعد سونا نہیں بن جاتا تو اس کے بیعت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر پہلے اس کی ناروا خواہشات زندہ تھیں تو اب مر جانی چاہیں تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔"

"تمہاری ہر بات میں نمایاں ترقی ہو"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کے اخلاق کے متعلق فرماتی ہیں:-

کان خلقہُ القرآن

کہ وہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر حرکت میں مجسم تعلیم قرآن تھے۔ جب تک ہم خود اعلیٰ نمونہ پیش نہ کریں۔ غیروں کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی امداد کو ہمارا نیک نمونہ ہی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی مدد ہمارے نفس کی اصلاح کی منتظر ہے۔

مجھے یاد ہے کہ بیت اقصیٰ کے ساتھ والا بڑا مکان جب ایک ہندو ڈپٹی نے بنایا اور وہ اسکی دوسری منزل بنانے لگا تو اس سے چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کی بے پردگی ہوتی تھی اس لیے جماعت کے دوستوں نے آکر حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ حضور آپ یہاں کے مالک ہیں۔ اس کو کیوں نہیں روکتے۔

حضورؑ نے فرمایا۔

"صبر کرو۔ صبر سے کام لو۔ یہ دوسری منزل ہمارے ہی لیے ہے"

یہ واقعہ ۱۹۰۳ کا ہے۔ اور اس مکان پر غالباً اس کا چالیس ہزار روپیہ خرچ آیا تھا۔ مگر اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکوں نے کہا یہ مکان نہایت منحوس ہے اس میں ہماری موتیں ہی موتیں ہو رہی ہیں اور ہمیں یہ مکان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب کو کھا جائے گا۔ چنانچہ مجھے ابھی ناظر اعلیٰ ہوئے تیں سال ہوئے تھے کہ میں نے یہ مکان

چھ ہزار کو خرید لیا۔ اور آج اس میں ہمارے دفاتر کام کر رہے ہیں۔ پس اے بھائیو! اگر تم کو خدا کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو اس پر صبر کرو۔

یاد رکھو کہ تم قادیان کے مغلوں سے زیادہ عزت والے نہیں پھر مجھے حال کا واقعہ یاد ہے۔ میں نے خود احرار کے جلسہ کے وقت ایم سری نگیش سابق ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور سے کہا کہ آپ اگر باہر سے آنے والوں کے متعلق دفعہ ۱۴۴ نافذ کردیں تو شہر میں امن بھی رہے گا اور شہر والوں پر یہ دفعہ لگانے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے۔ کہ باہر سے آنے والوں پر یہ دفعہ لگائی جاتی ہے مگر وہ نہ مانا اور قادیان پر دفعہ لگادی۔ لیکن خدا نے احرار کو وہ شکست دی کہ آج مسلمان بھی ان سے متنفر ہیں۔ میں اس وقت ایک یادو باتیں بطور نصیحت کے کہنا چاہتا ہوں جن میں سے سب سے پہلی اور بڑی بات یہ ہے کہ زمیندار حقہ نوشی بالکل ترک کر دیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے چند حقہ پینے والے لوگوں کو قادیان سے نکال دیا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ پریس میں کوئی کاپی دیکھنے گئے اور آپ کے پاؤں کی ٹھوکر سے حقہ گر کر ٹوٹ گیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

الخبیثات للخبیثین

کئی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے حرام ہونے کا تو نہیں کہا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس کو جس حد تک حرام کر سکتے تھے۔ اس حد تک کر گئے ہیں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہو کہ اپنی گلیوں کو ٹھیک کرو رستوں کو کشادہ کرو۔ بدبو دور کرو۔ یہاں تک کہ احمدیوں کے گاؤں اور غیر احمدیوں کے گاؤں میں ہر ایک شخص نمایاں فرق دیکھے۔ ان کی زمین اور ان کی کھیتیاں دیکھ کر ہر کوئی پہچان لے

کہ یہ کھیتیاں احمدیوں کی ہیں۔ مثلاً میں پہچان لیتا ہوں کہ یہ کھیتی مسلمان کی ہے یا سکھ کی ہے۔ اسی طرح ہمارے احمدی دوست بھی نمایاں پہچان پیدا کردیں۔

تیسری بات یہ کہنی چاہتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم اور لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بھی احباب کو توجہ دینی چاہیے کیونکہ آج جو بچے ہیں کل قوم کے ستون ہونگے ہمارا فرض ہے کہ ہم آئندہ نسل کا بھی خیال رکھیں اور ان کی اصلاح بھی کریں تا حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام صحیح رنگ میں لوگوں تک پہنچا سکیں۔"

(الفضل ۲۳ جون ۱۹۳۸ صفحہ ۵،۶)

❀❀❀
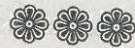
4 - مختلف مواقع پر آپکی صدارتی خدمات

مختلف اجلاسات جن کی صدارت جناب چوہدری صاحب نے فرمائی ان میں سے صرف پانچ کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱- جامعہ احمدیہ۔ مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے بڑے طلباء نے زیر صدارت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے سیکرٹری "ترقی اسلام" تقریریں کیں۔ تقریریں کرنے والے طلبا میں سے دو جامعہ احمدیہ اور دو ہائی سکول کے تھے جن کی تقاریر امید افزاء تھیں۔

(الفضل ۲۲/ جون ۱۹۲۸ء صفحہ ۲)

۲- جب جماعت میں سیرت النبی ﷺ کے جلسے شروع ہوئے تو آپ نے اپنی تقاریر میں رسول کریم ﷺ کی سیرت کو بڑے جامع اور دلچسپ پیرایوں میں بیان فرمایا چنانچہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو تقریب سیرت النبی ﷺ کے دوسرے اجلاس کی صدارت فرمائی اور مؤثر صدارتی تقریر فرمائی۔ اس اجلاس میں بیس ۲۰ کے قریب مختلف زبانوں میں مختلف اصحاب نے رسول کریم ﷺ کی صداقت پر تقریریں کیں۔

(الفضل ۲۸/ اکتوبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۱)

۳- قادیان ۳۰ مئی ۱۹۳۷ء کو ساڑے سات بجے صبح مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت جناب چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ تحریک جدید کا جلسہ منعقد ہوا۔

(زیر مدینۃ المسیح الفضل یکم جون ۱۹۳۰ء صفحہ ۱ صدر انجمن احمدیہ کی نظارت دعوت و تبلیغ کا ایک شعبہ تھا۔)

۴- ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس کا افتتاح کرتے ہوئے صاحب صدر نے تبلیغ کی اہمیت

واضح کرتے ہوئے احباب کو تبلیغ کی طرف توجہ دلائی۔

(الفضل ۲۱/ جولائی ۱۹۴۰ء صفحہ ۲)

۵- ۲۱ مارچ بعد نماز مغرب زیر صدارت جناب چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ مسجد اقصیٰ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے محامد اور محاسن نہایت اَحسن اور مؤثر پیرایہ میں کئی احباب نے بیان کیے۔ (جلسہ ساڑھے دس بجے دعا پر ختم ہوا)

(الفضل ۲۲/ مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۱)

5 - وفود

وزیر ہند کی خدمت میں سپاسنامہ

۱۹۱۷ء میں ہندوستان کا مطالبہ سلف گورنمنٹ زور پکڑ جانے پر سموئل مانٹیگو وزیر ہند ہندوستان آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ پیش کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ احمدی وفد نے ۱۵/ نومبر کو سپاس نامہ پیش کیا۔ جو سر محمد ظفراللہ خاں صاحب نے پڑھا۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ۔

پڑھے لکھے طبقہ اور ان پڑھ طبقہ دو نوں میں بے چینی ہے اور غیر معمولی اصلاحات کا ہندوستان محتاج ہے۔ اور یہ درست نہیں کہ صرف ایک قلیل حصہ اصلاحات کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ہم پوری طرح جائزہ لے سکتے ہیں۔ کیونکہ ہماری جماعت ہندوستان میں ہر طبقہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ سلف گورنمنٹ کا مطالبہ اس بے چینی کا باعث نہیں بلکہ اس کے بواعث یہ ہیں۔

اوّل :- بعض انگریز افسروں کے دیسیوں سے سلوک اچھے نہیں وہ ذرا ذرا سی بات پر گالیوں پر اتر آتے ہیں یا بے توجہگی کرتے ہیں۔ اس سے اندر ہی اندر بے چینی پیدا ہوتی ہے اور خواہ ایسے افسران کی تعداد قلیل ہے۔ (کیونکہ تبادلے ہوتے رہتے ہیں) جو لوگ حکومت کے خیر خواہ تھے وہ آج برطانوی راج کے مخالف ہیں۔ گو ہڑتال کو ناجائز سمجھنے کی وجہ سے احمدی طلباء اس میں شامل نہیں ہوتے۔ لیکن مجھے احمدی طلباء نے بتایا کہ ہمارے دل دوسروں سے کم تکلیف محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم نے اپنے کانوں سے انگریز پرنسپل کی زبان سے ہندوستانی طلبا سے یہ کہتے سنا ہے کہ

"تم ہمارے غلام ہو"

دوم :- انگریزوں اور دیسیوں میں جو امتیاز روا رکھا جاتا ہے وہ اضطراب پیدا کرتا ہے۔ ریلوں میں یورپین لوگوں کے لئے خاص کمرے مخصوص ہیں۔ قانونِ اسلحہ میں دونوں میں امتیاز رکھا جاتا ہے۔ نوآبادیوں میں ہندوستانیوں سے بدسلوکی کی جاتی ہے۔ حالانکہ ہندوستان میں آبادیوں کے رہنے والوں کو خود ہندوستانیوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ جب کسی یورپین کے ہاتھوں کوئی دیسی مارا جائے تو یورپین افراد پر مشتمل جیوری ہمیشہ کسی نہ کسی عذر پر یورپین ملزم کو بری قرار دے دیتی ہے۔ یا معمولی سزا دیتی ہے۔

سوئم :- افزائش نسل وغیرہ کے باعث اقتصادی اور تمدنی حالت نے خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔

چہارم :- تعلیم کا انتظام بہت کم ہے۔ صرف کتاب کارٹنے والا تیار کرنا غیر مفید ہے۔ زمینداری کے لئے ایسی تعلیم چاہیے جو باعلم زمیندار پیدا کر سکے۔ اور زیادہ خرچ تعلیم پر نہ اٹھ سکے۔ اور صنعت وحرفت وغیرہ مختلف فنون کی بھی تعلیم دی جانی ضروری ہے۔

اس سپاس نامے میں یہ امر بھی پیش کیا گیا کہ ہوم رول دیتے وقت صرف اس امر کا اطمینان کر لینا کافی نہیں کہ کام سنبھالنے کے قابل لوگ پیدا ہو گئے ہیں یا نہیں بلکہ یہ بھی کہ کیا کوئی نقصان والی صورت تو رونما نہ ہوگی۔ ہمارے نزدیک ہندوستان میں شدید مذہبی اور نسلی اختلافات کے باعث وسعت حوصلہ اور بے تعصبی کی ایسی کمی ہے کہ جس کی نظیر دیگر ممالک میں نہیں پائی جاتی اس لئے ہمارے نزدیک ہندوستان ابھی سیلف گورنمنٹ کے لائق نہیں اور ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ ہندوستان میں ایسے مقامات بھی ہیں کہ جہاں مساجد کی تعمیر کی اجازت نہیں۔ بعض نے یہ فتاویٰ دیئے ہیں کہ فلاں فرقہ کے افراد کو قتل کر دینا اور ان کے گھر لوٹنا اور ان کی عورتوں کو اغواء کرنا جائز ہے۔ اقلیتوں کو فی الحال سخت نقصان پہنچے گا۔ ملازمتوں' امتحانات' تجارت اور انتخابات سب میں شدید تعصب کار فرما ہے۔ عوام کی حالت یوں ہو تو ان کے انتخاب

شدہ نمائندوں کو بھی عوام کو ساتھ رکھنے کے لئے ان کا ساتھ دینا ہوگا۔ اور یہ امر ہندوستان کے لئے ہلاکت و مصیبت کا باعث ہو گا۔ دیگر بعض جماعتوں نے وائسرائے کی ویٹو پاور وغیرہ کی جو تجاویز پیش کی ہیں نہایت غیر مؤثر اور ناکافی ہیں۔ اور ہمیشہ ان کو استعمال میں لانا ناممکن ہے۔

"سو امور بالا کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ہندوستانیوں میں سیاست کا صحیح علم پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔"

اس وفد کے بقیہ افراد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، نواب محمد علی خاں صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب سیال، مولوی شیر علی صاحب
مولوی غلام اکبر خاں صاحب اور خان بہادر راجہ پائندہ خاں صاحب تھے۔

(ریویو آف ریلیجنز اردو بابت دسمبر ۱۹۱۷ء)

شہزادہ ویلز کی خدمت میں روحانی تحفہ پیش کرنا

۱۹۲۲ء میں شہزادہ ویلز کے مملکت ہند میں ورود کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک تبلیغی کتاب (جو تحفہ شہزادہ آف ویلز کے نام سے معروف ہے) رقم فرمائی اور جماعت کے وفد نے اسے ۲۷/ فروری کو لاہور میں پیش کیا۔
اس وفد میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال بھی شامل تھے۔

شہزادہ ویلز کی لاہور میں استقبالیہ تقریب کے موقع پر گورنر پنجاب کی طرف سے حضور بھی مدعو تھے۔ گو عام حالات میں حضور ایسی تقاریب میں شرکت نہیں کرتے لیکن ملک کے خاص حالات کے باعث آپ نے شمولیت ضروری سمجھی اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب اور مولوی عبدالرحیم درد صاحب کی معیت میں لاہور تشریف لے گئے۔

(ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت مارچ ۱۹۲۲ء)

حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیش بہا تحفہ

وائسرائے ہند لارڈ اردن کی خدمت میں

حضرت عبدالرحمٰن صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحفہ ہذا ۲۷/مارچ ۱۹۳۱ء کو لکھنا شروع فرمایا۔ اور باوجود دوسری مصروفیتوں کے ۳۱/مارچ کو ختم کر دیا جسکے ترجمہ کا کام مولانا درد صاحب کے سپرد ہوا۔ جنہوں نے شبانہ روز کی محنت کے بعد ۲/اپریل کی صبح کو ۷ بجے ختم کر کے ٹائپ شدہ کاپی برائے طبع لاہور روانہ کر دی۔ ترجمہ کی نظر ثانی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے فرمائی۔ اور چوہدری ابوالہاشم خان صاحب ایم اے انسپکٹر آف سکولز بنگال نے بھی مولانا درد صاحب کا ترجمہ میں ہاتھ بٹایا۔
حضرت مولوی شیر علی صاحب کاسکیٹ اور طشتری کی تیاری اور تحفہ اردن کی طباعت کے انتظام کیلئے ۳۰/مارچ ۱۹۳۱ء سے لاہور ہی تشریف فرما تھے۔ یہاں سے ۷/اپریل ۱۹۳۱ء کی صبح ساڑھے سات بجے کی گاڑی سے نہایت خوبصورت سنہری روپہلی کاسکیٹ اور خوشنما طشت معہ مطبوعہ مجلد تحفہ اردن لے کر واپس دارالامان آگئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحفہ اردن اور کاسکیٹ کا ملاحظہ فرما کر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کو بعض ہدایات دیں اور فرمایا:-
"چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ کو دہلی روانہ کر دیں۔ جہاں جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بی اے بیر سٹر اور مولانا درد صاحب ناظر تعلیم و تربیت اور قائم مقام امور خارجہ ممبران وفد پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے حضرت اقدس کے حکم سے مجھے (قادیانی) کو بھی دہلی جانے کا حکم دیا اور کاسکیٹ اور تحفہ اردن کے متعلق ضروری ہدایات دیں اور ایک تار کے ذریعے درد صاحب کو اطلاع دی کہ چوہدری فتح محمد صاحب اور عبدالرحمٰن قادیانی صاحب تحفہ اردن لے کر بمبئی میل سے دہلی آرہے ہیں۔ ان کو اسٹیشن سے لے لیں۔ جناب چوہدری صاحب موصوف ۸/اپریل کو صبح ساڑھے سات بجے دہلی پہنچے۔ تحفہ اردن پیش ہونے کی تاریخ اور وقت پہلے سے مقرر ہو چکا یہاں سے روانہ ہو کر وفد ٹھیک وقت پر وائسریگل لاج میں پہنچا سب سے پہلے حضرت اقدس کا خط اندر بھیجا پھر وفد بھی کمرہ ملاقات میں داخل ہو گیا۔ جہاں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے تحفہ اردن وائسرائے کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور سیدنا حضرت اقدس اور جماعت کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ وہ ضرور اس کتاب کو پڑھیں گے اور علاوہ اس زبانی شکریہ کے تحریری شکریہ بھی ادا کریں گے۔ گفتگو تقریباً 20 منٹ تک جاری رہی اور مختلف امور اور حالات حاضرہ کے متعلق ذکر ہوتا رہا۔

(الفضل ۱۴/اپریل ۱۹۳۱ء صفحہ ۲،۱)

آل مسلم پارٹیز کانفرس میں شمولیت

آل مسلم پارٹیز کانفرس کی طرف سے حضور کی خدمت میں دعوت شرکت موصول ہوئی تھی۔ جس پر حضور نے ان امور کے متعلق جو اس کانفرس کے ایجنڈا میں درج ہیں ایک مضمون رقم فرمایا۔ جس میں ان امور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے نہایت قیمتی مشورے دیئے اور اپنی طرف سے حسب ذیل اصحاب کو شمولیت کانفرس کیلئے امرتسر روانہ کیا۔

۱- جناب مفتی محمد صادق صاحب
۲- جناب میر محمدؐ اسحاق صاحب
۳- جناب ذوالفقار علی خاں صاحب
۴- جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ
۵- جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری
۶- جناب حافظ روشن علی صاحب

اور جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیر سٹرایٹ لاء کو لاہور سے شمولیت کے لئے آنے کا ارشاد فرمایا۔

(الفضل ۱۸/جولائی ۱۹۲۵ء صفحہ ۱)

چیف کنٹرولر آف ریلوے قادیان میں

جناب ملک غلام محمدؐ صاحب چیف کنٹرولر آف ریلویز سٹورز نے آنریبل چوہدری سر محمد ظفراللہ خانصاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ کے ہمراہ مرکزی دفاتر صدر انجمن احمدیہ کا معائنہ فرمایا۔ دوپہر کو آنریبل چوہدری ظفر اللہ خانصاحب نے ملک صاحب موصوف کے اعزاز میں دعوت طعام دی جس میں جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، جناب مولوی عبدالمغنی صاحب۔ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب اور لیفٹیننٹ چوہدری عبداللہ خاں صاحب بی اے شریک تھے۔

(الفضل ۲۴/اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۲)

ڈسٹرکٹ وار کمیٹی کے اجلاس میں شمولیت

۱۵/مارچ ۱۹۴۴ء کو جناب فتح محمد صاحب سیالؔ ناظر اعلیٰ ڈسٹرکٹ وار کمیٹی کے اجلاس میں شمولیت کیلئے گورداسپور تشریف لے گئے۔

(الفضل ۱۷/مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۱)

6 - متفرق خدمات

کمیٹی کے صدر

چوہدری صاحب کمیٹی کے صدر رقمطراز ہیں

"۱۹۴۰ء میں اس علاقہ (گورداسپور) میں زمینداروں نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک کمیٹی بنائی تھی۔ جس میں علاقہ کے معزز ہندو سکھ اور مسلمان زمیندار شامل تھے۔ ان لوگوں نے بالاتفاق مجھے صدر منتخب کیا تھا۔ اس کمیٹی کے اغراض میں یہ بھی تھا کہ زمینداروں کو ساہوکاروں سے اور رشوت خور افسروں سے بچایا جائے۔ نیز اس کے ذریعے زمینداروں کی فلاح و بہبود کیلئے جو قوانین پاس کئے گئے ہیں ان کی وضاحت حاصل کرنا مقصود تھی۔ تازمیندار ان سے کماحقہٗ فائدہ اٹھا سکیں۔"

(الفضل ۱۹/ جنوری ۱۹۴۴ء صفحہ ۴)

درس القرآن میں شمولیت

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے یکم اگست ۱۹۲۲ء سے قرآن کریم کا جو درس دینا شروع فرمایا ہے اس میں باقاعدہ شامل ہونے والے احباب جن کا نام رجسٹر میں درج کر کے روزانہ حاضری لی جاتی ہے۔ اور جنہیں مجلین کہا جاتا ہے۔ ان کی فہرست میں چوہدری صاحب موصوف کا نمبر 8 ہے۔"

انصار اللہ کا قیام

۲۶/ وفا ۱۹۴۰ء کو حضور نے ایک اعلان فرمایا جس میں ۴۰ سال سے اوپر کے احمدیوں کی ایک مستقل تنظیم کی بنیاد رکھی اور اس کا نام "انصار اللہ" تجویز فرمایا۔ اس

تنظیم کا عارضی پریذیڈنٹ مولوی شیر علی صاحب کو نامزد فرمایا اور ان کی اعانت کے لئے تین سیکرٹری مقرر فرمائے۔

۱- حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے

۲- حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے

۳- حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب

(الفضل یکم اگست ۱۹۴۰ء صفحہ ۷ و تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ ۱۷)

چوہدری صاحب کو اس مجلس کا عارضی سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ قادیان کو تین حلقوں میں تقسیم کیا گیا تا کہ تربیت کا کام اچھی طرح ہو سکے۔ عارضی طور پر چوہدری صاحب کے ذمہ جو علاقہ لگایا گیا۔ اس میں ذیل کے حلقے شامل تھے۔

۱- دارالسعت بمع کھارا۔

۲- دارالبرکات بمع بھینی۔

۳- دارالانوار بمع قادر آباد۔

سیکرٹریان نے اپنے دس معاونین خود مقرر کرنے تھے۔ ان کے لئے ایک آنہ ماہوار شرح چندہ رکھی گئی۔ چوہدری صاحب ۱۹۴۲ء تک سیکرٹری رہے۔

(الفضل یکم اگست ۱۹۴۰ء صفحہ ۷ و تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ ۱۷)

مجموعہ قواعد وضوابط

۲۴/ جنوری ۱۹۳۸ء کو چوہدری صاحب نے ایک مجموعہ قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ شائع کیا۔ اس کے دیباچہ میں آپ فرماتے ہیں۔

"صدر انجمن احمدیہ کا وجود حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کے آخری ایام میں قائم ہوا تھا۔ جب کہ اس کی بڑی غرض مقبرہ بہشتی کا انتظام اور اس کے محاصل

کی وصولی اور اخراجات کی نگرانی بیان کی گئی تھی۔ بعد ازاں اس کا آہستہ آہستہ دائرہ عمل وسیع ہوتا گیا حتی کہ اب وہ سلسلہ کی مرکزی انجمن کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔اور جملہ مرکزی ادارے اس کی نگرانی اور ہدایت کے ماتحت ہیں اور اب یہ ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ جسے قانون رائج الوقت کے ماتحت حکومت سے رجسٹرڈ کرایا جاچکا ہے تمام مقامی انجمن ہائے احمدیہ جو مختلف مقامات میں قائم ہیں۔ وہ صدر انجمن کی شاخیں ہیں۔ جو صدر انجمن کی نگرانی میں کام کرتی ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ کے قواعد دو قسم پر مشتمل ہیں۔

ا-اساسی قواعد یعنی (By laws) بائی لاز جو حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے منظور کردہ ہیں۔اور جن میں خلیفہ وقت کے حکم کے بغیر کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

۲-وہ عام قواعد وضوابط جو خود صدر انجمن احمدیہ نے اپنے مختلف صیغہ جات کے لئے وقتاً فوقتاً منظور کیے ہیں۔ان مؤخر الذکر قواعد میں تکمیل کے خیال سے صیغہ قضاء کے قواعد بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ گو ویسے قضاء صدر انجمن کی نگرانی سے آزاد ہے اور صدر انجمن احمدیہ اس سے متعلق قواعد بنانے کا اختیار نہیں رکھتی۔ قضاء کے قواعد صیغہ قضاء کے متفرق ریکارڈ سے جمع کئے گئے ہیں۔ اور گو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت خلیفہ المسیح کے منظور شدہ ہیں لیکن چونکہ انہیں مرتب آخری صورت میں حضرت خلیفہ المسیح کو نہیں دکھایا جا سکا۔ اس لئے ممکن ہے ان میں کوئی غلطی رہ گئی ہو جو ظاہر ہونے پر قابل درستی ہوگی قضاء کے متعلق حضرت امیر المومنین کی ایک اصولی ہدایت جو بعد میں نظر آئی ہے وہ تتمہ قواعد میں درج کر دی گئی ہے۔ان قواعد وضوابط کے جمع کرنے کا کام صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک سب کمیٹی کے سپرد ہوا تھا جس کے ممبر محمد شفیع صاحب' میر اسحاق صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تھے۔اس کمیٹی نے ۱۹۳۱ء میں قواعد کا مجموعہ تیار کر کے یعنی انجمن احمدیہ کے

پاس کردہ قواعد کو یکجا جمع کر کے اپنی رپورٹ پیش کی اور صدر انجمن احمدیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳/مارچ ۱۹۳۲ء میں برائے ریزولیوشن نمبر ۱۴۳ اس مجموعہ کے طبع کرانے کی اجازت دی اور حضرت امیر المومنین نے مورخہ ۱۴/مئی ۱۹۳۶ء کو اس کی اشاعت کو منظور فرمایا لیکن چونکہ اس مجموعہ کے طبع کرانے میں بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے توقف ہو گیا تھا۔اس لئے اب طبع کے وقت اس مجموعہ میں بعد کی ترمیمات اور اضافہ جات وغیرہ بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ جس میں سید محمد اسماعیل صاحب سپریڈنٹ دفاتر نے مدد دی ہے اور آخری نظر ثانی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے کی ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف صیغہ جات اور مقامی انجمنوں کو چاہیے کہ اس مجموعہ کی ایک ایک کاپی اپنے پاس محفوظ رکھیں اور ان قواعد کی روشنی میں کام کریں۔"

فقط خاکسار

فتح محمد سیال

(از مجموعہ قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ شائع شدہ ۲۴/جنوری ۱۹۳۸ء)

کمیشن برائے تعلیم

نصرت گرلز ہائی سکول قادیان کے نصاب میں تعلیم میں اصلاح کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے جو کمیشن مقرر کیا تھا۔ اس کے ممبر حسب ذیل تھے۔

ا-حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن۔

۲-جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم -اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔

۳-جناب چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم-اے ناظر اعلیٰ۔

۴-خانصاحب فرزند علی خانصاحب ناظر امور عامہ اور ہیڈ ماسٹر صاحبان نصرت گرلز

ہائی سکول 'مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول۔

اس کمیشن نے اپنا کام ۱۰ر فروری سے شروع کر دیا ہے۔

(اخبار الفضل ۱۲ر فروری ۱۹۳۴ء صفحہ 1 زیر مدینۃ المسیح)

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا قیام

سیکرٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن مبارک اسماعیل تحریر کرتے ہیں۔

"مذکورہ بالا ایسوسی ایشن قائم کرنیکی عرصہ دراز سے کوشش کی جارہی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے اور مولوی محمد دین صاحب بی اے۔ جیسے بزرگان ملت نے اس بات کی طرف توجہ فرمائی ہے امید ہے اب انشاللہ یہ کام ہو کر رہے گا۔

پچھلے دنوں محرم کی تعطیلات میں اسلامیہ کالج لاہور 'میڈیکل سکول اور گورنمنٹ کالج کے چند طلباء جو اس سکول کے اولڈ بوائز ہیں قادیان آئے ہوئے تھے۔ اس لئے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کے مشورہ سے ایک خاص جلسہ بتاریخ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۷ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس کے ڈائننگ ہال میں زیر صدارت جناب مولوی محمد دین صاحب بی اے منعقد ہوا۔ اور اس میں باہر سے آنے والے تمام اولڈ بوائز کو مدعو کیا گیا۔ قادیان میں رہنے والے بعض وہ اصحاب بھی جو یہاں کے اولڈ بوائز ہیں شریک جلسہ تھے۔ سب سے پہلے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے قائم کرنیکی غرض کے متعلق بزبان انگریزی ایک مختصر تقریر کی اس پر دوسرے دوستوں نے بھی اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اس غرض کیلئے قائم کی جاوے کہ پرانے طلباء اپنے تعلقات اپنے قومی سکول سے بدستور قائم رکھیں اور اس کو ترقی دینے کے

لئے ہر طرح مدد دینے کے لئے تیار رہیں۔ اور یہ کہ مستقل عہدہ داروں کا انتخاب جلسہ سالانہ کے موقع پر چھوڑ دینا چاہیے (جب کہ امید ہے کہ بہت سے اولڈ بوائز اکٹھے ہو سکیں گے) مگر سر دست کام شروع کرنے کے لئے عارضی عہدہ داروں کا انتخاب ضروری ہے۔ چنانچہ مولوی محمد دین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان پریذیڈنٹ اور محمد مبارک اسماعیل (بی اے بی ٹی) سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ان کے علاوہ جلسہ سے پہلے قواعدو ضوابط بنانے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کے ممبروں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

۲۔چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے

۳۔مولوی محمد دین صاحب بی اے پریذیڈنٹ

۴۔شیخ نواب دین صاحب بی اے بی ٹی

۵۔شیخ مبارک اسماعیل بی اے بی ٹی سیکرٹری۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے ہم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور چوہدری صاحب ہر دو بزرگان کو بسبب ان کی کثرت مشغولیت کے مدعو نہ کر سکے۔ لیکن جلسہ کی کاروائی ان کو زبانی سنا دی گئی۔ جس پر انہوں نے ممبر سب کمیٹی ہونا اور اس کام میں ہر طرح سے مدد دینی منظور فرمایا۔"

(الفضل ۱۰ر نومبر ۱۹۱۷ء صفحہ ۱۰)

باب نمبر 7

حضرت خلیفہ ثانی کے اندورن ملک سفروں میں آپکی معیت

حضرت خلیفہ ثانی کی معیت میں سفر

حضرت چوہدری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی معیت میں جو سفر کئے ان میں سے بعض کے مختصر اور بعض کی تفصیلاً روئیداد ملاحظہ ہو۔

سفر لاہور میں رفاقت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۲۳ر فروری ۱۹۲۲ء دو بجے دارالامان سے بارادہ لاہور روانہ ہوئے۔ حضور کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب' جناب مولوی رحیم بخش صاحب پرائیوٹ سکریڑی اور جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیاؔل ایم اے ناظر اشاعت تھے۔

(الفضل ۲۷ر فروری ۱۹۲۲ء صفحہ ۱)

سفر لنڈن

جولائی ۱۹۲۴ء میں جب حضرت اقدس لنڈن تشریف لے گئے تو بطور سیکرٹری تبلیغ چوہدری صاحب کو حضور کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔

چوہدری صاحب حضور کے ہم سفر تھے

لاہور گئے تو حضور کے ساتھ چوہدری صاحب بھی تھے۔

حضور کی مصروفیات

۲۸ر فروری کو اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم انعامات میں حضور معہ جناب

روشن علی صاحب، مفتی محمد صادق صاحب اور چوہدری صاحب تشریف لے گئے۔اس جلسہ میں شمولیت کے لئے حضور کو مدعو کیا گیا تھا۔ گورنر پنجاب بھی اس جلسہ میں شامل تھے۔احمدیہ ہوسٹل سے حضور چوہدری شہاب الدین صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ کیونکہ چوہدری صاحب (شہاب الدین صاحب) نے آپ کو کھانے پر دعوت دی تھی۔ حضور کے ہمراہ مفتی محمد صادق صاحب، حافظ روشن علی صاحب، ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور چوہدری صاحب تھے۔

(الفضل ۸/مارچ ۱۹۲۷ء صفحہ ۲)

قصور میں

۴/مارچ ۱۹۲۷ء کو جب حضور لاہور سے قصور ملک غلام محمد صاحب کی فلور ملز دیکھنے گئے تو حضور کے ساتھ حافظ روشن علی صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب، شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سیکریٹری صاحب اور مولوی علی احمد صاحب تھے۔

(الفضل ۱۱/مارچ ۱۹۲۷ء صفحہ ۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا سفر گورداسپور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب سید عطا اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں شہادت کے لئے مارچ ۱۹۳۵ء کے آخری ایام میں گورداسپور گئے تو قادیان سے ۸۰۰ کی تعداد میں افراد حضور کے ساتھ تھے۔ ان افراد میں چوہدری صاحب موصوف بھی تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۸ صفحہ ۱۶۰)

حضور کا سفر سندھ اور چوہدری صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ٹرین سے اپنے خدام سمیت علاقہ سندھ میں اپنی اور سلسلہ کی زمینوں کا معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ صاحبزادہ مرزا

بشیر احمد صاحب ایم اے۔ چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ۔ مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر بیت المال ۔ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب اور بابو فضل احمد صاحب ساتھ تھے۔

بہت بڑی سعادت جلسہ ہوشیار پور میں شمولیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زبان مبارک سے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی نشان رحمت کے پورے ہونے کا اعلان ہوشیار پور میں۔

حضور نے ہوشیار پور میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ غرض یہ تھی کہ جس جگہ دنیوی حالات کے خلاف ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک رحمت کے نشان کی خبر دی تھی جس کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچا۔اس جگہ یہ اعلان کیا جائے کہ وہ پیش گوئی نہایت شان کے ساتھ پوری ہو گئی ہے۔

اس کے مطابق خدا تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ ۲۰/ فروری ۱۹۴۴ء کو ہوشیار پور کے اس مکان کے سامنے جس میں ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے چالیس روز تک چلہ کشی فرمائی تھی۔اور جہاں آپ کو مصلح موعود کی عظیم الشان بشارت دی گئی تھی۔ایک وسیع میدان میں جلسہ منعقد کیا گیا۔جو اپنی شان اور نوعیت اور روحانی اثر کے لحاظ سے ایک خاص جلسہ تھا۔ قادیان اور دوسرے مقامات سے تقریباً ۲، اڑھائی ہزار احمدی پہنچ چکے تھے۔ جن کی ہر حرکت وسکون سے خاص وقار اور خشیت اللہ کا اظہار ہوتا تھا۔ تسبیح وتحمید انکی زبانوں پر تھی۔ متانت وسنجیدگی کے پیکر معلوم ہوتے تھے۔خشوع وخضوع ان کے چہروں سے نمایاں تھا۔

۲۰/ فروری کو صبح کی گاڑی سے قادیان کا قافلہ ہوشیار پور کے اسٹیشن پر پہنچا۔ جس میں امرت سر اور دوسرے اسٹیشنوں سے مختلف مقامات سے تشریف لانے والے احباب کا اضافہ ہوتا گیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ایک بجے کے قریب احباب جلسہ گاہ

میں جمع ہو گئے۔ جو کنک منڈی کے وسیع میدان میں بنائی گئی تھی۔

حضرت خلیفة المسیح الثانی کی آمد

پونے دو بجے کے قریب حضرت خلیفة المسیح الثانی بذریعہ موٹر لاہور سے تشریف لائے۔ موٹر سے اترتے ہی جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا۔

”جن دوستوں نے کھانا کھانا ہو تو وہ کھالیں اور جنہیں وضو کرنا ہے کر لیں۔ تا کہ نمازیں پڑھی جائیں۔“

فہرست صحابہ۔ پھر حضور نے کمرہ کے اندر دعا کی غرض سے حضرت مسیح موعودؑ کے ان صحابہ کے نام دریافت فرمائے جنہوں نے ۱۹۰۰ء تک بیعت کی تھی۔ اور اس موقع پر موجود تھے۔ انکی فہرست مرتب کی گئی اور یہ اعلان کیا گیا کہ ان قدیم صحابہ کے علاوہ افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور ناظر صاحبان جماعت احمدیہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے چلہ کشی والے کمرہ کے اندر جا کر دعا کریں۔

جلسہ

حسب پروگرام ۳ بجے جلسہ شروع ہوا تلاوت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے کی اور پھر جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس سفر ہوشیار پور کے مختصر حالات بیان کئے۔ جس میں ان کے پھوپھا حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ہمراہ تھے۔ اور پھر اسی سفر میں بیس فروری ۱۸۸۶ء کو آپ نے وہ اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں مصلح موعود کی پیش گوئی درج فرمائی۔

جناب مولوی صاحب نے اس پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے اس مکان کی طرف جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے چلہ کشی کی تھی۔ اور جو جلسہ گاہ کے بالکل پاس

اور سامنے تھا۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

”اس مکان میں جس کی طرف اشارہ کر رہا ہوں اور جو اس زمانہ میں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا طویلہ کہلاتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی عظیم الشان بشارت پا کر یہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو لکھا اور شائع فرمایا پھر جناب درد صاحب نے وہ اشتہار پڑھ کر سنایا۔“

رقت کا عالم

پھر حضور نے دعائیں کرنا شروع کیں تو سب پر رقت کا عالم اور گریہ و زاری کا عالم تھا۔ ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر حضور نے تقریر ختم کی۔

احمدیت دنیا کے کناروں تک

اس کے بعد یہ بتانے کے لئے کہ خدا تعالیٰ کا کلام جو حضرت مسیح موعودؑ پر ۱۸۸۶ء میں اسی ہوشیار پور میں نازل ہوا وہ پورا ہو چکا ہے۔ تو اس کی تصدیق میں بہت سے مبلغین نے تقاریر کیں۔ چوہدری صاحب نے جو تقریر کی وہ حسب ذیل ہے۔ آپ نے فرمایا۔

میں ۲۲ر جون ۱۹۱۳ء میں ہندوستان سے انگلستان روانہ ہوا اور اپریل ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفة المسیح الثانی کے حکم کے ماتحت میرے ذریعہ لنڈن میں احمدیہ مرکز تبلیغ پہلی بار قائم ہوا۔ اور میں نے فروری ۱۹۱۶ء تک تقریباً ۲ سال میں مختلف سوسائٹیوں کلبوں‘اور لائبریریوں میں ایک سو پچاس کے قریب لیکچر دیئے۔ اور دوروں میں انگلستان‘ ویلز اور سکاٹ لینڈ شامل تھے۔ احمدیہ لٹریچر میں سے ٹیچنگ آف اسلام‘ریویو آف ریلیجنز کے پرچے اور کئی ایک پمفلٹ انگریزی میں شائع کئے جن میں سے ایک رسالہ ”الہام اور وحی“ پر تھا اور یک مدارج ترقی ایمان پر ایک اسلوب

قرآن پر ایک حقیقت اسلام پر اور ایک صفات باری تعالیٰ پر تھا نیز اسی زمانے میں ٹیچنگز آف اسلام کا ترجمہ فرانسیسی میں شائع کیا گیا۔اس عرصہ میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے احکام اور ہدایت کے ماتحت میرے ذریعہ احمدیت کا پیغام انگلستان ،سکاٹ لینڈ،ویلز،فرانس،اٹلی اور ڈربن میں پہنچا۔

اس دو سال کے عرصہ میں ایک درجن انگریز احمدی ہوئے اور اس ملک کے طریق کے مطابق میرے ہر ایک لیکچر کے متعلق لوکل اخبارات میں رپورٹیں شائع ہوئیں۔

فروری ۱۹۱۶ء میں یہ عاجز اپنا کام حبی فی اللہ مکرم قاضی محمد عبداللہ صاحب کے سپرد کر کے ہندوستان واپس آ گیا۔اور پھر دوبارہ حضور کے حکم کے ماتحت خاکسار نے ۱۹۱۹ء میں لنڈن مشن کا چارج لیا۔اور ۱۹۲۰ء میں احمدیہ دارالتبلیغ والا مکان اور ملحقہ باغیچہ خرید کر جن میں اس وقت بیت لنڈن واقع ہے۔اس میں بیت تعمیر کرنے کا انتظام کیا۔یہ لنڈن میں پہلی بیت ہے بلکہ مغربی یورپ میں پہلی بیت ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے بابرکت ہاتھوں سے رکھی گئی۔جب کہ حضور ۱۹۲۴ء میں لنڈن تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کے قائم مقام ہو کر اہل یورپ کو پیغام حق پہنچایا۔یہ بیت اس وقت انگلستان میں ہر خاص وعام کے لئے احمدیت کی طرف توجہ کی مرکز بنی ہوئی ہے۔اور یہ انگلستان میں روحانی پرندوں کا بیت اوّل ہے۔جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کی آواز بلند کی جاتی ہے۔الحمد اللہ علی ذالک

میرے بعد مرکز تبلیغ لنڈن کے جو احباب انچارج رہے ان کے نام یہ ہیں۔

۱-قاضی محمد عبداللہ صاحب۔

۲-مفتی محمد صادق صاحب۔

۳-مولوی عبدالرحیم صاحب نیر۔

۴-مولوی مبارک علی صاحب بنگالی۔

۵-مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔

۶-مولوی فرزند علی خان صاحب۔

۷-مولوی جلال الدین شمس صاحب۔جو آج کل انچارج ہیں۔

(الفضل ۲۵؍فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۱)

دعا میں شریک ہونے والے احباب

چونکہ کمرہ چھوٹا تھا۔اس لئے جگہ کی تنگی کی وجہ سے مجوزہ فہرست میں درج شدہ سب اصحاب کو نہ بلایا جا سکتا تھا۔اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے علاوہ حسب ذیل افراد اس کمرہ میں تشریف لے گئے۔جنہیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک ایک کر کے انتظام کے ساتھ اندر بھجوایا۔کل حضور سمیتؓ ۳۵ افراد آئے ان میں حضرت چوہدری صاحب بھی تھے۔

(الفضل ۲۵؍فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۱)

باب نمبر 8

سیاسی خدمات

سیاسی دور

حضرت چوہدری صاحب کے سیاسی کردار کا آغاز ۱۹۳۵ء سے ہوتا ہے۔جب آپ نے پنجاب اسمبلی میں ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے الیکشن میں حصہ لیا اور فتح یاب ہوئے۔اس الیکشن کے ذکر سے قبل اس وقت کا مختصر پس منظر پیش خدمت ہے۔

کشمیر کے مسلمان ایک لمبے عرصہ سے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔لیکن ۱۹۳۱ء میں اس وقت کی ڈوگرہ حکومت نے ان پر مظالم کی انتہا کر دی۔ادھر مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔چنانچہ صدیوں کے غلام آہ و بکا کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ریاستی حکومت نے انتہائی بے دردی سے ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔تو مسلمانان ہند اپنے مظلوم اور مقہور بھائیوں کے لئے امداد کرنے کے لئے میدان میں نکلے۔

الحاج حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تمام مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ بے شک آپ اپنے کشمیری بھائیوں کی انفرادی اور چھوٹی تنظیموں کی صورت میں مدد کے لئے تیار رہیں تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلہ کے لئے تمام مسلمانان ہند باہم مل کر اور یک جان ہو کر ایک تنظیم قائم کریں۔جو سارے ہندوستان کے مسلمانوں کی صحیح نمائندہ جماعت ہو۔

مسلمان اکابرین شملہ کے مقام پر جمع ہوئے سر جوڑ کر بیٹھے اپنے ہر قسم کے باہمی اختلافات کو بھول کر آل انڈیا کشمیر کمیٹی تشکیل دی اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تجویز اور محترم خواجہ حسن نظامی اور نواب سر ذوالفقار علی کی تائید اور تمام اکابرین کی اتفاق

رائے سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ اس کے صدر مقرر ہوئے۔اس کمیٹی کی شاندار خدمات اور مساعی جمیلہ کا ذکر تاریخ میں ثبت ہو چکا ہے۔

ہندوؤں کی اکثریت کی کانگریس نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی ان کی مساعی کو اچھی نظر سے نہ دیکھا۔ اور وہ یہ خطرہ محسوس کرنے لگے کہ اگر مسلمان اسی طرح منظم ہو گئے تو کانگرس کا یہ دعویٰ کہ وہ سارے ہندوستان کے باشندوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔باطل ہو جائے گا اور مسلمان اپنی من مانی کر سکیں گے۔ انہوں نے کانگرس کے ہم خیال مسلمانوں کو جمع کیا۔ان کی امداد میں روپیہ پانی کی طرح بہایا۔اس طرح احرار بھی میدان میں آئے ان کا فرض یہ قرار دیا گیا تھا۔کہ چونکہ جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی منظم جماعت ہے جس سے کانگرس کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ لہذا وہ اس جماعت کے خلاف نبرد آزماء رہیں۔چنانچہ جمہور مسلمانوں کے نمائندوں کے مشوروں کے خلاف وہ کشمیر کے معاملہ میں کانگریس کی طرف سے بھی کود پڑے۔ اور ختم نبوت کے نام پر قادیان پر حملہ کرنے کی غرض سے آپہنچے۔

احرار کے گروہ نے قادیان میں اپنے بعض دریدہ دھن مولویوں کو مقرر کیا کہ وہ احمدیوں کی ہر طرح مخالفت کرتے رہیں۔تا کہ کسی طرح اشتعال پیدا ہو۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا۔کہ وہ فاتح قادیان ہے اور جب ۱۹۳۶ء میں پنجاب اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو اس حلقہ کو جس مین قادیان واقع تھا۔بطور **Test Care** چوہدری صاحب کے مقابل ایک امیدوار محمد خان کو کھڑا کیا۔اگر یہ کامیاب ہو جاتا تو اس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا۔کہ اس حلقہ کے سب مسلمان احرار کے ساتھ ہیں۔محمد خاں کا انتخاب صرف اس لئے کیا کہ ان کی بہت بڑی برادری جو کئی گاؤں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس حلقہ میں موجود تھی۔ احرار کا خیال تھا کہ وہ اپنی برادری کی طاقت پر کامیاب ہو جائے گا۔ اور نام احرار کا ہو جائے گا۔

اس کے بر خلاف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ احرار کا دعویٰ بالکل باطل ہے اور یہ کہ کئی سال تک قادیان اور اسکے ماحول میں احرار کے پورا زور لگانے کے باوجود اور ان پر کانگرس کی بھاری رقوم خرچ ہونے کے باوجود غیر احمدی مسلمان احرار کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور احمدیوں کو ان سے اچھا سمجھتے ہیں۔ چوہدری صاحب کو اسی حلقہ سے امیدوار کھڑا کیا گیا۔چنانچہ جنرل سیکرٹری گورداسپور ڈسٹرکٹ نیشنل لیگ قادیان نے یہ اعلان شائع کیا کہ۔

”تحصیل بٹالہ کے مسلم دیہاتی حلقہ کے ووٹروں کو یقیناً اس بات کی خوشی ہوگی۔ کہ جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے سابق مبلغ اسلام انگلستان و بلاد غربیہ نے اپنے احباب اور دوستوں کی درخواست پر اس حلقہ سے بطور امیدوار کھڑا ہونا منظور فرما لیا ہے۔چوہدری صاحب ضلع گورداسپور کے ایک نہایت معزز زمیندار اور اسی ضلع کے ایک گاؤں کے رہائش رکھنے والے ہیں۔اس لئے یہاں کے زمینداروں اور کاشت کاروں کی ہر قسم کی مشکلات و ضروریات سے بخوبی واقف ہیں۔اور اسمبلی میں ان کی نمائندگی کے لئے ہر طرح سے اہل ہیں۔ان حالات کے ماتحت تحصیل بٹالہ کے مسلم دیہاتی حلقہ کے ووٹروں سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جناب چوہدری صاحب کو نہ صرف خود ووٹ دیں گے بلکہ اپنے اثر سے دوسرے ووٹروں کو بھی اس کی تحریک فرمائیں گے۔“

اس موقع پر میں تحصیل بٹالہ کی تمام نیشنل لیگوں کے عہدہ داروں سے بھی متوقع ہوں کہ وہ بھی جناب چوہدری صاحب کی کامیابی کے لئے سرگرمی سے کام کریں گے۔“

(الفضل ۲۰/ نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی آپ کے حق میں مضامین لکھے۔

رائے سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ اس کے صدر مقرر ہوئے۔اس کمیٹی کی شاندار خدمات اور مساعی جمیلہ کا ذکر تاریخ میں ثبت ہو چکا ہے۔

ہندوؤں کی اکثریت کی کانگریس نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی ان کی مساعی کو اچھی نظر سے نہ دیکھا۔ اور وہ یہ خطرہ محسوس کرنے لگے کہ اگر مسلمان اسی طرح منظم ہوگئے تو کانگرس کا یہ دعویٰ کہ وہ سارے ہندوستان کے باشندوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔باطل ہو جائے گا اور مسلمان اپنی من مانی کر سکیں گے۔ انہوں نے کانگرس کے ہم خیال مسلمانوں کو جمع کیا۔ان کی امداد میں روپیہ پانی کی طرح بہایا۔اس طرح احرار بھی میدان میں آئے ان کا فرض یہ قرار دیا گیا تھا۔کہ چونکہ جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی منظم جماعت ہے جس سے کانگرس کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ لہذا وہ اس جماعت کے خلاف نبرد آزماء رہیں۔چنانچہ جمہور مسلمانوں کے نمائندوں کے مشوروں کے خلاف وہ کشمیر کے معاملہ میں کانگریس کی طرف سے بھی کود پڑے۔ اور ختم نبوت کے نام پر قادیان پر حملہ کرنے کی غرض سے آپہنچے۔

احرار کے گروہ نے قادیان میں اپنے بعض دریدہ دھن مولویوں کو مقرر کیا کہ وہ احمدیوں کی ہر طرح مخالفت کرتے رہیں۔تا کہ کسی طرح اشتعال پیدا ہو۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا۔کہ وہ فاتح قادیان ہے اور جب ۱۹۳۶ء میں پنجاب اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو اس حلقہ کو جس مین قادیان واقع تھا۔بطور **Test Care** چوہدری صاحب کے مقابل ایک امیدوار محمد خان کو کھڑا کیا۔اگر یہ کامیاب ہو جاتا تو اس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا۔کہ اس حلقہ کے سب مسلمان احرار کے ساتھ ہیں۔محمد خاں کا انتخاب صرف اس لئے کیا کہ ان کی بہت بڑی برادری جو کئی گاؤں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس حلقہ میں موجود تھی۔ احرار کا خیال تھا کہ وہ اپنی برادری کی طاقت پر کامیاب ہو جائے گا۔ اور نام احرار کا ہو جائے گا۔

اس کے بر خلاف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ احرار کا دعویٰ بالکل باطل ہے اور یہ کہ کئی سال تک قادیان اور اسکے ماحول میں احرار کے پورا زور لگانے کے باوجود اور ان پر کانگرس کی بھاری رقوم خرچ ہونے کے باوجود غیر احمدی مسلمان احرار کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور احمدیوں کو ان سے اچھا سمجھتے ہیں۔ چوہدری صاحب کو اسی حلقہ سے امیدوار کھڑا کیا گیا۔چنانچہ جنرل سیکرٹری گورداسپور ڈسٹرکٹ نیشنل لیگ قادیان نے یہ اعلان شائع کیا کہ۔

”تحصیل بٹالہ کے مسلم دیہاتی حلقہ کے ووٹروں کو یقیناً اس بات کی خوشی ہوگی۔ کہ جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے سابق مبلغ اسلام انگلستان و بلاد غربیہ نے اپنے احباب اور دوستوں کی درخواست پر اس حلقہ سے بطور امیدوار کھڑا ہونا منظور فرما لیا ہے۔چوہدری صاحب ضلع گورداسپور کے ایک نہایت معزز زمیندار اور اسی ضلع کے ایک گاؤں کے رہائش رکھنے والے ہیں۔اس لئے یہاں کے زمینداروں اور کاشت کاروں کی ہر قسم کی مشکلات و ضروریات سے بخوبی واقف ہیں۔اور اسمبلی میں ان کی نمائندگی کے لئے ہر طرح سے اہل ہیں۔ان حالات کے ماتحت تحصیل بٹالہ کے مسلم دیہاتی حلقہ کے ووٹروں سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جناب چوہدری صاحب کو نہ صرف خود ووٹ دیں گے بلکہ اپنے اثر سے دوسرے ووٹروں کو بھی اس کی تحریک فرمائیں گے۔“

اس موقع پر میں تحصیل بٹالہ کی تمام نیشنل لیگوں کے عہدہ داروں سے بھی متوقع ہوں کہ وہ بھی جناب چوہدری صاحب کی کامیابی کے لئے سرگرمی سے کام کریں گے۔“

(الفضل ۲۰ / نومبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۲)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی آپ کے حق میں مضامین لکھے۔

آپ نے ایک مضمون لکھا

"آپ چوہدری صاحب کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں"

آپ تحریر فرماتے ہیں

احباب کو معلوم ہے کہ اس وقت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے پنجاب اسمبلی کیلئے تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے مسلم حلقے کی طرف سے بطور امیدوار کھڑے ہیں۔ یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ چوہدری صاحب موصوف سارے امیدواروں میں سے زیادہ تعلیم یافتہ، زیادہ تجربہ کار زیادہ قابل امیدواروں سے زیادہ ہمدردی رکھنے والے ہیں۔ پس جملہ مسلمان ووٹروں کا یہ ایک قومی فرض ہے کہ وہ نہ صرف خود چوہدری صاحب کے حق میں رائے دیں کیونکہ وہ ہر جہت سے سب سے زیادہ بہتر امیدوار ہیں اور ہم آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ چوہدری صاحب موصوف کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں۔

۱- اگر آپ تحصیل بٹالہ میں خود ووٹر ہیں تو آپ پولنگ کے دن اپنے گاؤں میں موجود رہیں اور اپنا ووٹ چوہدری صاحب کے حق میں دیں۔ آپ کو اپنے گاؤں سے پولنگ اسٹیشن تک پہنچانے کا انتظام کر دیا جائے گا۔

۲- اگر آپ کسی وجہ سے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتے تو بے شک کسی سے ذکر نہ کریں اور پولنگ کے دن خاموشی سے پولنگ کے اسٹیشن پر جا کر چوہدری صاحب کے حق میں پرچی ڈال دیں۔

۳- اگر آپ خود ووٹر نہیں تو پھر آپ ووٹروں کو سمجھا کر تحریک کریں کہ وہ چوہدری صاحب کے حق میں رائے دیں۔

۴- اگر آپ ووٹر ہیں تو پھر بھی آپ دوسرے ووٹروں کو چوہدری صاحب کے حق میں رائے دینے کی تحریک کریں۔

۵- اگر آپ کسی باہر جگہ رہتے ہیں تو پولنگ کے دن سے پہلے رخصت لیکر یا فرصت نکال کر ضرور اس جگہ پہنچ جائیں جہاں آپ کا ووٹ درج ہے۔ پولنگ مختلف مقامات پر ہوگا اور ۱۸/ جنوری سے شروع ہو کر ۲۹/ جنوری ۱۹۳۷ء تک رہے گا۔ اپنے حلقہ کے پولنگ کی جگہ اور معین تاریخ کا علم آپ خط لکھ کر ہم سے دریافت کر سکتے ہیں۔

۶- اگر آپ کے گاؤں کا کوئی شخص دور باہر گیا ہوا ہو اور وہ چوہدری صاحب کے حق میں گزر سکتا ہو تو آپ اس کے نام اور پتے سے ہمیں اطلاع دیں تا کہ اگر سفر لمبا نہ ہو تو اسکے بلانے کا انتظام کیا جائے۔

۷- اگر آپ کے گاؤں کا کوئی ووٹر فوت شدہ یا مفقود الخبر یا غیر حاضر ہو اور دور دراز جگہ پر گیا ہوا ہو تو آپ اسکے نام وغیرہ سے ہمیں اطلاع دیں۔ تا کہ اگر اسکی جگہ کوئی جعلی پرچی گذرنے لگے تو ہمیں اس کا علم ہو جائے۔

۸- آپ اپنے علاقے کے ووٹروں کو چوہدری صاحب کا نام اچھی طرح سمجھا دیں اور ان سے چوہدری صاحب کا نام دہرا کر تسلی کر لیں تا کہ ووٹ دینے کے وقت ان کے منہ سے کوئی غلط نام نہ نکل جائے۔

۹- آپ اپنے علاقہ میں ظاہراً اور خفیۃً جس طرح آپ مناسب سمجھیں پراپیگنڈا کریں کہ یہ کوئی مذہبی سوال نہیں۔ بلکہ محض سیاسی سوال ہے۔ اور چونکہ اس لحاظ سے چوہدری صاحب سب سے بہتر امیدوار ہیں اس لئے انہیں ہی ووٹ دینے چاہیں۔

۱۰- آپ اپنے علاقہ کے ووٹروں کو سمجھائیں کہ ووٹ ایک نہائت قیمتی امانت ہے اور آئندہ اسمبلی میں اہم سیاسی سوالات پیش ہونے والے ہیں۔ پس وہ کسی غیر اہل شخص کو ووٹ دے کر اپنی امانت کو ضائع نہ کریں۔

۱۱- آپ اپنے علاقہ کے ووٹروں کو بتائیں کہ احمدی جماعت پنجاب میں پچیس تیس

حلقوں میں غیر احمدی امیدواروں کی مدد کر رہی ہے۔ پس اگر دو تین حلقوں سے خود اسے مدد کی ضرورت ہے تو یہ امر اخلاق اور وفاداری کے خلاف ہے کہ اسے مدد نہ دی جائے۔

۱۲- اگر آپ کے خیال میں چوہدری صاحب کی امداد کرنے کا کوئی ایسا ذریعہ ہو جو آپ کے اختیار سے باہر ہے تو آپ ہمیں اطلاع دیں تاکہ اسے اختیار کیا جا سکے۔

(الفضل ۱۰ر جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۲)

چنانچہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ر جنوری ۱۹۳۷ء کو انتخابات ہوئے۔ ان دنوں حکومت بھی ایسے لوگوں کو منتخب کرانے کیلئے غیر آئینی ذرائع استعمال کیا کرتی تھی جو اس کے ڈھب کے ہوتے تھے۔ اس حلقہ سے بھی ایک ایسا امیدوار کھڑا کیا گیا تھا اور حکومت کی ساری مشینری اس کی امداد کر رہی تھی۔ وہ اسی حلقہ میں سب رجسٹرار بھی تھا اور انریری مجسٹریٹ بھی اور پھر وہ ایک گدی نشین کا بیٹا بھی تھا۔

گو کہ چوہدری صاحب موصوف کو تیاری کا پورا موقع نہ ملا تھا۔ تاہم پہلے مرحلے پر یعنی ۱۹۳۷ء میں ان کا ایک ٹارگٹ یہ تھا کہ انہوں نے احراری امیدوار کو شکست دینی ہے۔ اور ثابت کرنا تھے کہ اس حلقہ کے جمہور مسلمان احرار کو نہیں بلکہ احمدیوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کی صحیح نمائندگی کر سکتے ہیں۔

آپ کا دوسرا ٹارگٹ یہ تھا کہ وہ خود ہی منتخب ہونے کی کوشش کریں اور اگر وہ اس دفعہ منتخب نہ بھی ہو سکیں تو آپ کے ووٹ کم از کم منتخب ہونے والے کے قریب قریب ووٹ ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قادیان

مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

احباب کی خواہش پر میں آئندہ پنجاب اسمبلی میں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے مسلم دیہاتی حلقہ کی طرف سے بطور امیدوار کھڑا ہو رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کام میں میری امداد فرمائیں گے اور نہ صرف خود مجھے ووٹ دیں گے بلکہ اپنے زیر اثر دوسرے ووٹروں کو بھی تحریک فرمائیں گے کہ وہ بھی مجھے ووٹ دیں اور میری امداد کریں۔

میں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۱۰ء میں بی۔ اے پاس کیا تھا اور ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ کالج سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور باوجود اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ایسے زمانہ میں جب کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کیلئے گورنمنٹ کی ملازمت کا مل جانا کوئی مشکل امر نہ تھا اور ملازمت میں ترقی کے بھی راستے کھلے تھے۔ میں نے سرکاری ملازمت حاصل کرنے کیلئے کوئی خواہش یا کوئی کوشش نہیں کی بلکہ خدمت اسلام کے شوق اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے جذبہ نے میرے اندر یہ خواہش پیدا کی کہ اپنا وقت اور اپنی طاقت غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کرنے اور ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں کے سیاسی نقطہ نگاہ کو غیر اقوام کے سامنے پیش کرنے کیلئے وقف کر دوں۔

میں ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۴ء تک تین دفعہ یورپ گیا اور انگلستان اور دیگر بلاد میں تبلیغ اسلام اور ہندوستانیوں اور مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کرتا رہا ہوں۔ ان لمبے عرصوں کے دوران میں مجھے مصر، یورپ، فلسطین، دمشق، وغیرہ کے علاوہ جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن اور ڈربن کے سفروں کا بھی موقع ملا ہے۔ چنانچہ میں نے ۱۹۱۶ء میں

ڈربن اور کیپ ٹاؤن میں ہندوستانیوں کی مشکلات کا موقع پر جاکر مطالعہ کیا۔ الغرض میں نے ایشیاء افریقہ اور یورپ کے مختلف ممالک میں سفر کیا ہے اور ان سفروں کے دوران میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے حج بیت اللہ کا بھی موقع عطا فرمایا۔

میں ضلع گورداسپور کے زمینداروں میں سے ہوں اور اسی ضلع کے ایک گاؤں میں رہائش رکھتا ہوں۔ اس لئے یہاں کے زمینداروں اور کاشتکاروں کی ہر قسم کی مشکلات اور ضروریات سے نہ صرف خود بخوبی واقف ہوں بلکہ اسمبلی میں ان کی نمائندگی کرنے کیلئے اپنے آپ کو خدا کے فضل سے ہر طرح آمادہ اور تیار پاتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ

ضلع گورداسپور کے علاوہ میری زرعی جائیداد ضلع لاہور، ضلع منٹگمری اور علاقہ سندھ میں بھی موجود ہیں۔ میرے رشتہ دار اور عزیزوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ چھوٹے سے چھوٹے زمیندار بھی ہیں۔ اس لئے زمیندار ہونے کی وجہ سے زمینداروں کی بہتری کیلئے اپنے اندر ایک مخلصانہ جذبہ رکھتا ہوں اور خدا کے فضل سے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار بذریعہ تقریر و تحریر انگریزی اور اُردو ہر دو میں بخوبی کر سکتا ہوں۔

ان حالات کے ماتحت میں احباب کی خواہش پر اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے اس خدمت کیلئے کھڑا ہوا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ میری امداد کیلئے ہر ممکن سعی فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار

فتح محمد سیال

خواتین کے پولنگ اسٹیشن کی رپورٹ

۲۶؍ جنوری پنجاب اسمبلی کے جدید انتخابات کے سلسلہ میں آج قادیان میں خواتین کا پولنگ تھا۔ احمدی ووٹر خواتین صبح 9 بجے سے قبل ہی پولنگ اسٹیشن پر جو سمال ٹاؤن کمیٹی ہال تھا اور جہاں پردہ کا مکمل انتظام تھا۔ خود بخود پہنچ گئیں۔ عورتوں کے کل ووٹ 439 گذرے جن میں سے 435 خواتین کے ووٹ جناب چوہدری صاحب کے حق میں تھے۔ اور صرف چار عورتیں احرار نمائندہ کی تائید میں تھیں احمدی خواتین نے اس موقع پر نہایت شاندار نمونہ دکھایا۔ سوائے ان کے جو فوت ہوگئیں یا بہت دور دراز کے علاقہ میں تھیں باقی ساری عورتوں نے ووٹ دیئے۔ حتی کہ تین دن کی زچہ اور ایک نہایت سخت بیمار بہن ڈولیوں میں بیٹھ کر ووٹ دینے آئیں۔

(الفضل ۲۸؍ جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۱)

اس انتخاب سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اسی طرح دوسرے مقامات پر انتخابات دیانت دارانہ ہوتے اور افسران سرکاری امیدواروں کے حق میں دھاندلی نہ کرتے تو وہاں بھی محترم چوہدری صاحب یقیناً کامیاب ہو جاتے ان کے ووٹوں کا اور چوہدری صاحب کے ووٹوں کا معمولی فرق تھا اور احرار کے متعلق تو ثابت ہوگیا کہ ان کو جمہور مسلمان نفرت سے دیکھتے ہیں۔ جو ووٹ محمد خاں "انتخابی احراری" کو ملے وہ اسکی برادری کے ہی تھے۔ جنہوں نے مجبوراً ووٹ دیئے۔ اس لئے اسے سب سے پہلے ووٹ ملے پس احرار کو شکست فاش ہوئی۔

اس موقع پر الفضل میں احرار کی شکست پر ذیل کا مضمون شائع ہوا۔

احرار کو شکست ہوئی۔ چوہدری صاحب جیت گئے

احرار ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں لنگرلنگوٹ کس کر باہر نکل آئے۔ اور اپنے مخالف امیدواروں کو "مرزائی" یا "مرزائی نواز" مشہور کرکے ووٹروں کی ہمدردیاں

حاصل کرنے لگے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار "الحدیث" میں لکھا۔

"احرار کے جلسے میں جہاں اور باتوں کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو امیدوار مرزائی یا مرزائی نواز ہو اسے ووٹ نہ دو۔ مرزائی کی تعریف تو ظاہر ہے کہ جو شخص مرزا قادیان کو مسیح موعود سمجھے وہ مرزائی ہے۔ ہاں مرزائی نواز کی جامع و مانع تعریف کی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ خواہ کوئی مولوی مسجد میں مرزائیت کا رد کرے لیکن وہ یہ نہ کہے کہ ہم احرار کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ وہ مرزائیوں کو کافر بھی کہے تب بھی وہ مرزائی نواز ہے۔"

احرار پارٹی اپنے تمام مخالف لوگوں کو اسلام سے خارج کہتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ احرار اپنے اعمال قبیحہ کی وجہ سے انسانیت سے بھی خارج ہیں۔

(اہلحدیث ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۵ کالم نمبر ۳)

مگر ان تمام سیاسی حربوں کے باوجود احرار کو شکست فاش ہوئی اور صوبہ پنجاب کے کسی حلقہ میں بھی انکا کوئی امیدوار کامیاب نہ ہو سکا۔ اور تو اور بٹالہ کے حلقہ میں بھی ان "آٹھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی" کا ادعاء کرنے والوں اور "فاتح قادیان" کہلانے والوں کو احمدی امیدوار چوہدری صاحب سے بھی کم ووٹ ملے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:-

"دوسری شکست احرار کو نمایاں طور پر یہ ملی کہ قادیان کے متعلق انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے اسے فتح کر لیا ہے اور قادیان کے علاقہ میں احمدیوں کو کوئی پوچھتا نہیں مگر خدا تعالیٰ نے اِن کے اس دعویٰ کی تردید کا بھی سامان مہیا کر دیا۔

چنانچہ جب الیکشن کا نتیجہ نکلا تو بے شک اہل سنت و الجماعت کا ایک نمائندہ کامیاب ہو گیا۔ مگر دوسرے نمبر پر احمدی نمائندہ تھا۔ تیسرے نمبر پر احراری۔ اب

اس نتیجہ کو احرار کہاں چھپا سکتے ہیں یہ پبلک کی آواز تھی۔ جو ووٹروں کے ذریعہ ظاہر ہوئی اور اس نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ یہ کہنا کہ احمدیوں کو قادیان کے علاقے میں کچل دیا گیا ہے بالکل بے معنی دعویٰ ہے۔ حقیقت اس میں کچھ نہیں۔ پس اس نتیجہ نے احرار کی آواز کو بالکل مدہم کر دیا۔ اسکے بعد قادیان کی فتح کا نقارہ بجتے کم از کم میں نے کبھی نہیں سنا۔"

(الفضل ۲۴ر نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۳،۲)

چوہدری صاحب نے اس وقت اعلان کرایا کہ میں آپ لوگوں کی خدمت کرتا رہوں گا اور انشاء اللہ اگلے انتخابات میں جیت کر اور اسمبلی میں پہنچ کر اس علاقہ کی فلاح وبہبود کے لئے کماحقہ، کام کروں گا۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات

جنگ کی وجہ سے انتخابات ملتوی ہوتے چلے گئے بالآخر ۵، ۶، ۷ر فروری ۱۹۴۶ء کو انتخابات ہوئے۔

تمام جماعت احمدیہ چوہدری صاحب کے ساتھ تھی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ نے جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے یہ پیغام شائع کیا کہ:-

برادرانِ جماعت احمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چند دنوں میں سارے پنجاب میں اسمبلی کیلئے انتخابات شروع ہو جائیں گے ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے مگر جو حق قانون نے اسے دیا ہے کوئی وجہ نہیں کہ وہ اسے ترک کرے پنجاب میں ہماری جماعت چار پانچ لاکھ ہے اور کوئی پچاس ہزار کے قریب احمدی ووٹ ہیں۔ اکثر جگہوں پر یہ ووٹ مسلم لیگ یا یونینسٹ پارٹی کو مل رہے ہیں اور بالعموم مقامی جماعتوں میں اکثریت کی رائے کے مطابق مل رہے ہیں مرکز

نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کیا سوائے چند گنتی کے مقامات کے مجھے افسوس ہے کہ بہت سی جماعتوں نے جماعتی فوائد کو نظر انداز کرتے ہوئے ذاتی تعلقات یا ذاتی دشمنیوں کی وجہ سے فیصلے کئے ہیں اور میں نے ان کے فیصلوں کو تسلیم کر لیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کا نتیجہ جماعت کیلئے بُرا نکلے گا۔ اور ان لوگوں کو بعد میں پچھتانا پڑے گا جبکہ وہ اپنے فعل کے بُرے نتیجے کے اثر کو شاید اپنے اور اپنے عزیزوں کی قربانی سے مٹا سکیں گے۔ یا شاید منافقوں کی طرح اپنے آپ کو سلسلہ سے الگ کر کے اپنی جان بچا سکیں گے۔

بعض جماعتوں نے اخلاص کا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ اور زور کے ساتھ اصرار کیا ہے کہ ان کے ووٹ مرکز کی مصالح کو پورا کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ ہم نے اس پیش کش کو خواہ منظور کر لیا ہے یا نہیں ان لوگوں نے اپنے ایمان کا ثبوت دے دیا ہے۔ **فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔**

مجھے امید ہے کہ دوسرے گروہ کی غلطیوں سے جب جماعت پر ابتلا آئیں گے تو اس وقت بھی یہ ناکردہ گناہ ہی اپنی قربانیوں کو پیش کر کے دوسری دفعہ جماعت کا ستون ثابت ہوں گے۔

احباب کو معلوم ہے کہ بٹالہ کے حلقہ سے زمین داروں کے صحیح نمائندے چوہدری فتح محمد سیال صاحب کھڑے ہیں۔ ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے احمدیوں کے مفاد بھی ان کے ہاتھ میں محفوظ ہو سکتے ہیں افسوس کہ باوجود انتخابات کی بنیاد سیاست پر ہونے کے اور باوجود اس کے کہ ہم نے اس معاملہ میں مذہب کو داخل نہیں ہونے دیا اور تمام پنجاب میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ یہاں بعض لوگ محض احمدیت کی وجہ سے چوہدری صاحب کی مخالفت کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر فرض کرو چوہدری صاحب جماعت احمدیہ ہی کے ممبر ہوتے تو بھی تو اس قسم کا سوال

اُٹھانے کا موقع نہ تھا۔ کیونکہ دوسری ایسی جگہوں پر احمدی دوسرے فرقوں کے لوگوں کے حق میں ووٹ دیں گے احمدی اور غیر احمدی کا سوال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمام احباب جن پر میری بات کا اثر ہو سکتا ہے تکلیف اٹھا کر اور قربانی کر کے بھی آنے والے چند دنوں میں چوہدری صاحب کے حق میں پرپیگنڈا کریں گے۔ اور جب ووٹ کا وقت آئے گا تو کسی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے ہوئے اپنے مقررہ حلقہ میں پہنچ کر ان کو ووٹ دیں گے۔

میں اس کے مقابل پر چوہدری صاحب کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل میں فیصلہ کر لیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیاب کر دیا تو وہ اپنی تحصیل اور اپنے صوبہ کی دیانت داری اور محنت سے خدمت کریں گے اور اپنے حلقہ کی ضرورتوں کو حکومت کے سامنے بار بار لا کر انہیں پورا کروانے کی کوشش کریں گے اور اپنی کامیابی کو اپنی ذاتی کامیابی نہیں سمجھیں گے اور غیر زمینداروں اور زمینداروں۔ غریبوں اور امیروں سب کے حقوق کی حفاظت کو اپنا مقدم اور ضروری فرض سمجھیں گے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۱۹/ جنوری ۱۹۴۶ء صفحہ ۷)

پھر جوں جوں انتخابات قریب آتے گئے۔ توں توں جماعت نے کام بھی تیز کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ ایک شاندار جلسہ چوہدری صاحب کی الیکشن میں کامیابی کے لئے منعقد ہوا۔ جس میں علماء سلسلہ اور خود چوہدری صاحب نے تقریر فرمائی۔

اس کی روئیداد الفضل کے الفاظ میں کچھ یوں ہے۔

چوہدری صاحب کی الیکشن میں کامیابی کے لئے شاندار جلسہ

۱۸ ماہِ صلح۔ آج بعد نمازِ مغرب مسجد اقصیٰ میں خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر اعلیٰ کی صدارت میں ایک جلسہ الیکشن میں چوہدری صاحب کو کامیاب بنانے کیلئے ہوا۔ اس میں بعض علماء سلسلہ نے تقاریر کیں۔

جناب مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری کی تقریر

ہمارے مفاد کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے (جن پر لاکھوں انسانوں کی نظریں ہیں) ایک نمائندہ ہو چنانچہ ہمارے اس حلقہ سے جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال کھڑے ہیں آپ اس حلقہ کی نمائندگی اور ہمارے حقوق کی پوری حفاظت کے ہر طرح سے اہل ہیں۔ علاوہ ازیں بلحاظ قابلیت و علم واستعداد بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس حلقہ سے جناب چوہدری صاحب کے سوا اور کوئی عمدگی سے نمائندگی نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہر احمدی کو چاہیے کہ آپ کے حق میں ووٹ دے۔ قربانی کر کے اور تکلیف اٹھا کر بھی ووٹ دے۔ پھر جہاں تک ہو سکے اپنے حلقہ اثر سے اپنے واقف کاروں اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے بھی ووٹ دلوائے۔ اور ان کو سمجھائے کہ جناب چوہدری صاحب موصوف ہر طرح سے قابل ہیں اور اس حلقہ کے امیدواروں میں سے ہر لحاظ سے نمایاں فوقیت رکھتے ہیں۔

مکرم چوہدری خلیل احمد ناصر صاحب کی تقریر

اس وقت ہندوستان سیاسی لحاظ سے ایک نازک مرحلے پر ہے کانگرس اور مسلم لیگ کے اختلافات زوروں پر ہیں۔ ان حالات میں جماعت احمدیہ تے ہندوستان میں مسلم لیگ کو ووٹ دیئے ہیں۔ لیکن جب جماعت احمدیہ کی طرف سے تحصیل بٹالہ کے حلقہ سے ایک نہایت قابل نمائندہ کھڑا کیا گیا تو لیگ نے مخالفت شروع کر دی۔ حلقہ

بٹالہ سے تین امیدوار ہیں لیکن علم، عمل، قابلیت اور نمائندگی کی صلاحیتوں کے لحاظ سے کوئی عقلمند اور سمجھ دار انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جناب چوہدری صاحب سب سے زیادہ موزوں اور صحیح نمائندگی کرنے کے اہل ہیں۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی تقریر

ہمیں کسی کے حقوق کو پامال نہیں کرنا چاہیے لیکن ہم اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ہر وقت تیار ہیں ہمیں چاہیے کہ اپنے حلقہ سے ایسے شخص کو ووٹ دیں جو ہر لحاظ سے اس کے شایان شان ہو۔ تحصیل بٹالہ سے مسلمانوں کے حقوق کی بہترین نمائندگی جناب چوہدری صاحب ہی کر سکتے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے مفاد کا سوال ہوگا وہاں آپ ہچکچائیں گے نہیں بلکہ دلیری سے اس کا مطالبہ کریں گے۔ اس لئے ہم سمجھتے کہ تمام مسلمانوں کے حقوق بلکہ ایک لحاظ سے ہندوؤں اور سکھوں کے حقوق بھی (جہاں تک صحیح مطالبات کا تعلق ہے) محفوظ ہوں گے۔

جناب چوہدری صاحب کی تقریر

جناب چوہدری صاحب نے دوستوں کو پولنگ پر قادیان آنے اور دیگر ووٹروں کو لانے کی تحریک فرما کر فرمایا جماعتی حقوق کی حفاظت جماعتی طاقت پر منحصر ہے اور جب تک ہم اپنے حقوق کی پوری طرح حفاظت نہی کر سکتے اس وقت تک ہم کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

احباب جماعت پر انتخابات کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے اپنے مفاد کے لئے کھڑا نہیں کیا اور نہ ہی میں ذاتی طور پر کھڑا ہو رہا ہوں بلکہ مجھے اس لئے کھڑا کیا گیا ہے کہ جماعت اور افراد جماعت کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ پس یہ ایک جماعتی کام ہے اس لئے اس کی اہمیت کو

الیکشن 1944ء میں کامیابی کے بعد پرجوش استقبال

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ ایم اے

نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے لئے قادیان کے احباب کو پوری پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی ایک ووٹ بھی نہ رہ جائے۔ اگر قادیان کے پورے کے پورے ووٹ ڈالے جائیں تو باہر کے ووٹ ملا کر ہمارے لئے کامیابی یقینی ہے۔

(الفضل ۱۹ر جنوری ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۰،۱۱)

چوہدری صاحب کے مقابلہ پر مسلم لیگ کا نمائندہ بھی تھا۔ اور یونینسٹ پارٹی کا نامزد نمائندہ بھی جو اسی حلقہ سے پہلے افسران کی دھاندلی سے کامیاب ہو چکا تھا اب پھر امیدوار ہے۔ یہ شخص اس حلقہ میں آنرزی مجسٹریٹ درجہ اول تھا۔ سب رجسٹرار تھا۔ پیری مریدی کا بھی سلسلہ تھا۔ حکومت کے تمام کے تمام افسران اس کی پشت پر تھے یہاں تک کہ علاقہ کا تحصیل دار کپڑا اور چینی گاڑیوں میں بھر کر گاؤں گاؤں پھرتا تھا جنگ کے بعد ان چیزوں کے حصول کیلئے لوگ مارے مارے پھرتے تھے وہ ان اشیاء کے بدلے لوگوں سے قسمیں لے لے کر ووٹوں کا سودا کر رہا تھا۔

چوہدری صاحب نے یہ سب حقائق مسلم ہائی کمان کے سامنے رکھ کر انکو قائل کر لیا کہ "ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم نے مسلم لیگ کی مدد کرنی ہے۔ لیکن اس حلقہ میں آپ کا نامزد امیدوار ہرگز یونینسٹ امیدوار کو شکست نہیں دے سکتا۔ البتہ چوہدری صاحب خدا کے فضل وکرم سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے اسے شکست فاش دے سکتے ہیں۔ اور یہ کہ انہیں حضرت امام جماعت احمدیہ کا ارشاد ہے کہ تم کامیاب ہوتے ہی مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ۔ میں آزاد امیدوار ہوں کسی جماعت کا نمائندہ نہیں۔ اس لئے مجھے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے فلاں جماعت کے ٹکٹ پر الیکشن جیتا اور اب مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ میں اگر کسی جماعت کا نامزد امیدوار ہوں تو وہ جماعت احمدیہ ہے اور اس کا پہلے ہی یہ مسلک ہے کہ مسلم لیگ کو کامیاب بنایا جائے۔"

جب الیکشن ہوئے تو حکومت کے افسران کی تمام دھاندلیوں کے علی الرغم چوہدری صاحب ووٹوں کی بہت نمایاں زیادتی سے کامیاب ہوئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں :-

"۲۱ر فروری آج ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کے دفتر میں حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ کی پرچیوں کی سرکاری گنتی ہو گئی اور چوہدری صاحب کی کامیابی کا اعلان کیا گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک

ووٹوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا:- چوہدری فتح محمد صاحب سیال 6266 ووٹ

۲:- میاں بدر محی الدین صاحب 5651 ووٹ

۳:- سید بہاالدین صاحب 4163 ووٹ

(الفضل ۲۲ر فروری ۱۹۴۶ء)

جب چوہدری صاحب کامیاب ہوئے تو احمدیوں سے بھی زیادہ غیر احمدیوں نے خوشیاں منائیں اور مسلم لیگ نے اس لئے خوشی منائی کہ کامیابی کے دو دن بعد محترم چوہدری صاحب مسلم لیگ کے ممبر بن گئے۔

احمدیوں کی خوشی کا اندازہ چوہدری صاحب کے قادیان کے پہنچنے پر اس خیر مقدم سے ہوتا ہے۔ جو پُرجوش طریقہ سے کیا گیا۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔

الیکشن میں کامیابی کے بعد پُرجوش استقبال

۲۱ر فروری آج گورداسپور سے جب اطلاع پہنچی کہ جناب چوہدری صاحب حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ سے پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے ہیں تو خوشی اور مسرّت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور احباب نے الحمدللہ کہتے ہوئے آپس میں مبارک باد کا تبادلہ کیا۔ چونکہ چوہدری صاحب الیکشن کا نتیجہ سننے کیلئے گورداسپور تشریف لے گئے تھے اسلئے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ چوہدری صاحب تشریف لارہے ہیں۔ امید ہے دوست انکے استقبال کیلئے اسٹیشن پر تشریف لے جائیں گے۔ نیز دوستوں کو دعا بھی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کو علاقہ کی بہتری کیلئے کام کرنیکی توفیق عطا کرے اگرچہ یہ اعلان تنگ وقت میں کیا گیا تھا۔ لیکن گاڑی آنے سے قبل بہت بڑا اجتماع اسٹیشن پر ہو گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب' جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب' حضرت جناب مرزا عزیز احمد صاحب' جناب خان صاحب' مولوی فرزند علی صاحب' سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب' صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور بہت سے اور بزرگ بھی اسٹیشن پر موجود تھے۔ گاڑی ٹھیک وقت پر پہنچی۔ مجمع نے جناب چوہدری صاحب کو دیکھ کر الحمد للہ کہتے ہوئے دلی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔ اور کئی دوستوں نے چوہدری صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے پلیٹ فارم کے باہر آکر جناب چوہدری صاحب نے موٹر کے اندر کھڑے ہو کر مختصر تقریر کی اور الیکشن میں حصہ لینے والوں کا شکریہ ادا کیا۔

(الفضل ۲۲ر فروری ۱۹۴۶ء صفحہ 1)

مساعی جمیلہ بطور ایم-ایل-اے ۰۲

چوہدری صاحب ظہور احمد ناظر دیوان فرماتے ہیں:-

"محترم چوہدری صاحب پر پنجاب اسمبلی کا رکن ہونے کی حیثیت سے جو فرائض عائد ہوتے تھے آپ نے ان کو بطور احسن ادا کیا۔ اور آپ اس حلقہ کے مسلمانوں کے حقیقی نمائندہ ثابت ہوئے۔ انہوں نے اس عہدہ کو ایک امانت سمجھا اور اسے خدا تعالیٰ کی امانت بھی سمجھا اور اس حلقہ کے مسلمانوں کی امانت بھی سمجھا اور دیانت داری اور وفاداری کے ساتھ اس کی حفاظت کی۔ بڑی کثرت سے اپنے علاقے کے دورے کئے

اور لوگوں کے مسائل سے آگاہ ہوئے اور پھر ان کے حل کیلئے دلیری کے ساتھ حکومت کے سامنے ان کی نمائندگی کی۔"

تقسیم ہند کے بعد

۱۹۴۷ء میں ملک میں بٹوارا ہو رہا تھا۔ ہر طرف فسادات برپا تھے۔ آپ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر جگہ پہنچ کر مسلمانوں کو منظم کیا۔ ان کو حالات سے باخبر رکھا اور اس وقت جب مشرقی پنجاب کے تمام مسلمان ممبران لاہور پہنچ کر اپنے ٹھکانے بنانے میں مصروف تھے۔ مشرقی پنجاب میں صرف اور صرف دو ممبران تھے۔ جنہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک ایک مسلمان کا انخلاء بھی باقی رہے گا اور اسے پاکستان نہ پہنچائیں گے وہ اپنے حلقہ سے نہیں ہلیں گے۔ چوہدری صاحب کی انہی شاندار خدمات کے پیش نظر حکومت ہند نے آپ پر بے شمار قتل کے جھوٹے مقدمات بنا کر آخر کار آپ کو گرفتار کر لیا۔ جیل میں آپ نے جو تکالیف اٹھائیں ان کا تذکرہ اگلے باب میں ہوگا۔

آخر ۱۹۴۸ء کے معاہدہ کے بعد پاکستان پہنچے اور اسمبلی کے اجلاس میں بطور ممبر حاضر ہوئے تو ممبران نے بلا استثناء ان کو شاندار الفاظ میں خیر مقدم کیا۔

باب نمبر 9

۱۲/ستمبر ۱۹۴۷ء تا ۸/اپریل ۱۹۴۸ء

گرفتاری

چوہدری صاحب ۱۹۴۷ء میں پنجاب اسمبلی ہندوستان کے ایم ایل اے تھے اور وطن کی خدمت کماحقہ' فرمارہے تھے کہ ۱۲/ستمبر ۱۹۴۷ء کو جھوٹے قتل کے الزام میں آپکو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے علاوہ مکرم عبدالعزیز بھامڑی، میجر شریف احمد صاحب باجوہ، زین العابدین حضرت ولی اللہ شاہ صاحب مولانا احمد خاں صاحب نسیم، چوہدری علی اکبر صاحب آف ماڑی بچیاں، غلام رسول چک ۳۵ بھی گرفتار کئے گئے۔ آپ کو ایک دو دن قادیان حوالات میں اور ایک دن بٹالہ میں رکھا اور پھر گورداسپور جیل میں رہے۔ پھر جالندھر جیل میں رکھا گیا۔

مکرم چوہدری صاحب ہی ان قید ہونے والے احمدیوں کے امیر اور امام الصلوٰۃ تھے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد درس دیا کرتے تھے۔

سردار ہزارہ سنگھ سپرانٹنڈنٹ جیل نے جالندھر جیل میں مذکورہ بالا اصحاب کو ایک کمرہ دے دیا جس کے ساتھ لیٹرین کا بھی انتظام تھا۔ چوہدری صاحب اور ولی اللہ شاہ صاحب کو چارپائی وغیرہ دی گئی ان کی بزرگی کو مد نظر رکھتے ہوئے کھانا پکانے کی اجازت دے دی گئی۔

(ماخوذ از بیان مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی)

چوہدری صاحب کو جب جیل میں رکھا گیا تو آپکے چھپے ہوئے جوہر ظاہر ہوئے

اور معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب ہر طرح کے مصائب جھیل سکتے تھے۔ اس دوران آپ کی بہت سی سیرت کے پہلو نمایاں ہوئے جو کہ پہلے لوگوں کی نظر سے پوشید تھے۔

مولوی احمد خاں صاحب نسیمؔ اسبارہ میں رقمطراز ہیں۔

جب ہمیں پولیس گورداسپور جیل میں لے گئی تو دوسرے دن چوہدری صاحب مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ چند دن ہوئے مجھے الہام ہوا

ولقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

فرمانے لگے کہ یہ الہام مبشر ہے جب یہ الہام ہوا میں قادیان کی حفاظت کیلئے دعا کر رہا تھا۔ بعد میں جب ہمیں علم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قادیان میں دوریشان کی تعداد **313** مقرر فرمائی ہے تو آپ بہت ہی خوش ہوئے۔

مکرم عبدالعزیز صاحب بھامڑی فرماتے ہیں

چوہدری صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ مقدمات بنتے رہتے ہیں قتل کا الزام ہی لگا ہے کوئی اخلاقی جرم کا الزام تو نہیں لگا۔

اور ہر صبح کو پوچھتے کہ کیا کسی کو کوئی خواب آئی ہے؟ جس کو خواب آتی اس کو خواب کی بہترین تعبیر کرتے اور یوں پتہ چلا کہ آپ معبّر بھی ہیں۔

عزت نفس کا خیال

مزید بر آں بھامڑی صاحب فرماتے ہیں :-

ایک دفعہ انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات سپنچند کوٹھ معائنہ کرتے کرتے ہمارے پاس پہنچے اور افسوس کا اظہار کیا کہ آپ اسمبلی کے ممبر ہیں لیکن آپ کو سی C کلاس میں رکھا ہوا ہے۔ یہ میرا اختیار ہے کہ اگر آپ درخواست دیں تو اے A کلاس کی سفارش کردوں۔

چوہدری صاحب فرمانے لگے

"میں ایسی ذلیل حکومت کو درخواست کرنے کو تیار نہیں میں اپنی تاریخ خراب نہیں کرنا چاہتا۔ جس حکومت کو خود خیال نہیں اس کے آگے درخواست کرنا تو میں اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں۔"

جیل میں تبلیغ

مولوی احمد خاں صاحب نسیم تحریر فرماتے ہیں :-

ایک دفعہ ایک آدمی کے متعلق ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ وہ چونکہ ہر موقعہ پر کوئی نہ کوئی شرارت ہمارے خلاف کرتا ہے اس لئے اس کو چھوڑ دو اس کو کوئی بھی منہ نہ لگائے۔ مکرم چوہدری صاحب نے ہم سے فرمایا

"نہیں بلکہ ایک کام تم سب اپنے ذمہ لے لو۔ تم دعا کرو اور میں اس کو تبلیغ کرتا ہوں یا تم اس کو تبلیغ کرو میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں اس طرح اس کو چھوڑنا مناسب نہیں اس پر اتمام حجت کر کے چھوڑو۔"

عصر کی نماز کے بعد ہمیں جیل میں کچھ وقت ٹہلنے کیلئے مل جاتا۔ ایک مرتبہ میں اور برادرم مکرم میجر شریف احمد صاحب دونوں مل کر ٹہل رہے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ چوہدری صاحب محترم چند قیدیوں کے ایک ٹولہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں جیل کے اندر تیس چالیس افراد خارش کی وجہ سے بیمار تھے۔ ان کو ایک علیحدہ بیرک میں رکھا ہوا تھا۔ ان کے ساتھ کسی کے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ تا کہ یہ متعدی بیماری دوسرے قیدیوں میں نہ پھیل جائے۔ باجوہ صاحب نے جب چوہدری صاحب کو ان میں بیٹھا ہوا دیکھا تو مجھے فرمانے لگے "چوہدری صاحب کیا غضب کر رہے ہیں کہ ان متعدی بیماری کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ان کو روکنا چاہیے۔" جب چوہدری صاحب وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لائے تو ہم نے چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ

یہ لوگ خارش کی وجہ سے بیمار ہیں آپ وہاں نہ جایا کریں۔

چوہدری صاحب نے فرمایا:-

"میں نے سوچا یہ لوگ بہت تکلیف میں ہیں۔ ان بیماروں کو کوئی بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ ایسے وقت میں آدمی کا دل نرم ہوتا ہے میں ان کے پاس گیا تھا۔ تا میں اس سے فائدہ اٹھا کر ان کو تبلیغ کروں ممکن ہے کہ کسی کا دل احمدیت کی طرف مائل ہو جائے اور ہمیں مسکرا کر فرمانے لگے میں تو اس نیت سے ان کے پاس جا بیٹھا تھا کہ ممکن ہے کوئی مسیح پاک پر ایمان لے آئے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری میں مبتلا کر دے گا؟ بے فکر رہیں۔"

جیل میں قیام کے دوران قریباً 50 افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اس کام میں مکرم چوہدری صاحب موصوف روح رواں تھے۔

واقعہ قبولیت دعا

بٹالہ کے ایک دوست جیل میں تھے انہوں نے چوہدری صاحب سے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ اس قدر مطمئن کس طرح ہیں آپ نے فرمایا:-

"مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی بشارت دی ہے کہ "بخیر وعافیت جیل سے رہا ہو جاؤ گے" کہ اب مجھے یہ دعا کرتے ہوئے بھی اللہ سے شرم آتی ہے کہ اب مزید میں اپنی رہائی کیلئے دعا کروں۔"

اس پر اس دوست نے کہا آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسا اطمینان بخش نظارہ دکھا دے تو میں بھی مطمئن ہو جاؤں اس کیلئے دعا کرنے کا وعدہ کر لیا اور چند دن کے بعد ہی اس شخص نے ایک واضح رویاء میں دیکھی جس میں اُس نے دیکھا کہ

"ہم پاکستان چلے گئے ہیں اور جیل کے دروازے کھل گئے ہیں اور ہم سب کو اپنے اپنے رشتہ دار لینے آئے ہوئے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم ہو رہی ہیں وغیرہ۔"

اس کے بعد وہ دوست بھی جماعت میں شامل ہو گئے۔

شفقت علی خلق اللہ

اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو ہمیشہ ہمیں فرماتے کہ اس کو چائے وغیرہ بنا کر دو۔ ڈاکٹر سے خود ملتے یا ہمیں فرماتے کہ جا کر ڈاکٹر سے ملو اسکو دوائی لے دو۔ اور اسکے لئے دودھ وغیرہ کا بندوبست کرا دو۔"

غذا میں سرسوں کے تیل کا استعمال

چوہدری صاحب موصوف غذا زبان کے چسکے کے طور پر نہ کھاتے تھے۔ اور نہ ہی آپکو اچھی اچھی غذائیں کھانے کا شوق تھا۔ میں (مولوی احمد خاں نسیم ناقل) نے جیل کے زمانے میں ایک دفعہ دیکھا کہ چوہدری صاحب روٹی پر سرسوں کا کڑوا تیل لگا کر کھا رہے ہیں میں نے پوچھا کہ کیا یہ آپ کو کڑوا نہیں لگتا۔ فرمانے لگے

"میں ذیابیطس کا مریض ہوں اگر میں دہنیت والی کوئی شے بھی استعمال نہ کروں تو میں بہت جلد کمزور ہو جاؤں گا یہ بد مزا تو ہے مگر میں تو اسکو بیماری کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ غذا تو پیٹ بھرنے کے لئے اور زندگی کے دن گزارنے کیلئے کھائی جاتی ہے۔ زبان کے چسکے کے لئے نہیں۔"

جب تک جیل میں گھی اور دودھ وغیرہ کا انتظام نہ ہوا آپ ہمیشہ ڈاکٹروں سے مل کر سرسوں کا تیل لیتے اور روٹی پر مل کر استعمال کرتے۔

(الفضل ۲۹ / مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۵)

چوہدری صاحب جیل میں تقریباً 6 ماہ 26 دن رہنے کے بعد رہا ہوئے اس عرصہ سے متعلق ایک اور دلچسپ بات لکھی جاتی ہے۔

شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل رقمطراز ہیں :-

ہمارے ان معززین نے جیل میں دوسرے مسلمانوں کی تربیت کا بہت خیال رکھا ان کے نیک نمونہ کو دیکھ کر بہت سے غیر احمدی مسلمانوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ انکو چوہدری صاحب نے اپنی ایک رؤیا بتائی کہ

”آموں کے موسم میں وہ رہا ہو جائیں گے“

تو غیر احمدی مسلمانوں پر خاص اثر ہوا یہ بات انکی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ کس طرح ایک شخص اپنی خواب کی بنا پر یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ فلاں موسم میں رہا کر دیئے جائیں گے حالانکہ حالات نہایت ہی خطرناک تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ تمام قیدیوں کو اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ مگر جب اس خواب کے مطابق سارے قیدی رہا کر دیئے گئے تو ان میں سے 54 اصحاب نے بیعت کر لی۔

یہ عجیب بات ہے کہ جب قیدیوں کا تبادلہ دونوں حکومتوں نے منظور کیا تو اس کے لئے کئی تاریخیں مقرر ہوئیں مگر جب تک آموں کا موسم نہ آیا وہ تاریخیں تبدیل ہوتی رہیں۔ اور آخر سات اپریل ۱۹۴۸ء کو آٹھ بجے شب بذریعہ ٹرین جالندھر سے دوسرے زیر حراست قیدیون کے ساتھ ہمارے معزز افراد بھی لاہور پہنچ گئے۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۵۴۴-۴۵ مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس شیخ عبدالقادر سابق مودگرل)

لاہور اسٹیشن پر استقبال

لاہور اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے بارے میں یہ خبر الفضل نے شائع کی

لاہور ۸ اپریل الحمد اللہ ثم الحمد اللہ کہ کل آٹھ بجے شب جالندھر سے زیر حراست مسلمانوں کی جو سپیشل ٹرین لاہور پہنچی اس میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم ایل اے، مکرم میجر شریف احمد صاحب باجوہ ٹی

اے ایل ٹی اور دیگر تمام اسیران جالندھر جیل سے بخیر وعافیت لاہور پہنچ گئے۔ قیدیوں کی سپیشل ٹرین کو مغلپورہ ریلوے اسٹیشن سے لاہور چھاؤنی کے سٹیشن پر لایا گیا۔ جہاں متعدد اصحاب نے قیدیوں کا استقبال کیا۔ ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، نواب محمد دین صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء اور بعض دیگر احباب شامل تھے۔

مکرم چوہدری فتح محمد صاحب آج صبح دس بجے ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔ آپ رہا ہوتے ہی مغربی پنجاب اسمبلی کے سیشن میں شریک ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ رتن باغ میں حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد میں نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔

یوں چوہدری صاحب ایک زبردست امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد اور بہت سی پیاسی روحوں کو احمدیت کے نور سے منور کرنے کے بعد پھر ایک نئے ملک میں نئے عزم کے ساتھ مصروف کار ہو گئے۔

(الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۴۸ء صفحہ ۲)

باب نمبر 11

آپ کی تقاریر اور شائع شدہ مضامین

۱-مالی قربانی کے لئے جماعت کو تحریض

۲-اذکروامواتکم بخیر کے تحت آپ کی دو تحریرات

1 - مالی قربانی کے لئے جماعت کو تحریض

آپ مختلف اوقات میں جماعت کو مختلف قسم کی مالی قربانیاں کرنے کے لئے تحریص دلاتے رہتے تھے۔ تاکہ جماعت مالی جہاد میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔اس بارے میں شائع شدہ چند رپورٹیں ملاحظہ ہوں۔

ایک قابل غور چٹھی

مکرمی چوہدری فتح محمد صاحب سیال سیکرٹری "ترقی اسلام★" ذیل کی چٹھی بغرض اشاعت بھیجتے ہیں۔ احباب کے لئے حصول ثواب کا یہ نہایت قیمتی موقعہ ہے۔ اس بھائی کی ضرور مدد کرنی چاہیے اور سیکرٹری ترقی اسلام کو بہت جلد یہ رقم بھیجنے کے قابل بنا دینا ضروری ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ یہ رقم بطور قرضہ ہے الحکم کے پچاس خریدار یہ رقم آسانی سے پوری کر سکتے ہیں۔الحکم کے لئے یہ نہایت ہی خوشی کی بات ہو گی اگر صرف اس کے خریدار چھوٹی سی رقم پوری کر دیں۔ میں اس کے عملی جواب کی اشاعت کا شوق سے انتظار کروں گا۔ سیکرٹری صاحب کی چٹھی حسب ذیل ہے۔

"جزیرہ سیلون میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ارادہ تھا کہ ایک مستقل احمدیہ مشن قائم کیا جائے لیکن کسی نامعلوم وجہ سے گورنمنٹ سیلون اس بات پر مزاحم ہوئی اور یہ ارادہ ملتوی کیا گیا۔ علاوہ مبلغ کے جماعت سیلون کو ایک امام اور معلم کی ضرورت بھی تھی حسب اتفاق سے مولوی ابراہیم صاحب جو کہ مالاباری تاجر ہیں اور اسلام سے واقفیت بھی رکھتے ہیں چند مہینوں سے کولمبو میں مقیم ہیں اور اسی فکر میں ہیں کہ وہاں تجارت کا کام شروع کریں اور احمدی جماعت کی امامت اور تعلیم بغیر کسی معاوضہ کے

★ یہ صدر انجمن احمدیہ کی نظارت دعوت و تبلیغ کا ایک شعبہ تھا۔

کرتے رہیں۔ لیکن مولوی صاحب کے فنڈز میں کچھ کمی ہے۔ مولوی صاحب مذکور نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں تحریر کیا کہ اگر ان کو پانچ صد روپیہ قرض کے طور پر انجمن ترقی اسلام کی طرف سے مل جاوے تو وہاں ان کا کام چل سکتا ہے۔ چونکہ ترقی اسلام میں اس قدر روپیہ نہیں ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے تجویز فرمایا ہے کہ ترقی اسلام کی ضمانت پر کسی ذی ثروت احمدی دوست سے یہ پانچ صدر روپیہ بطور قرض لے کر مولوی صاحب مذکور کو دیدیا جاوے۔ مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ چند ماہ میں یہ روپیہ بہ اقساط واپس کر دیا جاوے گا۔ جو دوست اس کار خیر میں مدد کرنی چاہیں وہ مہربانی کر کے سیکرٹری ترقی اسلام سے خط وکتابت کریں۔"

(الحکم ۷/اپریل ۱۹۱۸ء صفحہ ۱ تا ۲)

نصر من اللہ وفتح قریب

مسلمانان جموں و کشمیر کی امداد کیلئے چندہ کی تحریک

ایک پائی فی روپیہ چندہ کی تحریک

چوہدری فتح محمدؓ صاحب سیالؓ ناظر اعلیٰ نے اس چندہ کی تحریک کی طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا:-

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے گذشتہ سے پیوستہ جمعہ کے خطبہ میں تحریک فرمائی ہے کہ مسلمانانِ کشمیر کی آزادی کے لئے اور اہل کشمیر کے لئے ابتدائی انسانی حقوق حاصل کرنے کے لئے جو تحریک جاری ہے اسکے اخراجات کے لئے ماہوار آمد پر ایک پائی فی روپیہ کے حساب سے چندہ دیا جائے تاکہ اخراجات کا باقاعدہ انتظام ہو جانے کے بعد اس تحریک میں جو لوگ کام کر رہے ہیں ان کے اخراجات کا ایک حد تک انتظام ہو سکے اور وہ اپنے کام میں عمدگی سے مشغول ہو سکیں۔"

میں نے اس معاملہ پر غور کیا ہے۔ دراصل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے اس عظیم الشان معاملہ کی انجام دہی کے لئے جو مطالبہ کیا گیا ہے وہ بہت ہی خفیف ہے۔ ایک سو روپیہ کی آمد پر صرف آٹھ آنے چار4 پائی چندہ بنتا ہے۔ جو اس قدر قلیل رقم ہے کہ اس کی ادائیگی کے متعلق کسی قسم کا تامل ایک مومن کیلئے ناواجب ہے۔

میں نے اپنے دفتر میں تحریر دی ہے کہ آئندہ میری تنخواہ مین سے ہر ماہ دو پائی فی روپیہ کے حساب سے کاٹ کر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے حساب میں جمع کرا دیا جایا کرے۔

مجزرسی★ اور کفایت شعاری ایک اچھی چیز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جزرسی کا خیال ایک نہایت ہی مکروہ اور نامناسب خیال ہے۔ وہ محسن اور بابرکت ذات جس کی عطا بغیر حساب ہے۔ اس کے ساتھ حساب وکتاب ایمان کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

اس لئے امید کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اس عظیم الشان کام کے لئے تھوڑی سی قربانی کے مطالبے کو اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان تصور کرتی ہوئی لبیک کہے گی۔ اور اگر ریاست جموں و کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو انتہائی مصائب و آلام میں دیکھتے ہوئے بھی ہندوستان کے دوسرے مسلمانوں کے خون سفید پڑ جائیں (جو مسلمان بھائیوں کا طرہ امتیاز ہے) تو بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت اس کے لئے اپنی انتہائی کوشش اور سعی صرف کر دے احمدی جماعت کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری کامیابی کی بنیاد کسی کام اور اسکے متعلق جو ظاہری کوشش کی جائے اس کی نسبت پر نہیں بلکہ ہماری کامیابی کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی سچی خدمت کا جب صحیح جذبہ انسان میں انبیاء کی تعلیم کے ماتحت پیدا ہو

★ جزرسی یہ جزرس کا اسم کیفیت ہے یعنی سمجھ دار ذکی، فہیم منہوس فیل کفایت شعار۔
علمی اردو لغت صفحہ ۵۳۲ زیر لفظ ج-ز

جاتا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق روحانی جماعت کی نصرت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اور پھر دنیا میں کوئی طاقت ایسی جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسی لئے صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اینما تولوا فثم وجه الله

ترجمہ : ”جس طرف مسلمانوں کی جماعت توجہ کرے گی اسی طرف اللہ تعالیٰ بھی توجہ کرے گا۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فیصلہ فرما رکھا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اپنے مخالفوں پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ ان حالات میں اسلامی جماعت کے دل میں کبھی شکست کا خیال بھی نہیں آنا چاہیے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض وقتی تکالیف درپیش ہوں لیکن یہ بھی دراصل مومنوں کے انعام میں زیادتی کیلئے پیدا کی جاتی ہیں نہ اس لئے کہ ان کو کامیابی کے انعام سے محروم کیا جائے۔

کئی دفعہ مجھے خیال آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ہندوستان کی گری ہوئی اقوام کو اٹھانے کی طرف توجہ فرمانی چاہیے۔

میرا خیال تھا کہ اس شق میں مسلمان کمیوں کی طرف جو ہندوؤں سکھوں کے گاؤں میں رہتے ہیں اور ادنیٰ اقوام کی طرف توجہ کی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منشاء میں ان باتوں سے زیادہ ضروری اور اعلیٰ کام آپ کے لئے مقدر تھا۔ کیونکہ کشمیری مسلمانوں کی آزادی سے ایک ملک اور بتیس 32 لاکھ کی قوم ایک ایسی قوم سے آزاد کرائی جائے گی جس کا ظلم اور تعلّی فرعون کے ظلم اور تعلّی سے کم نہیں ہے۔

برھمن، ہندو، راجپوت اور ڈوگرے اپنے آپ کو فرعون سے کم نہیں سمجھتے اور یقینی طور پر ان کے دل کشمیری مسلمانوں کی حقارت سے اسی طرح بھرے ہوئے ہیں۔ جس طرح فرعون کی قوم بنی اسرائیل کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ انگریزی

علاقہ میں ایک حصہ قوم کی ترقی کا سوال ہے۔ لیکن کشمیر کی ساری قوم اور سارے ملک کا سوال ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے اس عظیم الشان کام میں احمدیوں کو دوسرے بھائیوں کے ساتھ اس کے سرانجام دینے کا موقع دیا ہے۔

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام وہ لوگ جو مالی و جانی رنگ میں اس میں حصہ لیں گے اللہ تعالیٰ کے اجر کے مستحق ہوں گے وقت گذر جاتا ہے۔ عمریں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے جہاد کے مواقع انسان کو بار بار ہاتھ نہیں آتے۔ اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور مالی وجانی قربانی کے ذریعہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(الفضل ۱۸ر فروری ۱۹۳۲ء صفحہ ۳)

اسی طرح ایک اور موقع پر حضرت چوہدری صاحب نے جماعت کو مالی جہاد مین حصہ لینے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا۔

مومنین کے دو گروہ

اعمال کے لحاظ سے مومنین کی تقسیم دو حصوں میں ہو سکتی ہے۔

ایک وہ گروہ ہے جو السابق الی الخیر کہلانے کا مستحق ہے۔ اس گروہ کے افراد میں نیک اعمال کو بجا لانے کا جوش طبعی طور پر پایا جاتا ہے۔ اور یہ گروہ بغیر کسی قسم کی یاد دھانی یا انتباہ کے نیکی اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرنے میں دوسروں سے سبقت لے جاتا ہے۔

لیکن دوسرا گروہ وہ ہے جس میں اسلام کی محبت پائی جاتی ہے۔ لیکن ان کو یاد دھانی اور تنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض افراد طبعاً غافل ہوتے ہیں۔ اور جب تک توجہ نہ دلائی جائے حصول نیکی اور انفاق فی سبیل اللہ کے مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اور جب تک توجہ نہ دلائی جائے ان کو احساس پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن بسا اوقات ایسا

ہوتا ہے۔ کہ انتباہ کے بعد ایسے لوگوں کی قربانی میں ایک خاص جوش پایا جاتا ہے۔اور بعض ایسا جوش دکھاتے ہیں کہ صفِ اولین میں کھڑے ہونے والے بھی حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔

خود ہوشیار رہیں دوسروں کو ہشیار کریں

اس کا علاج یہ ہے کہ ہوشیار رہیں وہ غافلوں کی تنبیہ کریں اور جو جاگتے ہیں وہ سونے والوں کو جگائیں تاکہ ان کو دوہرا ثواب حاصل ہو اور ہمارے تمام کام سہولت سے سرانجام پائیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے

الدال علی الخیر کفاعلہ

یعنی "نیکی کے کام پر دلالت کرنے والے کو اسی قدر ثواب مل جاتا ہے جس قدر نیکی کرنے والے کو ملتا ہے۔

وسیع اور لامحدود نیکی کے وارث

میری اپنی تو رائے یہ ہے کہ چندہ کے معاملہ میں جو شخص دوسروں سے چندہ وصول کرتا ہے۔ اور اس طرح ان کو باقاعدہ چندے ادا کرنے کی عادت ڈالتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ نیکی کا مستحق ہے۔ جو شخص اپنا چندہ بڑھ چڑھ کر ادا کرتا رہے۔ کیونکہ اموال کے خرچ کرنے کی آخر ایک حد ہوتی ہے ادھر ایک شخص اپنے لامحدود اموال میں سے ایک محدود رقم ہی دے سکتا ہے۔ خواہ اس کی نسبت دوسروں سے بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن جو احباب اپنے حقوق ادا کرنے کے بعد دوسروں کو نیکی پر آمادہ کرتے ہیں اور ان کو انفاق فی سبیل اللہ پر باقاعدگی کی عادت ڈالتے ہیں۔ وہ ایک وسیع اور لامحدود نیکی حاصل کرنے میں مد اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اور سلسلہ کی ضرورت کو پورا کرنے

میں مستقل اور قائم رہنے والے نظام کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اور ایک ایسی سنت کے قیام میں حصہ لیتے ہیں جس کی وجہ سے آخر کار اسلام باقی تمام ادیان پر غالب آئے گا۔

دین کیلئے خرچ کرنا

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس وقت مصیبت اور تنگی کا زمانہ ہے۔ لیکن آج کل اسلام سب سے غریب اور سب سے زیادہ تنگ حالات میں گزر رہا ہے۔ اور جو شخص اپنی جان پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی ضرورت کے لئے کچھ نہ بچا سکے۔ اس لئے ایسے تمام خیالات و وساوس سے مومن کو بچنا چاہیے اور اس جہاد کے موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔

(الفضل ۱۲/مارچ ۱۹۳۳ء صفحہ ۳)

جماعت احمدیہ قادیان کے 26 چھبیس مئی کے جلسہ میں چوہدری صاحب نے ریزرو فنڈ فراہم کرنے کے بارے میں جماعت کو اس ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا

"اس وقت جو میں بعض باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ریزرو فنڈ کے متعلق ہیں۔ خلیفۃ المسیح الثانی کا منشاء ہے کہ"

"ریزرو فنڈ میں پچاس لاکھ روپیہ جمع کیا جائے اور اس کا اکثر حصہ غیر احمدی احباب سے وصول کیا جائے۔"

ہمارا کیا حق ہے کہ غیر از جماعت سے چندہ لیں اس بارہ میں عرض ہے کہ

چونکہ فنڈ عام مسلمانوں کے فوائد پر خرچ کیا جائے گا اس لئے ہمارا حق ہے کہ ان سے لیں۔ مثلاً

ہمارا تعلیم اسلام ہائی سکول ہے اس سے دونوں فریق استفادہ حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح ہسپتال ہے اس سے بھی ہندو، سکھ، مسلمان سب علاج کرواتے ہیں۔

اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہسپتال کے لئے چندہ ہم ان سے بھی مانگیں۔

جس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ریزرو فنڈ کا اعلان کیا تھا اس وقت اس کی بڑی غرض ہندوؤں کو مسلمان بنانا تھا۔ یہ ایسا کام ہے جو براہ راست مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے آپ ان سے چندہ مانگنے کے حق بجانب ہیں۔

اسی طرح ملکانہ میں شدھی کی تحریک کو روکنے کی ضرورت پڑی اور جس میں تقریباً میرے اندازے کے مطابق جماعت احمدیہ کا تین لاکھ روپیہ خرچ ہوا اور اب تک وہاں کام ہو رہا ہے۔ اس لئے ان لوگوں سے چندہ اس تحریک کی وجہ سے بھی مانگا جا سکتا ہے۔

اسی طرح دوسروں سے چندہ وصول کرنے سے ایک روحانی فائدہ بھی ہے اور یہ ہے کہ روحانی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان نیکی کا کام کرے۔

"اور ہمارے دوستوں کا فرض ہے کہ ریزرو فنڈ کی فراہمی کے لئے پوری جدوجہد سے کام لیں۔"

(الفضل ۲/جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۳)

2 - اذکروا مواتکم بالخیر کے تحت آپ کی دو تحریرات

جب کوئی وفات پاجاتا ہے آپ اس کے محامد کا ذکر فرماتے دو اصحاب کے بارہ میں آپ کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے محامد کا ذکر

آپ نے میر محمد اسحاق صاحب کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

میر صاحب کی وفات قابل رشک ہے وہ میرے بچپن کے ساتھی تھے۔ تقریباً 25 سال ہمیں مل کر کام کرنے کا موقعہ ملا اور کسی شخص کے محاسن جتنے اسکے رفقاء پر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ وہ دوسروں پر نہیں ہو سکتے۔

میر صاحب مرحوم نہایت ذکی فہیم اور صاحب الرائے انسان تھے۔ مجھے ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس مجلس میں وہ موجود ہوتے تھے اس میں بے فکر رہتا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آج ہم جو فیصلہ کریں گے وہ درست ہو گا۔ جس شام کو مرحوم بیمار ہوئے اس روز ساڑھے پانچ بجے تک میرے ساتھ رہے اور جلسہ لدھیانہ کا ذکر رہا۔ آخری بات جو مرحوم نے مجھ سے کی یہ تھی کہ

"ہماری نمازوں کے محفوظ ہونے کا انتظام ضروری ہے۔ اگر ریزرو گاڑی کا انتظام ہو جائے تو نماز میں نقص نہیں ہو سکتا۔"

آپ کبھی نہ گھبراتے تھے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ساتھیوں سے لڑ پڑتے ہیں اور چڑچڑا پن دکھاتے ہیں مگر مرحوم ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ اب بھی انکا مسکراتا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے۔

(الفضل ۲۹/مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ ۱)

حضرت چوہدری سیاؔل صاحب مولانا محمدؐ ابراہیم صاحب بقاپوری کا ذکر خیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"سندھ کی تبلیغ میں مولانا صاحب نے نہایت دیانتداری اور جانفشانی سے کام کیا اور علاقہ کی جماعتوں اور افراد کا خود بھی خیال رکھا اور کبھی شکایت نہیں ہوئی کہ فلاں جماعت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ آپ بہت متقی تھے۔"

گھر سے آپ کو اپنی جوان بیٹی کی شدید علالت کی خبر ملتی رہی چونکہ آپ قریب ہی میں قادیان سے گئے تھے اس لئے آپ نے آنے کے لئے اجازت طلب کرنے میں حجاب محسوس کیا۔ جب مرکز کی اجازت سے کراچی تار دیا گیا تو آپ قادیان آئے اس وقت جنازہ گھر سے لایا جاچکا تھا۔ اور صرف ان کا انتظار ہو رہا تھا۔ آپ نے بوجہ علالت رخصت کی درخواست دی تھی۔ آپ سے یہ خواہش کی گئی کہ ایثار کریں اور وہیں علاج کرالیں تو آپ نے تعاون کرتے ہوئے درخواست واپس لے لی آپ نے علاقہ میں خوب رسوخ پیدا کر لیا۔ اب مخالف انجمنیں بھی اپنے خرچ پر ہمارے مبلغوں کو بلانے لگی ہیں اور ایک جلسہ میں انجمن اسلامیہ نے آپ کو صدر بنایا۔

(اصحاب احمد ۱۰ صفحہ ۲۲۷ بحوالہ الفضل ۳۱/ اگست ۱۹۲۸ء)

❀❀❀
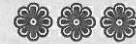
باب نمبر 11

وفات

سیرت

تأثرات

1 - وفات

وفات سے قبل بیماری

آپ وفات سے قبل بیمار نہ تھے۔ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے آپ نے ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء وفات پائی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے آپ کا وصیت نمبر 3480 ہے۔★

تدفین

اسی روز سہ پہر ساڑھے چار بجے کے بعد دارالضیافت کے سامنے گھاس کے میدان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں قطعہ صحابہ میں دفن ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کی وفات پر تحریر فرماتے ہیں:-

مجھے افسوس ہے کہ وفات کے وقت مجھے پتہ بھی نہ لگا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اعلیٰ علین میں جگہ دے اور اس کے فرشتے ان کو لینے کے لئے آگے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہمیشہ ان پر اور ان کے خاندان پر نازل ہوتی رہیں۔

جوانی سے چوہدری صاحب نے سلسلہ کی خدمت کی۔ قادیان جہاں سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو دائمی طور پر وہیں لے جائے اور جس طرح زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کا ساتھ دیا تھا اب وفات کے بعد دائمی طور پر ان کا قرب نصیب ہو۔

(الفضل ۲/ مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۱)

★ حوالہ الفضل ۱۵/ اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۱

تعزیتی قراردادیں

تمام اداروں نے آپ کی وفات پر تعزیتی قراردادیں پیش کیں۔ جن کی فہرست یہ ہے۔

۱- مجلس انصار اللہ مرکزیہ
۲- لوکل انجمن احمدیہ ربوہ
۳- طلباء و اساتذہ تعلیم اسلام ہائی سکول ربوہ
۴- صدر انجمن احمدیہ پاکستان
۵- تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان
۶- الجمعیة العلمیة جامعہ احمدیہ ربوہ
۷- لجنہ اماء اللہ مقامی ربوہ
۸- وقف جدید انجمن احمدیہ پاکستان
۹- صدر انجمن احمدیہ قادیان
۱۰- لجنہ اماء اللہ مرکزیہ پاکستان

(الفضل مارچ ۱۹۶۰ء)

بیرونی جماعتوں میں سے مندرجہ ذیل جماعتوں نے تعزیتی قراردادیں پیش کیں۔

۱- جماعت احمدیہ راولپنڈی
۲- مونگ
۳- کراچی
۴- ملتان شہر
۵- مجلس انصار اللہ کراچی
۶- کنری
۷- خان پور
۸- جماعت احمدیہ کوئٹہ
۹- رکھ مورو جھنگی ضلع ڈیرہ غازی خاں
۱۰- کورنگی کراچی

(الفضل یکم اپریل ۱۹۶۰ء صفحہ ۶)

ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب آپ کی وفات پر یوں تعزیت کناں ہیں۔

"ہماری آنکھیں آپ کی جدائی سے اشکبار ہیں مگر ہمیں اپنے پیارے مولیٰ کے فیصلوں کے ساتھ اتفاق ہے۔ آپ نے اسلام کی خاطر اپنے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ اور اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعودؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انتھک محنت کی۔ آپ کے جسم کا ذرہ ذرہ تھک چکا تھا۔ مولیٰ کریم نے آپ کو اپنی اغوش میں بلا لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کو سب سے بڑے آقا حضرت محمد ﷺ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے قرب میں جگہ دے۔

(الفضل ۲۹/ فروری ۱۹۶۰ء)

شیخ محمدؐ دین صاحب مرحوم سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ رقمطراز ہیں آہ سلسلہ کا وفادار جرنیل متواضع اور بلند اخلاق غیور فرزند ہم سے جدا ہو گیا۔

انا اللہ و انا الیہ راجعون

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ کی وفات سے ایک خلا واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پُر کرے اور انہیں قرب خاص سے نوازے۔

(الفضل ۱۱؍مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۴)
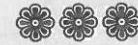
2 - سیرت

آپ کا حلیہ

چوہدری صاحب کی تصویر دیکھنے والے اب بھی اور جنہوں نے انہیں دیکھا ہے چوہدری صاحب کی شکل سے بھی ان کی سیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

آپ کا رنگ سرخ و سفید تھا۔ تمام خدوخال معیاری خوبصورتی لئے ہوئے تھے قد درمیانہ وجیہہ چہرہ' آنکھیں چمکدار جن میں ذہانت ٹپکتی تھی۔ خوبصورت ناک پیشانی فراخ گول چہرہ' خوبصورت داڑھی تراشی ہوئی مونچھیں' تیز چال مگر درمیانے قدم۔

لباس

لباس کے متعلق آپ کا مذاق نہایت عجیب تھا آپ تکلفات سے بے نیاز تھے۔ نہایت سادہ مگر صاف ستھرا سفید لباس پہنتے تھے۔ سر پر سفید ڈھیلا ڈھالا عمامہ باندھتے تھے۔ (لنڈن جب حضور کے ساتھ گئے تو سبز پگڑی باندھی) دیسی جوتا کثرت سے استعمال میں رکھتے تھے۔

پابندی نماز

مکرم حبیب اللہ صاحب سیاؔل فرماتے ہیں:-

"جوانی کے زمانے میں نماز کی پابندی کی وجہ سے کالج والوں میں "لوٹے اور جائے نماز والا چوہدری" کے نام سے مشہور تھے۔

پابندی تہجد

مکرم محمدؐ حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں :-

"نمازوں کے علاوہ تہجد میں خاص خشوع و خضوع سے دعائیں کرتے تھے۔"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں :-

"چوہدری صاحب تہجد گذار اور نوافل کے پابند اور دعاؤں میں بہت شغف رکھنے والے بزرگ تھے۔"

(الفضل ۲۸/ مئی ۱۹۶۰ء)

صاحبِ کشف و رؤیا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں :-

"چوہدری صاحب صاحبِ کشف و رؤیا بھی تھے۔ میں جن دوستوں اور بزرگوں کو عموماً دعا کیلئے لکھا کرتا تھا ان میں چوہدری صاحب مرحوم کا نام بھی شامل تھا۔"

(الفضل ۲۸/ مئی ۱۹۶۰ء)

چوہدری صاحب اپنے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :-

"میں خوابوں کا مدعی نہیں مگر میں نے بہت سی رؤیا اپنی طالبعلمی کے زمانے میں دیکھی تھیں کہ میں یورپ میں تبلیغ اسلام کرونگا۔"

(الفضل ۲۶/ دسمبر ۱۹۲۱ء)

توکل علی اللہ

مکرم محمدؐ حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں اپنے کام کے لئے پوری کوشش کرتے تھے۔ مگر اپنی کوشش کو کامیابی کا ذریعہ کبھی تصور نہ کرتے بلکہ یہ یقین رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہو گا تو پھر ہی یہ کام ہو گا۔ چنانچہ کوشش کے ساتھ ساتھ دعاؤں پر بہت زور دیتے تھے۔

نصر من اللہ پر یقین کامل

آپ ہی مزید فرماتے ہیں :-

الیکشن کے دنوں میں تحصیل بٹالہ کے ایک رئیس سردار مالک سنگھ کے پاس امداد حاصل کرنے کیلئے گئے۔ مگر جب اس نے کورا جواب دے دیا تو بڑے رعب سے فرمایا کہ ہم تو رعایت اسباب کی بناء پر آپ کو اپنا جاٹ بھائی سمجھ کر آپ کے پاس آئے تھے اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کی امداد پر اپنی کامیابی کا انحصار رکھتے ہیں تو یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ اصل کامیابی تو اللہ کی مدد سے حاصل ہو گی تم بے شک پورے زور سے ہماری مخالفت کرو اگر خدا کی طرف سے ہمارے لئے کامیابی مقدر ہے تو نہ تمہاری امداد مجھے کامیاب کرواسکتی ہے اور نہ مخالفت ناکام کرسکتی ہے۔

عشق قرآن مجید

محمدؐ عبدالحق احمدی آف ہوتی مردان لکھتے ہیں ملکانہ/تحریک کے زمانہ کا واقعہ ہے میں ان دنوں آگرہ میں ائرالا تحصیل آفس میں جس کو آگرہ میں عام طور پر 'ھوا گھر' کہتے تھے ملازم تھا۔ قادیان سے جو وفد جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی قیادت میں آیا تھا۔ آگرہ سے کچھ فاصلہ پر ایک گاؤں ہے (جس کا نام غالباً ساندھن ہے) میں ٹھہرا تھا۔ اس گاؤں میں ایک پرانی مسجد ہے جو پتلی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے اس کے صحن میں تمام احباب نے فرش پر ڈیرے لگائے تھے، کسی نے جناب چوہدری صاحب کو میرے بارے میں بتلایا تو انہوں نے میرے پیچھے ایک شخص کو "ھوا گھر" بھیجا۔ میں چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے جو پوچھا وہ ان کو بتلایا چونکہ وہ جگہ دور تھی اس لئے آگرہ چھاؤنی میں ایک کمرہ کرائے پر لیا گیا اور یہ قافلہ یہاں پر آ گیا۔ یہ بنگلہ بالکل بُرلب سڑک تھا۔ جس پر ہم ہر روز گزر کر دفتر جایا کرتے تھے۔

ایک دن میں اور اسحاق علی خاں صاحب اس جگہ سے گذرے اور سلام کیلئے چوہدری صاحب کے دفتر میں گئے تو پتہ چلا کہ اس رات جناب چوہدری صاحب کا کچھ سامان چوری ہو گیا ہے۔ چوکیدار مقرر تھا۔ اس نے اشیاء کی کھڑکھڑاہٹ سنی تھی۔ مگر اس خیال میں رہا کہ جناب چوہدری صاحب تہجد کیلئے اٹھے ہیں اور یہ آواز ان کی طرف سے آرہی ہے۔ چوہدری صاحب نے صبح بعد نماز فجر موجود احباب کو قرآنِ مجید کا درس دینا شروع کر دیا۔ اندر سے بیگم صاحبہ نے چوہدری صاحب کو چوری کی اطلاع دی مگر آپ بدستور درسِ قرآن میں منہمک رہے پھر بیگم صاحبہ نے اطلاع دی تو آپ نے فرمایا میں کیا کروں اللہ اللہ آپ درس قرآن میں اس قدر محو تھے کہ آپ نے اپنے سامان کی فکر نہ کی قرآن کا عشق چوہدری صاحب کو اس قدر تھا کہ بار بار یاد دلانے پر بھی سامان کی طرف توجہ نہ کی۔ بعد میں سارا سامان مل گیا۔

سادگی و وقار

مرزا عبدالحق صاحب فرماتے ہیں:-

آپ کی طبیعت میں سادگی بھی بے حد تھی نہ لباس میں کوئی تکلف تھا (جو پہن لیا سو پہن لیا) اور نہ مکان میں فرنیچر کا کوئی خیال جیسا بھی ہوتا ٹھیک ہوتا۔ نہ کھانے پینے میں کوئی اہتمام جو مل گیا کھا لیا۔ نہ اور کسی بات میں کوئی خاص پابندی زمینداروں اور کسانوں میں بیٹھتے تو بالکل ان کی طرح۔ اہل علم میں ہوئے تو ان کی زینت بن جاتے گویا آپ میں سادگی اور وقار دونوں خوب جمع تھے۔

کھانے میں سادگی

غلام دستگیر صاحب فرماتے ہیں:-

ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو اہل خانہ نے خاطر تواضع کی اور کہا کہ ہم آپ

کو دودھ تو پلا دیتے ہیں مگر اس میں جاگ لگا دی ہے۔ فرمانے لگے۔ زہر نہیں ڈالا جاگ ہی لگائی ہے تم لے آؤ کوئی بات نہیں۔

عبدالوحید صاحب اٹھوال فرماتے ہیں:-

۱۹۴۴ء کی بات ہے کہ میں اور چوہدری صاحب گورداسپور گئے "بیلنا" خریدنے کیلئے۔ وہاں مرزا عبدالحق صاحب کے گھر ٹھہرے اگلے دن واپس چلے تو واپسی پر حضرت ولی اللہ شاہ صاحب بھی ساتھ سوار ہو گئے جب ہم دہار یوال نہر کے قریب ایک شہر کے پاس پہنچے تو مجھے کہا کہ کھانے کیلئے کچھ خرید لاؤ۔ مجھے آپ کی خوراک کا علم تھا۔ اس لئے میں ایک ٹوکری سنگترے کی اور پونے گنے کا ایک گٹھا لے آیا۔ شاہ صاحب فرماتے لگے یہ کیا لے آئے ہو۔ جبکہ تمہیں کچھ بھی لانے کو نہیں کہا تھا تو چوہدری صاحب فرمانے لگے کہ اس سے اچھی خوراک کونسی ہو سکتی ہے۔

لباس میں سادگی

مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں:-

ہر آنے والے شخص کو آپ تبلیغ کرتے۔ ایک دفعہ ایک گریجویٹ قادیان آیا اور مجھے مل گیا کہنے لگا کہ دفاتر دکھاؤ میں نے مختلف دفاتر دکھائے اور پھر چوہدری صاحب کے پاس لے گیا۔ آپ اس سے ٹھیٹھ پنجابی میں باتیں کرتے رہے جب ہم فارغ ہو کر نکلے تو کہنے لگا کہ یہ جو ناظر اعلیٰ لکھا ہوا ہے کیا اس سے مراد بڑے ناظر کے ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ تو وہ حیران ہونے لگا۔ میں نے حیرانگی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میں ان کی باتوں اور ان کے لباس سے تو انکو مڈل پاس سمجھتا ہوں۔ کیا تم لوگوں نے مڈل پاس کو اتنا بڑا عہدہ دیا ہوا ہے۔

میں نے کہا اندازہ صحیح نہیں۔ یہ ایم اے ہیں۔ اور انگلینڈ میں بطور مبلغ رہ کر

آئیں ہیں۔ کہنے لگا مجھے یقین نہیں آتا میں نے کہا

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا"

میں پھر اس کو چوہدری صاحب کے پاس لے گیا اور میں نے چوہدری صاحب سے عرض کی کہ میں اسے پہلے لے کر آیا تھا اور اب پھر لایا ہوں کہ اپنے انگلینڈ کے واقعات سنائیں۔ چوہدری صاحب نے انگلینڈ آنے جانے کے واقعات اور وہاں کے قیام کا ذکر کیا پھر اس نے انگلش میں باتیں شروع کر دیں تو آپ نے جواب انگلش میں دیئے۔ جب باہر نکلے تو میں نے پوچھا اب کیا رائے ہے تو کہنے لگا باوجود اتنی جانچ پرکھ کے مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ ایم اے ہیں کیونکہ جو انگلینڈ میں رہ کر آتا ہے وہ اس طرح کی رہائش اور پہناوا نہیں رکھتا۔

دوسروں پر اعتماد

چوہدری صاحب خود فرماتے ہیں:-

حضرت میر اسحاق صاحب نہایت ذکی، فہیم اور صاحب الرائے انسان تھے۔ مجھے ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس مجلس میں وہ موجود ہوتے میں اس میں بے فکر رہتا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آج ہم جو فیصلہ کریں گے وہ درست ہوگا۔

(الفرقان ستمبر اکتوبر ۱۹۶۱ء میر اسحاق صاحب نمبر)

کلام میں سادگی

سید احمد علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

محترم چوہدری صاحب جب مقامی تبلیغ کے لئے جماعتوں میں تشریف لے جاتے تو ان میں انتہا درجے کی سادگی سب کو نظر آتی تھی۔ کھانے پینے سونے بیٹھنے میں تکلف سے بالکل بالا رہتے تھے۔ جلسے میں جب تقریر فرماتے تو دیہاتیوں کی سمجھ کے

مطابق عام فہم اور بالکل سادہ الفاظ میں ایسی تقریر کرتے کہ بچوں اور بوڑھوں تک کو آپ کا مضمون یاد ہو جاتا۔ تقریر میں موٹے اور علمی الفاظ یا فقرات ہرگز استعمال نہ کرتے۔ اس کی وجہ سے عوام آپ کی تقریر کو بہت پسند کرتے تھے۔

غریب ساتھیوں سے تعلق

مکرم محمدؐ حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں:-

مجھے چوہدری صاحب سے جتنا عرصہ ملنے اور ساتھ کام کرنے کا موقع ملا مجھے ان کی یہ خوبی انتہائی درجہ تک پسند تھی کہ وہ اگرچہ بہت تعلیم یافتہ اور ایک بڑے زمیندار تھے اور دنیاوی لحاظ سے بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے اور دینی لحاظ سے صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز تھے مگر اس کے باوجود اپنے غریب ساتھیوں سے اس طرح ملتے اور باتیں کرتے تھے کہ جس طرح دو برابر درجہ کے دوست باہم بے تکلفی سے باتیں کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا حال دریافت کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور مسائل بھی دریافت کرتے اور پھر ان کے حل کیلئے مناسب مشورہ بھی دیتے اور اپنی طرف سے ہر ممکن امداد بھی کرتے تھے۔

محمود و ایاز ایک ہی صف میں

محمد حسین صاحب فرماتے ہیں:-

جب کبھی ایسا موقع ہوتا کہ سفر میں یا گھر پر کھانے کے وقت ہم اکٹھے ہوتے تو نہایت بے تکلفی سے ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر برابر کے دوستوں کی حیثیت کی سے کھانا کھاتے اور کوئی تکلف نہ برتتے۔

مہمان نوازی

مرزا عبدالحق صاحب تحریر کرتے ہیں :-

آپ بہت فراخ حوصلہ اور مہمان نواز تھے۔ ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے سے حتی الوسع گریز نہ کرتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ فراخ حوصلگی کا معاملہ کرتے۔ روپے کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ آپ کی زمینوں وغیرہ کے مقدمات خاکسار کے سپرد ہوتے۔ ہر خرچ خوشی سے برداشت کرتے۔ آپ سے کبھی تنگ دلی کا اظہار نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت چوہدری صاحب اصرار کے ساتھ خاکسار کو اپنے ساتھ مکان پر لے گئے جو شہر سے خاصے فاصلے پر تھا۔ ایک دو ماہ خاکسار وہاں رہا۔ حضرت چوہدری صاحب نے مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی آپ کی انکساری اور مہمان نوازی خاکسار کو بہت شرمندہ کرنے والی تھی۔

مولوی احمد خاں صاحب نسیم رقمطراز ہیں :-

اگر آپ کو کسی مہمان کی تکلیف کا علم ہو جاتا تو آپ کو بہت دکھ ہوتا اور مہمان کی دلجوئی خود فرماتے۔ اکثر دفعہ اپنی جیب خاص سے مہمانوں کی مہمان نوازی فرماتے۔

(الفضل ۱۹؍مارچ ۱۹۶۰ء)

مظلوموں کی مدد

مولوی احمد خاں صاحب نسیم ہی تحریر فرماتے ہیں :-

ضلع گورداسپور کے زمینداروں کے ساتھ خواہ مسلمان ہوں یا سکھ چوہدری صاحب موصوف کے بہت گہرے مراسم تھے اور ہر مظلوم چوہدری صاحب موصوف کو اپنا ہمدرد اور غمگسار سمجھتا تھا اور چوہدری صاحب کا مکان اور دفتر مظلوموں کی پناہ گاہ

ہوتا تھا۔ اور ہر مظلوم اور دکھیا دل آپ کے پاس آکر تسکین و تسلی پاتا تھا۔ مظلوموں کی امداد ایسے رنگ میں فرماتے تھے کہ مظلوم کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوتا۔ بعض دفعہ ہندو یا بعض سکھ اپنے گاؤں میں کمیوں یا غریب لوگوں پر ظلم کرتے تھے تو خود ان لوگوں کے پاس جاتے اور ان کو روکتے کہ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ آپ غریبوں پر ظلم کریں۔ اکثر دفعہ وہ ہندو یا سکھ زمیندار غرباء کی امداد فرماتے اور بعض دفعہ دن رات ایک کر دیتے۔ اس امداد میں مذہب وغیرہ کی کوئی قید نہ ہوتی خواہ وہ مظلوم کسی ہی مذہب کا کیوں نہ ہو۔

آپ اپنے کارکنان کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا نے بذریعہ الہام فرمایا تھا کہ :-

لاتصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس

(تذکرہ صفحہ ۵۲)

حضور آئے اور خدا کے پاس چلے گئے ان الہامات کے مخاطب حضورؑ کے بعد ہم لوگ ہیں۔ اس لئے ہر آنے والے کو خوش خلقی اور فراخ دلی سے ملو اور ہر آنے والا تم سے مل کر خوش ہو اور اس کا دل تسلی پائے۔

مکرم محمدؐ حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں :-

پس آپ جب بھی کسی کو تکلیف میں دیکھتے یا کسی مظلوم کو پاتے تو اس کی تکلیف اور ظلم کے دور کرنے کیلئے تن من دھن سے کوشش کرتے تھے۔

اوفوا بعھدکم کا سبق

محمدؐ حسین صاحب ہی فرماتے ہیں :-

الیکشن کے دنوں میں آپ ہمیں بڑی تاکید کرتے کہ کسی کے ساتھ کوئی ایسا وعدہ نہ کرنا جو پورا نہ ہو سکتا ہو۔ وہی وعدہ کرو جسے پورا کیا جاسکتا ہو۔ اور جب وعدہ کرو

تو پھر پوری کوشش سے اسے پورا کرو۔

خرچ کی پرواہ نہیں کرتے تھے

حضرت شیخ محمدؐ احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے ان کے ساتھ آگرہ سے مین پوری جانا تھا۔ میں نے پوچھا کتنا خرچ لے لوں۔ آپ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا اور صرف یہ کہا کہ آپ کا کام جانے۔

سلسلہ کی رقوم کی حفاظت

مکرم سید احمد علی شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

میں جن دنوں دارالتبلیغ کراچی کا مبلغ انچارج تھا چوہدری صاحب گاہے بگاہے جماعتی کاموں کے سلسلے میں وہاں بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ شروع شروع میں ہم غلام علی صاحب تالپور کے بنگلے پر جو (سندھ یونیورسٹی اور سعید منزل کے بالمقابل بندر روڈ پر تھا) نمازیں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ ادا کرتے تھے۔ اور وہیں جلسے ہوا کرتے تھے۔ ایک دن اسی جگہ پر محترم چوہدری صاحب نے مجھے کچھ رقم بطور چندہ دی اور فرمایا کہ احتیاط سے رسید کٹوائیں اور مجھے دے دیں۔ پھر دوبارہ مڑ کر واپس آئے اور فرمایا کہ رسید اپنی نگرانی میں کٹوائیں۔ اور دیکھیں کہ دونوں حصوں پر صحیح الفاظ لکھے ہوں تاکہ غلطی نہ ہو۔ میں نے عرض کیا انشاءاللہ اسی طرح کروں گا جس طرح آپ نے حکم فرمایا ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ محترم چوہدری صاحب کو سلسلے کی رقوم کی حفاظت اور دوسرے کو گناہ سے بچانے کا کتنا احساس تھا۔

مکرم محمدؐ عمر صاحب بھی اس بارے میں فرماتے ہیں :-

چوہدری نذیر احمد راجپوت (سکنہ ساندھن آگرہ) نے ایک واقعہ مجھے سنایا کہ

حضور نے شدھی کی تحریک پر مناسب طور پر بے دریغ خرچ کرنے کی اجازت دی تھی۔ تو نذیر احمد نے کہا کہ خلیفہ وقت نے امیر بھی ایسا ہی چنا ہے جو بے دریغ مناسب طور پر خرچ کرتا ہے۔ خلیفہ وقت کا پیسہ ضائع نہیں کرتا اور بڑی حفاظت کرتا ہے۔

غضِ بصر

مرزا عبدالحق صاحب فرماتے ہیں :-

آپ بہت متقی اور پرہیز گار تھے۔ آپ کے وقت میں جو دوست انگلستان میں تھے بتاتے ہیں کہ آپ سڑک پر چلتے تو اپنی آنکھیں اس قدر نیچے رکھتے کہ حادثہ کا شکار ہو جانے کا ڈر رہتا تھا۔

لاتجهر بالقول کے مصداق

مکرم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں :-

آواز بہت دھیمی تھی۔ اتنی دھیمی کہ کئی مرتبہ بات پوچھنی پڑتی تھی کہ کیا کہا ہے۔

تبلیغ کا جنون

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ چوہدری صاحب کا لڑکا فوجی وردی میں ملبوس دفتر میں ملنے آیا اور السلام علیکم کہا تو آپ نے اسے سامنے بیٹھا لیا اور تبلیغ شروع کر دی اور گفتگو کے دوران پوچھا آپ کس رنیک میں ہیں۔ آپ کے لڑکے نے اپنا رنیک بتایا تو چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میرا لڑکا بھی اسی رنیک میں کام کرتا ہے۔ تو وہ کہنے لگا میں ہی تو آپ کا لڑکا ہوں تو فرمایا کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تو لڑکے نے کہا کہ میں نے السلام علیکم کہا تھا اور آپ نے آواز نہیں پہچانی اور تبلیغ شروع کر دی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رقمطراز ہیں:-

چوہدری صاحب کو دراصل تبلیغ کا غیر معمولی شوق تھا اور انہیں خدا نے تبلیغ کا ملکہ بھی ایسا عطا فرمایا تھا کہ بہت جلد اپنی گفتگو سے دوسرے کا دل صداقت کے حق میں جیت لیتے اور زمینداروں پر تو گویا ان کا جادو چلتا تھا۔

(الفضل ۲۸ر فروری ۱۹۶۰ء)

ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

میری آپ سے پہلی ملاقات ۱۹۰۸ء میں ہوئی اور آخری ملاقات گذشتہ جلسہ سالانہ سے صرف دو روز قبل ہوئی تھی جو بات مجھے ان کی آخری ملاقات میں نمایاں نظر آئی وہ آپ کا تبلیغ کے سلسلہ میں غیر متناہی جوش تھا۔ اس طرح جوش و عزم ان میں ۱۹۰۸ء میں بھی موجود تھا۔ اس قدر لمبے زمانہ میں جو نصف صدی سے زیادہ ہوتا ہے آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ واقعی سلسلہ کے بہادر سپاہی اور جرنیل تھے۔

تحریک شدھی جب ایک دفعہ دب کر پھر ابھرنی شروع ہوئی تو اس کو فرو کرنے کیلئے چوہدری صاحب نے بڑے دردِ دل سے تحریر فرمایا

علاقہ ملکانہ میں آریوں نے دوبارہ اپنا جال نہایت تندہی سے پھیلانا شروع کر دیا اور کوئی احمدی اس بات سے بے خبر نہیں کہ یہ ہمارا فرض ہے ہم اپنوں کو غیروں کے حملے سے بچائیں اور غیروں کو اسلام کی نعمت سے مطلع کریں اگر اس وقت ہم نے آریوں کے حملہ سے ملکانوں کو نہ بچایا اور غیروں پر اسلام کی خوبیاں ظاہر کر کے اسلام سے ان کو مانوس نہ کیا تو ہماری ایک طویل محنت رائیگاں جانے کا سخت خطرہ ہے۔ لہٰذا اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے جس کیلئے اس زمانہ میں احمدی جماعت کو کھڑا کیا گیا ہے۔ علاقہ ملکانہ میں خصوصیت کے ساتھ احمدی احباب کے مال کی اور وقت کی سخت ضرورت

ہے۔ غرض آریوں کے اس فتنہ کو فرد کرنے کیلئے احباب کی خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ہوں خود جا سکتے ہیں یا نہ جا سکتے ہوں سب کی فوری توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ اس کار خیر میں ایک غریب کا ایک پیسہ بھی کام دے سکتا ہے۔ اس لئے امیر و غریب سب کی خدمت کی اس وقت ضرورت ہے۔

(الفضل ۲ر جولائی ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۰)

مکرم محمدؐ عمر صاحب فرماتے ہیں آپ کے ہر وقت غورو حوض کرنے اور سوچنے کے متعلق مسز سلیمان یکس نے کہا تھا

Mufti is very claver missionery chife (مفتی محمدؐ صادق صاحب)

CH. F. M. is thinking always. (What about F.M)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی آپ کو مفکر کہا تھا۔

مکرم محمدؐ عمر صاحب فرماتے ہیں:-

"ایک دفعہ حضور نے مجھے اور فتح محمد صاحب (نائب امیر ضلع لاہور) کو فرمایا کہ رحمت اللہ لیگ کے ممبر کو میرے پاس لے کر آؤ۔ جب حضور کے پاس واپس پہنچے تو چوہدری صاحب کا ذکر ہوا لیکن چوہدری صاحب وہاں موجود نہ تھے تو میں نے کہا کہ چوہدری صاحب اپنی جائیداد تباہ کر رہے ہیں بیچ رہے ہیں۔ کوئی پروا نہیں کرتے۔ میں نے شکایت کے رنگ میں کہا تھا۔"

حضور فرمانے لگے۔

"بات سنو! چوہدری صاحب جیسا مفکر آدمی مجھے لادو"

عزیز احمد صاحب نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔

"اصولی امور میں وہ (چوہدری صاحب) حقیقۃً غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے اور ان امور میں ان کی نظر بعض اوقات اتنی گہری جاتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی کہ ایسی

سادہ طبیعت کا انسان اصولی امور میں اتنا ذہین اور دور رس ہے۔"

(الفضل ۲۸ر فروری ۱۹۶۰ء)

کاظمین الغیظ

مکرم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں

چوہدری صاحب غصے میں کم ہی آتے تھے۔ لیکن دینی معاملات میں خامی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ میں دس سال تک آپ کے پاس رہا آپ نے مجھے کبھی نہیں جھڑکا اور کبھی نہیں مارا۔ اسی طرح آپ کا ایک نوکر کرم دین تھا آپ نے اس کو بھی کبھی نہیں جھڑکا۔ بعد میں وہ ڈرائیور بن گیا۔

مکرم محمدؐ خاں صاحب فرماتے ہیں

میں اس بات کی گواہی پورے وثوق سے دیتا ہوں کہ مجھے آپ نے کبھی سخت کلامی سے نہیں پکارا۔ ہمیشہ پیار بھرے الفاظ سے بلاتے۔ کبھی کسی غلطی پر سرزنش نہیں کی۔ بلکہ محبت سے راہ نمائی کرتے۔

(الفضل ۳ر اپریل ۱۹۶۰ء)

اعلی خلق

مکرم احمد علی شاہ صاحب فرماتے ہیں

میں ۴۳ء ۱۹۴۱ء میں مقامی تبلیغ میں حضرت چوہدری صاحب موصوف کے ماتحت کام کرتا رہا۔ ایک روز رات کے وقت جبکہ گرمیوں کا موسم تھا عشاء کے بعد میں نے آپ کی کوٹھی پر ایک جماعتی کام کے سلسلہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ کافی رات گئے تک کچھ سکھ اور غیر احمدی آپ کے پاس اپنے ذاتی کاموں کے لئے چوہدری صاحب سے صلاح و مشورہ کر رہے ہیں۔ میں تو کام کر کے چلا

آیا اور وہ وہیں بیٹھے تھے۔ صبح کو نماز فجر کے معاً بعد پھر مجھے آپ کی خدمت میں آپ کی کوٹھی پر حاضر ہونے کا موقع ملا تو میں نے دیکھا کہ صبح سویرے ہی پھر سکھ وغیرہ آپ کے پاس بیٹھے کام کر رہے ہیں۔ میں نے تنہائی میں چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ایسے لوگوں کو ملنے کیلئے آپ کوئی ایسا وقت رکھیں کہ آپ کو آرام کرنے کا موقع مل سکے۔ ورنہ اس طرح آپ کو نہ رات کو آرام ملے گا نہ دن کو۔

(میرا یہ عرض کرنا تھا) کہ اس پر چوہدری صاحب نے نہایت پیار سے اور عمدہ طریق سے مجھے سمجھایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب اگر میں اپنے گاؤں میں ہوتا تو چوہدری نظام الدین صاحب کے لڑکے فتح محمدؐ سیالؔ کے پاس کون چل کر آتا یہ محض حضرت مسیح موعودؑ کی برکت ہے کہ آپکی جماعت میں داخل ہونے اور آپ کی جماعت کا عہدہ دار فرد ہونے کی وجہ سے لوگ میرے پاس آتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے کہ لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس

(تذکرہ صفحہ ۵۲)

ترجمہ : "لوگوں سے بد خلقی نہ کرنا اور ان سے تھک نہ جانا۔"

اس لئے میں کسی کو کسی وقت بھی آنے سے منع نہیں کرسکتا میرے پاس جس وقت بھی جو کوئی آئے گا میں اپنی توفیق کے مطابق اسکی مدد ضرور کروں گا مکرم چوہدری صاحب موصوف کا یہ خلق اور نمونہ دیکھ کر میں نے آج تک آپکے بتائے ہوئے سبق کو نہیں بھلایا۔

اطاعت خلیفہ وقت

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی فوری چٹھی چوہدری صاحب کو پہنچی۔ آپ ناظر اعلیٰ تھے تو آپ نے اسے الٹا کر کے میز

پر رکھ دیا تاکہ کوئی اور نہ پڑھے اور کچھ دیر بعد آپ نے اسکی پشت پر دستخط کرنے شروع کر دیئے۔ (اسے رف کاغذ سمجھ کر) بعد میں جب یاد آیا تو قاضی عبدالرحمٰن صاحب کو فرمایا دیکھنا ایک ضروری چٹھی آئی تھی معلوم نہیں کہاں گئی ہے۔ تلاش کرنے لگے قاضی صاحب نے وہی دستخطوں والا کاغذ سیدھا کیا کہا یہ تو نہیں فرمانے لگے یہی ہے آپ نے مطلوبہ رپورٹ تیار کی اور ساتھ چٹھی لگا کر حضور کو روانہ کر دی جب حضور نے دیکھا کہ چٹھی کی دوسری طرف دستخط ہی دستخط ہیں تو آپ نے چوہدری صاحب کو ۱۵ یا ۲۰ روپے جرمانہ کر دیا۔ جب چوہدری صاحب کو معلوم ہوا تو قاضی صاحب سے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو اتنی رقم نہیں آپ ہی جمع کروادیں اور رسید لگا کر حضور کی خدمت میں بھیج دیں کہ میں نے جرمانہ ادا کر دیا ہے۔

آپ بدظنی سے اجتناب کرتے تھے

مکرم احمد خاں صاحب نسیم رقم طراز ہیں

آپ فرماتے تھے کہ بعض لوگ مجھے آکر دھوکہ دے جاتے ہیں وہ جس طرح مجھ سے بات کرتے ہیں میں ویسے ہی یقین کر لیتا ہوں کہ یہ شخص ٹھیک ہی کہتا ہو گا۔ یہ سوچتا بھی نہیں کہ وہ شخص غلط بیانی بھی کر سکتا ہے۔

(الفضل ۱۹؍مارچ ۱۹۶۰ء)

چوہدری صاحب خود فرماتے ہیں۔

بدظنی سے بچو۔ بدظنی بہت خطرناک بلا ہے اس سے بچتے رہو شاید جس پر انسان بدظنی کرتا ہے وہ نیک ہی ہو اور بدظنی کرنے والے کی نظر خطا کرتی ہو۔ اس سے بچتے رہو۔ بدظن انسان ضرور ہے کہ ایک دن بدظنی میں ترقی کرتا کرتا نہ صرف محض مادہ محبت سے بے بہرہ ہو جاتا ہے بلکہ بے مروت بھی ہو جاتا ہے۔

(الفضل ۲۶؍دسمبر ۱۹۱۲ء)

بہادری

مکرم احمد خاں صاحب نسیم تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت بہادر دل عطا فرمایا ہوا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے شروع میں بعض جگہوں میں فسادات شروع ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے علاقے میں دورے کر کے تمام مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ حالات جلد جلد بدل رہے ہیں تم لوگ تیاری کر لو تاکہ آخری وقت میں نقصان نہ اٹھانا پڑے خطرناک مقامات پر جانے سے آپ دریغ نہیں کرتے تھے۔

(الفضل ۱۹؍مارچ ۱۹۶۰ء)

جذبہ ہمدردی

مکرم احمد خاں صاحب (ڈرائیور دفتر اصلاح و ارشاد ربوہ) تحریر فرماتے ہیں

۱۔ ایک دفعہ چوہدری صاحب جماعتوں کے دورہ پر گئے میں بھی ہمراہ تھا جب کھانے کا وقت ہوا تو میں جیپ درست کر رہا تھا جس دوست نے کھانے کا بندوبست کیا تھا وہ چوہدری صاحب کو لے گئے اور میرے لئے کھانا بھیج دیا اتنے میں ایک دوست دوڑتا ہوا آیا کہ احمد خاں تمہیں چوہدری صاحب یاد فرماتے ہیں میں اپنا کھانا لے کر وہاں چوہدری صاحب کے پاس گیا میں نے نیچے بیٹھنا چاہا لیکن چوہدری صاحب نے مجھے اپنی چارپائی پر بٹھالیا اور اپنی کھانے والی پلیٹ میں میرے آگے کی جو ان کیلئے لائی گئی تھی اور پھر کہا احمد خاں کھاؤ اور پھر خود بھی کھانا شروع کر دیا۔ کھانے کے دوران کئی دفعہ آپ کے ہاتھ سے میرا ہاتھ ٹکرایا لیکن چوہدری صاحب آرام سے کھانا کھاتے رہے۔

گویا آقا و غلام دونوں ایک ہی پلیٹ سے کھانا کھاتے رہے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں حضرت مسیح موعودؑ کے غلاموں کا غلام نہیں بلکہ رسول اللہ کے غلاموں کا غلام ہوں چونکہ حسنِ سلوک کا یہ جذبہ اسی نبی نے ہی پیدا کیا تھا۔ اور آج یہ

جذبہ دوبارہ حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل [illegible] زندہ ہوا۔

۲: خاکسار کا اپنڈے سائیٹس کا جنرل ہسپتال کوٹ لکھپت میں اپریشن ہوا مجھے وہم بھی نہ تھا کہ میرے جیسے معمولی شخص کی عیادت کو کوئی آئیگا۔ لیکن میں نے دیکھا چوہدری صاحب اپنے غلام کی عیادت کو آئے اور ایک بار نہیں بلکہ دوبارہ آئے۔ یہ واقعہ گویا ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ لیکن میں اس سے بے حد متأثر ہوا میں نے ان کیلئے بے حد دعائیں کیں۔ آج بڑے بڑے لوگوں کو اپنے خدام کا اتنا دھیان کہاں ہوتا ہے۔

۳: چوہدری صاحب کا جذبہ ہمدردی محض اپنے ہی خدام کیلئے نہ تھا بلکہ وہ کسی بھی انسان کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ قصور جاتے ہوئے للیانی تھانہ کے عین سامنے ایک شخص ہماری جیپ سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا چوہدری صاحب کو بہت دکھ ہوا اور آپ شدت احساس سے چیخ اٹھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے پھر آپ نیچے اترے زخمی نوجوان کو اٹھایا جیپ میں ڈال کر ہسپتال پہنچایا اور وہاں داخل کروایا۔ بعد میں بڑے درد سے اس کا ذکر کرتے تھے کہ اس بیچارے کو ہماری ہی بے پروائی کی وجہ سے چوٹیں آئیں ورنہ کوئی بات نہ تھی۔

۴: پھر آپ کی ہمدردی کا یہ جذبہ محض انسان سے ہی نہ تھا بلکہ جانوروں سے بھی تھا۔ ربوہ سے جڑانوالہ جاتے ہوئے ایک بھینس جیپ کے نیچے آگئی۔ جیپ کو بریک نہ لگ سکی۔ میرے حواس باختہ ہوگئے کہ چوہدری صاحب ناراض ہونگے۔ لیکن انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا بلکہ بھینس کے زخمی ہونے پر افسوس ضرور کیا۔

یہ واقعات بظاہر بہت معمولی ہیں لیکن ان کی گہرائی میں چوہدری صاحب کا جذبہ ہمدردی موجزن نظر آتا ہے۔ رحم آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ درشتی اور سختی سے آپ ناآشنا تھے۔

(الفضل ۳؍اپریل ۱۹۶۰ء)

مصمم ارادہ

مکرم عبدالوحید صاحب اٹھوال فرماتے ہیں۔

۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے جب چوہدری صاحب بہت کمزور ہو گئے تھے۔ میں راولپنڈی سے ربوہ آیا اور ملنے کیلئے گیا وہاں میجر منصور صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ چوہدری صاحب کچھ لکھ رہے تھے اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ابا جان آپ کے ہاتھ کانپ رہے ہیں فرمایا "کہ ہم یہ ضرور لکھیں گے" کتنا مصمم ارادہ تھا اور پھر زلزلہ آ گیا میں نے کہا کہ زلزلہ آگیا ہے فرمانے لگے زلزلہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا۔ چنانچہ آپ لکھتے رہے اور کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔

آپ نڈر تھے

مکرم امان اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

کہ ایک مرتبہ ایک سکھ افسر کے پاس آپ کسی کام کی غرض سے گئے اس نے کام کرنے سے انکار کیا۔ ایک دن آپ کار پر آرہے تھے کہ اتفاقاً اس افسر کی کار راستے میں خراب ہوگئی۔ آپ کو سکھ ڈرائیور نے روک کر کہا یہ کار شہر تک لے چلو تو چوہدری صاحب نے جواب دیا کہ جاکر افسر سے کہہ دو کہ میں فتح محمد ہوں اور میں تمہاری کار کو نہیں لے جا سکتا۔

مالی خدمات

چوہدری صاحب نے مختلف اوقات میں جو جماعت کے لئے یا قوم کیلئے مالی خدمات کیں اسکی چند ایک جھلکیاں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

آنہ فنڈ کالج کیلئے

ا: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:-

"تو پھر ہر احمدی ایک آنہ ماہوار دو سال تک کالج کے واسطے دے اس سے کوئی الگ نہ رہے۔ بچہ ہو بوڑھا ہو مرد ہو عورت ہو۔ ایک گھر میں جس قدر احمدی ہوں وہ سب کے سب دوسال تک کے لئے عزم کر لیں کہ ایک آنہ ماہوار اپنے دوسرے چندوں کے علاوہ محض کالج کے لئے دیں گے۔"

اس تحریک میں چوہدری صاحب (طالبعلم کالج کلاس) نے بھی حصہ لیا اور فی کس کے حساب سے آٹھ آٹھ ماہ کے لئے چندہ جمع کروایا۔

(الحکم ۲۴/جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱)

۲: شیخ محمود احمد از مصر نے جب مصر میں احمدیہ دارلکتب کھولنے کا اعلان کیا اور احباب جماعت سے کتب سلسلہ مانگیں تو اس وقت بہت سے لوگوں نے مدد کی۔ چوہدری صاحب نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔

(الحکم ۱۴/مارچ ۱۹۲۵ء صفحہ ۵)

۳: چوہدری صاحب موصوف نے ربوہ میں سب سے پہلی مسجد مبارک کی تعمیر کے لئے -/101 روپے نقد عطا کئے۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۴ صفحہ ۲۵)

3 - تاثرات

آپ کی شخصیت کے بارے میں بعض احباب کے تاثرات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے آپ کی سیرت کے بہت سے پہلو عیاں ہوتے ہیں۔

ا: چوہدری صاحب کے صاحبزادے مظفر احمد صاحب سیال فرماتے ہیں۔

"آپ کی عمر تقریباً ۵۵ سال کی تھی جب میں نے ہوش سنبھالا۔ اس وقت آپ مقامی تبلیغ میں انچارج تھے۔ ہندو سکھ مسلمان سب کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ اپنے تمام علاقہ میں بڑے پاپولر تھے۔ اور تمام سے مساوی سلوک کرتے تھے۔"

؎ اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ اپنے اوپر خود اعتمادی بہت تھی۔ خلیفہ وقت کے حکم پر بغیر حیل وحجت عمل کرتے۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خلیفہ وقت سے پیوست رکھتے تھے جیسے ایک دیوار سے دوسری دیوار۔

۳: الفضل اخبار نے آپ کی وفات پر یوں لکھا:-

"۱۹۵۴ء سے آپ اصلاح و ارشاد کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس دوران میں آپکی خدمات جلیلہ کا ریکارڈ بہت شاندار ہے۔ آخر دم تک آپ مصروف عمل رہے حتی کہ جس روز آپ کو دل کا دورہ ہوا اس روز بھی آپ نے باقاعدہ دفتر میں حاضر ہو کر کام کیا تھا۔ اس طرح بچپن سے لے کر آخری دم تک آپ کی عمر اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں ہی گذری۔ اور آپ خدمت دین کا فریضہ بجا لاتے ہوئے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوئے۔ نصف صدی کے اس عرصہ میں ہزاروں لوگوں کو آپ کے ذریعے قبول حق کی توفیق ملی۔"

(الفضل یکم مارچ ۱۹۶۰ء)

۳ : محمدؐ اسماعیل صاحب دیال گڑھی فرماتے ہیں۔

"وہ شخص سادگی اور جرأت کا بے مثال پیکر تھا اور مسلمانوں کی ہمدردی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔"

۴ : حضرت شیخ محمدؐ احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں۔

"مرحوم بہت بہادر انسان تھے۔ اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔"

۵ : احمد خاں صاحب ڈرائیور اصلاح وارشاد تحریر فرماتے ہیں۔

"آہ وہ شخص ہم سے جدا ہو گیا۔ جس کے جذبہ ہمدردی، محبت و اخوت اور غریبوں سے حسنِ سلوک نے مجھ جیسے انسان پر بھی اتنا گہرا اثر کیا کہ میں نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی۔" الحمد للہ

(الفضل ۳؍اپریل ۱۹۶۰ء)

۶ : چوہدری عبدالطیف صاحب بی اے انچارج جرمن مشن رقمطراز ہیں۔

"چوہدری صاحب کا وجود سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے بہت مفید تھا۔ اور ان کی بے لوث خدمات تاریخ احمدیت میں سنہری حروف کے ساتھ لکھی جائیگی۔ اور آئندہ آنے والی نسلیں ان کیلئے دعائیں کرنا اپنا فرض خیال کریں گی۔ ان کی خدمتِ دین کا جذبہ سلسلہ احمدیہ سے گہری عقیدت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات سے محبت اور عشق کا میری طبیعت پر گہرا اثر تھا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اپنی قادیان کی زندگی میں جن بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونا میں اپنا فرضِ منصبی سمجھتا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت چوہدری صاحب کا وجود بھی شامل تھا۔"

(الفضل ۱۸؍اپریل ۱۹۶۰ء)

۷ : چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال فرماتے ہیں۔

"اگرچہ خاکسار مرکز میں ۱۹۵۱ء سے بطور واقف زندگی حاضر ہوا مگر چوہدری صاحب کی ایسی نمایاں شخصیت تھی کہ اس سے پہلے یعنی وقف سے پہلے آپ سے سرسری ملاقاتوں اور انکی سرراہ زیارت سے بھی انسان متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ مجھے قادیان میں ایک مرتبہ جلسہ سالانہ کے سٹیج پر ان سے ملنے کا موقع ملا ان کی گفتگو میں جوش، لگن اور قطعیت کا رنگ نمایاں تھا۔ غالباً وہ اس وقت ناظر اعلیٰ تھے۔"

ربوہ میں بطور واقف زندگی حاضر ہونے پر (جبکہ محترم چوہدری صاحب ناظر اصلاح وارشاد (مقامی) تھے) ایک مرتبہ ان کے ساتھ تبلیغی دورہ پر جانیکا موقع ملا ان کی تبلیغ کا انداز بالکل نرالا تھا مدلل گفتگو سننے کے بعد اگر کوئی شخص خاموش رہتا تو اس سے کہتے کہ اگر آپ پر حق کھل گیا ہے تو لو بیعت فارم پُر کرو۔

تبلیغ کے کام سے انہیں ایک خاص لگن تھی اور سامعین کو مطمئن کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ضعیفی میں بھی گاؤں گاؤں پھرنا اور لوگوں سے تعلقات قائم کرنا اور تبلیغی مہم کو جاری رکھنا ان کے اوصاف حمیدہ کے اہم جزو تھے۔

۸ : مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان فرماتے ہیں۔

مکرم چوہدری صاحب مضبوط جسم اور اچھی صحت کے مالک تھے۔ شکل و صورت عادت و گفتار سے باوقار اور وجیہہ نظر آتے۔ سادہ اور صاف ستھرے رہتے تھے۔ اپنے مخالف کو تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی بہت متأثر کرلیتے۔ حق بات کہنے میں نہایت جرأت مند اور دلیر تھے۔ اس زمانہ میں ایم اے پاس کیا جب مسلمانوں میں خال خال ایم اے تھے۔ زندگی وقف کی۔ دین کا علم قادیان سے حاصل کیا۔ عالم باعمل تھے۔ سالہاسال جماعت کی مرکزی انجمن صدر انجمن احمدیہ کے ناظر دعوت تبلیغ اور ناظر اعلیٰ

رہے۔ انگلستان میں پہلے مبلغ اسلام تھے۔ ۱۹۲۴ء حضرت مصلح موعود کے سفر یورپ و بلاد عربیہ میں آپ کے صاحب سفر رہے۔

تبلیغ اسلام کیلئے ان کے اندر ہر وقت ایک جوش اور ولولہ رہتا اور پیغام حق بڑے احسن طریق سے پہنچاتے۔ آپ کے ذریعے بہتوں کو حق قبول کرنے کی توفیق ملی۔ ہندوستان کے علاقہ ملکانہ میں جب شدھی کے ذریعے ہزاروں مسلمان ہندو ہو گئے تو حضرت مصلح موعود کی نگرانی میں احمدیوں نے اتنا بھرپور حملہ کیا کہ سب مرتدین الا ماشاءاللہ پھر سے کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ مکرم چوہدری صاحب اس مہم کے سالار تھے۔

چوہدری صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ اور متمول زمیندار ہونے کے باوجود انتہائی سادہ طبیعت تھے۔ کبر کی آپ میں بو تک نہ تھی۔ اپنے مکان کے ارد گرد پھل دار درختوں کا باغ لگایا ہوا تھا۔ پھل خوب استعمال کرتے کچی سبزیاں گاجر ٹماٹر وغیرہ بھی خوب کھاتے جس کیلئے پلیٹوں اور چھریوں کا تکلف بالکل نہ کیا کرتے۔ باغ سے پھل تڑواتے۔ ان کو زمینی کنواں جو چل رہا ہوتا میں دھوتے اور صاف گھاس پر ڈال دیتے اور بغیر چاقو کے منہ سے کاٹ کاٹ کر خود بھی کھاتے اور ساتھیوں کو بھی کھلاتے اور پھل اور سبزیوں کے فوائد بھی ساتھ ساتھ بتاتے جاتے۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ انتہائی شفقت کا سلوک کرتے۔ انہیں خاندان کا فرد خیال کرتے۔ کھانے کے وقت مدد گار اور ڈرائیور کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ بڑے بے تکلف تھے۔

واذ بطشتم بطشتم جبارین کا بھی نمونہ تھے۔ دشمن سے ہرگز خوف نہ کھاتے۔

۹: مولوی ظفر صاحب فرماتے ہیں۔ (سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ)

چوہدری صاحب کی طبیعت میں سنجیدگی شرافت حسن و اخلاق نہایت خوبی سے

سموئے ہوئے تھے۔ وہ بات آہستہ آہستہ کرتے تھے۔ اونچا نہیں بولتے تھے۔ نہایت بہادر اور نڈر تھے۔ اور اگر کبھی دشمن سے لڑنا بھی پڑ جاتا تو بھاگنے والے نہ تھے۔ آنکھیں جھکا کر چلتے تھے۔

۱۰: شیخ محمدالدین صاحب مرحوم سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔

چوہدری صاحب سلسلہ کے ان ممتاز فدائی اور صاحب اخلاق خدام میں سے تھے۔ جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے والہانہ عشق تھا۔

میں اس امر کا عینی گواہ ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت مبارکہ اور سلسلہ کے ساتھ فدائیت نے ان پر ایک خاص روحانیت' غیرت اور ولولہ کا رنگ پیدا کر دیا تھا۔

(الفضل ۱۱/مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۴)

۱۱: ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب رقمطراز ہیں۔

ماتحت کام کرنے والے تو کام کرنے والی جماعتوں میں ہوتے ہی ہیں لیکن جرنیلوں کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ اور فتح نصیب جرنیل تو اور بھی مشکل سے ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کو اسم بامسمّی بنایا تھا۔ یہ الٰہی تصرف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا نام بھی فتح محمد رکھا گیا۔ اور میدان ہائے کارزار میں بھی فتح محمدی کا سہرا آپ کو نصیب ہوا۔

(الفضل ۲/مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۴)

۱۲: مولانا ظہور حسین آف بخارا فرماتے ہیں۔

چوہدری صاحب نہایت بزرگ آدمی تھے اور بڑی اچھی طرح سے ماتحتوں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی سادگی تھی۔

مجھے یاد ہے جب وہ لنڈن سے تبلیغ کے بعد تشریف لائے تو لنڈن کے لباس کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔

تبلیغ کا ان کو بہت جوش تھا۔ بہت کامیاب مبلغ تھے۔ خلیفہ وقت کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ اور ان کے ارشاد کی اطاعت اپنا فرض خیال کرتے تھے۔

۱۳: مکرم غلام باری صاحب سیفؔ فرماتے ہیں۔

چوہدری صاحب مبلغین سے محبت رکھتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں بے حد سادگی تھی۔ لباس بھی سادہ ہوتا۔ آپ کی خوراک سادہ اور بے تکلف ہوتی۔ دوران سفر جو ملتا کھالیتے۔ کبھی خاص اہتمام کیلئے نہ کہا۔ آپ کو امرود بہت پسند تھے۔ اسی طرح آپ کو گرم گرم گڑ بہت پسند تھا۔

۱۴: چوہدری علی محمدؐ صاحب بی اے بی ٹی اپنی کتاب

"In the company of promised Messeih"

کے صفحہ نمبر ۱۸۵ پر رقمطراز ہیں:-

Ch. Fateh Muhammad was a man of simple habits, Straight forward in his dealings and a great friend and benefactor of the peadantry.

۱۵: مکرم سید احمد علی شاہ صاحب بتاتے ہیں :-

خدا نے اپ کی زبان میں بڑی تاثیر پیدا کر رکھی تھی آپ کی باتیں سن کر لوگ بیعت کیلئے تیار ہو جاتے تھے اور جو کوئی بیعت کی خواہش کرتا تو فوراً اس سے بیعت فارم پُر کروالیتے۔ کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے جو ہمارے قریب ہو گیا ہے وہ اور قریب ہو جائے گا۔ اور آہستہ آہستہ اس کا علم بڑھے گا اور تربیت بھی ہوتی چلی جائے گی۔ بعض لوگ شکوہ کرتے کہ آپ کے ذریعہ بیعت کرنے والے کئی پیچھے ہٹ جاتے ہیں لیکن وہ خیال

نہیں کرتے تھے کہ جو مخلص احمدی ہو گیا وہ تو جماعت کا حصہ بن گیا لیکن جو کمزوری دکھا گیا۔ وہ اگر جماعت میں پوری طرح شامل نہیں تو وہ جماعت کا مخالف بھی نہیں ہو سکتا۔ وہ مفید ضرور رہے گا۔ گویا وہ اگر ہماری کھیتی کی فصل نہیں تو فصل کی باڑ ہی سہی۔

۱۶: حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ (چوہدری صاحب) بہت ہی وسیع القلب اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے۔ اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کی تکلیف سے انہیں سخت صدمہ ہوتا تھا۔ مگر سلسلہ کیلئے مجسم غیرت تھے۔"

(الفضل ۵/مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۴)

۱۷: چوہدری صاحب کے دوسرے صاحبزادے ناصر محمدؐ سیالؔ صاحب فرماتے ہیں :-

ابا جان ہمیشہ نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ بہت سادہ طبیعت تھی۔ جمعہ کے روز سورۃ کہف کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور مجھے بھی ہمیشہ سورۃ کہف پڑھنے کیلئے فرمایا کرتے تھے۔ کبھی گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی۔ ہمیشہ پر سکون رہتے تھے۔

۱۸: حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اپنے ایک خط میں رقمطراز ہیں :-

نوٹ : خط اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں

شکریہ
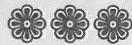
خط حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم۔اے نہایت صالح نوجوان تھے اور بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ طالبعلمی کے زمانہ سے ہی انہیں تبلیغ حق کا بہت جوش تھا اور ان کی تمام عمر اس نیک مقصد کیلئے وقف رہی۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب ۱۹۱۲ء کے آخر میں ایک حیدر آبادی رئیس کے ایک نجی معاملہ میں مشیر قانونی کی حیثیت سے انگلستان تشریف لائے اور اپنے مؤکل کی طرف سے سپرد کردہ فرض کو ادا کرنے کے بعد یہیں بس گئے اور ایک ماہواری رسالہ جاری کیا جس کا نام **Islamic Review and Muslim India** رکھا۔ بعد میں **Muslim India** ترک کر دیا گیا اور **Islamic Review** کے نام سے بہت عرصہ جاری رہا۔ مگر اب چند سالون سے بند ہو گیا ہے۔ جناب خواجہ صاحب کی دینی سرگرمیوں میں ان کا ہاتھ بٹانے کیلئے ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے جناب چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو انگلستان بھیج دیا۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے وصال پر حضرت خلیفۃ الثانی نے جناب چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو ہدایت دی کہ وہ اپنی رہائش بیت ووکنگ سے ترک کر کے لندن منتقل کر لیں اور لنڈن میں سلسلہ احمدیہ کا مشن قائم کریں۔ اس ہدایت کی تعمیل میں جناب چوہدری صاحب موصوف نے لنڈن میں احمدیہ مشن قائم کیا اور انگلستان میں پہلے احمدی مشنری ہونے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی۔

آپکی بقیہ زندگی کا اکثر حصہ انگلستان میں اور مرکز سلسلہ احمدیہ قادیان دارالامان میں گذرا اور آخری چند سال ربوہ میں گذرے۔ جہاں ان کی وفات ہوئی۔ یہ تمام عرصہ آپ خدمت دین کیلئے وقف رہے اور خلیفۂ وقت کی ہدایات کے ماتحت مختلف حیثیت میں سلسلہ کی خدمت بجا لاتے رہے۔ جس کی تفاصیل چند صفحات میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔

والسلام خاکسار ظفر اللہ خان

معاونت کرنے والوں کی دعائیہ فہرست

اس کتاب کی اشاعت میں مالی معاونت کرنے والے درج ذیل تمام عزیزواقارب کیلئے دعا کی درخواست کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہترین جزائے خیر دے اور اُن راہوں پر چلنے کی توفیق دے جو حضرت ابا جان چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے اپنے عمل سے ہمارے لئے متعین کیں۔ آمین

1 محترمہ منیرہ بیگم چوہدری مقبول احمد صاحب
2 محترمہ صفیہ صالح سیال بمعہ اہل و عیال
3 محترم حمید نصر اللہ صاحب امیر جماعت ضلع لاہور
4 محترم ادریس نصر اللہ اور انکی بیگم نعیمہ ادریس صاحبہ
5 میجر منصور احمد سیال
6 محترم ناصر محمد سیال
7 محترم محمد نصر اللہ خان صاحب
8 محترم مظفر احمد سیال
9 محترمہ امتہ الحی بیگم جناب عبدالرشید احمد صاحب
10 محترمہ بشریٰ بیگم چوہدری عبدالمنان صاحب
11 محترمہ عزیزی صوفیہ احمد صاحبہ بیگم عزیزم میاں عبدالصمد صاحب
12 محترم ملک سلطان رشید خان صاحب
13 محترمہ عزیزی نائلہ منصور صاحبہ
14 محترمہ عزیزی نائمہ منصور

15 محترم ضیا اللہ سیال صاحب

16 محترمہ عطیہ سلیم صاحبہ

17 محترمہ عالیہ حمید اللہ سیال صاحبہ

18 عزیزہ سعدیہ کلیم اللہ خان

19 محترمہ سائرہ بیگم عبد الواحد خان

20 عزیزی امتہ الحی شاہدہ بیگم چوہدری محمد اقبال باجوہ مربی سلسلہ

21 عزیزہ صفیہ مجیب صاحبہ

22 عزیزی راشدہ بیگم محمد اشرف سیال

❀❀❀

مراجع و مصادر

کتب

قرآن کریم

حدیث

کتب حضرت مسیح موعودؑ

تذکرہ

تاریخ احمدیت

مقالہ جات نمبر ۲۵۷، ۲۹۴، ۲۵۳

تحدیث نعمت

رجسٹر روایات صحابہ

In the company of promised Messieh

مضامین مظہر (شیخ محمدؐ احمد صاحب مظہر)

تاریخ مسجد فضل لنڈن

سلسلہ احمدیہ (مرزا بشیر احمد صاحب)

سلسلہ عالیہ احمدیہ (چوہدری شریف احمد صاحب)

کارزارِ شدھی (ماسٹر محمدؐ شفیع صاحب)

اصحاب احمد

تاریخ احمدیت لاہور

رپورٹ جلسہ سالانہ

اخبارات

اخبار الحکم

اخبار البدر

اخبار نور

اخبار فاروق

اخبار المصلح (کراچی)

اخبار الفضل

اخبار وکیل و اہلحدیث

جرائد

ریویو آف ریلیجنز

تشحیذ الاذہان

خالد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Composed By: Ahmad Dawood

حضرت اباجان کے قادیان والے گھر کے پچھلے حصہ کی تصویر جو
1991ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر لی گئی تھی۔ اور حسن اتفاق سے
خاکسار بھی وہاں پر موجود تھی

Designed By: Ahmad Dawood